The Late Allama Akbar Mashi

To view the Arabic text, you will need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طور پر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

ضربتِ عیسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ZARBAT-E-ISVI

By

The Late Allama Akbar Mashi

A Reply To Objections of Mirza Ghulam Ahmed Qadiani

ضربتِ عیسوی

مصنفه

سلطان القلم جناب اکبر مسیح صاحب مرحوم

۱۹۰۴

www.muhammadanism.org
(Urdu)
Nov.11.2004

ان لی فیك ضربۃ لن تسبقنی بها

(مسیح کا آخری خطاب دجال سے)

تجھ کو میرے ہاتھ کی ایک مار کھانا ہے اور تو اس سے بچ کے نہیں جاسکتا

ضربتِ عیسوی

یعنی

ابطالِ مرزا

مصنفہ

سلطان القلم مسٹر اکبر مسیح صاحب

سعبه رسائل

۱۔ عصیٰ آدم ربه ۔ بحث عصمت انبیاء

۲۔ عشرہ کامل ۔ تحقیق معنی استغفارِ ذنب

۳۔ عصمتِ مسیح از قرآن وحدیث

۴۔ عصمتِ مسیح از انجیل شریف معه ردشبہات

۵۔ موت وبعثتِ مسیح

۶۔ مرزا کا خبطِ کشمیر افشائے رازِ مزار خان یار

۷۔ مرہمِ رسل

فہرست مضامین

دیباچہ	صفحہ
۱۔ بحث عصمت انبیاء	۱۳
عیسائیوں کا عقیدہ	۱۳
اہل اسلام کا عقیدہ	۱۳
ربطِ اقوال	۱۵
تعریف معصوم	۱۵
آزاد تحقیق	۱۶
مرزا کی نرالی رائے	۱۶
مرزا لکیر کے فقیر	۱۷
معصوم کی مرزائی تعریف	۱۷
اس تعریف کی لغویت	۱۸
ہماری تحدی	۱۹
مسلمانوں کی خدمت میں ہماری گذارش	۱۹
بحث کا اختصار	۲۰
اصول تفسیر القرآن	۲۰
ہمارا قضیہ	۲۱
تعریف گناہ	۲۱
گناہ حضرت آدم	۲۲
حضرت آدم الوالعزم نبی نہ تھے	۲۴
مرزا کی تعریف	۲۵
لفظ عزم پر بحث	۲۵
تفسیر کی سند	۲۵
بھول جانے کا عذر	۲۶
بھول جانے کا معنی	۲۷
آیت کے صحیح معنی	۲۸
دوسری آیت	۲۸
تاویل لفظ غوی	۳۰
حضرت آدم پر شرک کا الزام	۳۱
مرزا کا ترجمہ	۳۱
امر تنقیح طلب	۳۲
آدم کا نام آیت میں ندارد	۳۲
قرآن آپ اپنا مفسر	۳۳

حوا کی پیدائش	۳۴
مرزا جی کا اقرار	۳۴
مرزا جی پر ہمارا تشدد	۳۴
امام رازی کا اقرار	۳٦
محقق مفسرین کی رائے	۳٦
حدیث شریف کی سند	۳۷
مزا جی کے فہم کا تصور	۳۹
مرزا جی کی قرآن دانی	۴۰
مرزا جی کی ناعاقبت اندیشی اورحضرت اسماعیل کی عصمت	۴۲
فصل الخطاب	۴۳
عصمت انبیاء یا عصمت صلحاء	۴۴
۲۔ عشرہ کاملہ تحقیق معنیٰ استغفار ِذنب	۴٦
مرزا جی کا طبعزاد	۴٦
مرزا جی اورتعلیمیافتہ مسلمان	۴٦
اہل فرنگ اورمرزا جی	۴٦
صحیح ترجمہ	۴۸

مرزا جی کا غلط ترجمہ	۴۹
مرزا جی کی غلط بیانی	۵۰
استغفار کے صحیح معنی	۵۰
مرزا جی کی شرط	۵۱
مغفرت کے معنی	۵۱
مغفرت کےلئے گناہ لازم	۵۲
مرزا جی کا ادعا اوراس کی تردید	۵۲
ذنب بمعنی جرم	۵٦
تعلی	۵٦
سند حکیم نورالدین	۵۷
مرزا کی اختلاف بیانی	۵۷
لفظ جُرم قرآن میں ندارد	۵۹
مرزا جی کے خلیفہ کی تاول (نوٹ)	۵۹
یہودی بھی مجرُم نہیں	٦۰
یہ لفظ آنحضرت پر چسپاں کیا گیا	٦۱
مرزا کے خلیفہ کی غلطی (نوٹ)	٦۱
مجرُم بمعنی ذنب	٦۲

ظلم بمعنی جُرم	٦٢
ظلم انبیاء سے منسوب	٦٣
حضرت یونس کا ظلم اورمرزا کی اختلاف بیانی (نوٹ)	٦٣
عصیاں بمعنی جرُم انبیاء سے منسوب	٦٤
بے ایمان یا بیوقوف (نوٹ)	٦٥
میثاق النبین اورغلط ترجمہ	٦٨
صحیح ترجمہ	٦٨
اورشاہد	٦٩
تنزیہ القرآن	٦٩
نابالغ مرزائی (نوٹ)	٦٩
عقلی قرینہ	٧٠
سیدنا مسیح اس آیت کے مفہوم سے خارج	٧١
ہمارے سوال	٧٢
مرزا کے خلیفہ کی پریشانی	٧٢
الٹا منطق	٧٣
ہماری حجت	٧٤
امر قابلِ غور	٧٤

٣۔ عصمتِ مسیح ازقرآن وحدیث	٧٧
باعتبارِ عصمت مسیح کی فضیلت	٧٧
مرزا نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے	٧٨
مسیح استغفارِ ذنب سے بری بروئے قرآن	٧٩
بُردے حدیث	٧٩
مسیح مسِ شیطان سے پاک بروئے قرآن	٨٩
مرزا جی اورمسِ شیطان	٨١
معنی حدیث مامن مولود	٨٣
حدیث کی صحت	٨٤
عصمت صدیقہ مریم	٨٤
تولد بے پدر	٨٥
مرزا کا اقرار وانکار	٨٥
تولد بے پدر کا اقرار	٨٦
مرزا کی مشکل	٨٧
تولد بے پدر کی نظیر مفقود	٨٨
پیدائش آدم	٨٩
مسیح آمد ثانی	٩٠

بطن اطہر صدیقه	۹۰
مسیح آیت اللہ	۹۱
تعلیم قادیاں	۹۲
اسباب عصمت جو مسیح میں بہم ہوئے	۹۳
نبوتِ مادرزاد	۹۳
خصوصیاتِ مسیح	۹۴
عظمتِ روح اللہ	۹۵
۴۔ عصمت مسیح از انجیل شریف	۹۷
مرزا اور حمیت اسلام	۹۷
حضرت خضر پر نکتہ چینی	۹۹
مرزا جی کی مفروضہ امامت	۹۹
مرزا جی کی انجیل دانی	۹۹
مرزا کا مسیح کے حق میں حسن ظن	۱۰۰
سر تسلیم خم	۱۰۱
من آنم کہ من دانم	۱۰۳
پلاطوس کی شہادت	۱۰۴
دشمنِ جان کی شہادت	۱۰۴

اہلِ عصر کی شہادت	۱۰۴
مرزا کے اعتراضات کا خلاصہ	۱۰۵
نیک استاد	۱۰۵
توبہ کا اصطباغ	۱۰۷
مسیح کے اصطباغ کی نوعیت	۱۰۸
یحییٰ کی گواہی	۱۰۸
عیسیٰ کی فضیلت یحییٰ پر	۱۰۸
مسیح کی کامل راستبازی	۱۰۹
یحییٰ مسیح کے مرُشد نہیں	۱۱۰
مسیح مسجود یحییٰ	۱۱۰
مسیح کو اصطباغ کی ضرورت	۱۱۱
جوازے	۱۱۲
یہود کا الزام	۱۱۳
حضرت یحییٰ کی روزہ داری	۱۱۳
مسیح کی غذا	۱۱۴
شراباً طہوراً	۱۱۷
عشائے ربانی کی حقیقت	۱۱۹

نقل کفر	۱۲۰
مرزا گالی دیتا ہے	۱۲۲
ایک اور بہتان	۱۱۲
مرزا کی خباثت	۱۲۳
ماں کی بے ادبی	۱۲۵
مرزا سوروں کے حامی	۱۲۶
مسیح کا معجزہ	۱۲۶
انسان کا صدقہ حیوان	۱۲۷
قتلِ خنزیر	۱۲۸
مرزا اور بلّی	۱۲۸
لعن الذین کفروا	۱۳۰
مرزا کی غلط فہمی	۱۳۰
مسیح کی دعا	۱۳۲
ناجی چور	۱۳۲
مسیح عالم ارواح میں	۳۲
مسیح کی طفلی کا مبارک عہد	۱۳۳
مسیح کا عہدِ شباب	۱۳۵

من الصالحین	۱۳۵
۵۔ مسیح کی موت وبعثت کا اثبات	۱۳۷
مسیح کی موت پر اہل جہان کا اتفاق	۱۳۷
نادان دوستوں کا خیال	۱۳۹
ماخذ معلوماتِ قادیانی	۱۳۹
مرزائی دلائل کا لب لباب	۱۴۲
مسیح کی اذیتیں صلیب سے پہلے	۱۴۴
دُرے کی سزا	۱۴۵
مصلوب کرنے کا طریقہ	۱۴۵
انسانی جسموں میں فرق	۱۴۸
سیدنا مسیح کی بعثت اور مرزا کا خبطِ کشمیر	۱۵۹
مرزا کا گلدستہ لغویات	۱۵۹
مرزا جی کے بھائی کی روح	۱۶۰
فخر دودمان	۱۶۱
فانی اور جلالی جسم	۱۶۳
مسیح کے زخموں کی حقیقت	۱۶۵
مسیح کے زندہ شدہ جسم کی تبدیلی	۱۶۵

نوٹووش روسی کا افسانہ	۱۶۷
مرزا جی کے دعوے	۱۶۸
مرزا جی مشکل میں پھنسے	۱۶۹
بوسیدہ کتابیں	۱۷۱
مٹے ہوئے کتبے	۱۷۲
کئی لاکھ چشم دید گواہ	۱۷۳
یہودی شاہد	۱۷۵
خان یار کا چبوترہ قبر نہیں	۱۷۵
صدیقہ کی قبر	۱۷۶
علم اللسان	۱۷۷
باب الدولداخ	۱۷۹
٦۔ مرزا کا خبط کشمیر اور شہادت انجیل وقرآن وحدیث	۱۸۱
کاٹھ پر لٹکایا گیا	۱۸۱
صلیب کی شرمندگی	۱۸۲
مصلوب ہونا اور مرنا	۱۸۳
صلیب کے اُوپر کی شہادت	۱۸۳

حضرت مسیح کی دعا اور اس کی قبولیت	۱۸۵
صلیب کی شان	۱۸۷
ایلی ایلی لما شبقتنی	۱۸۷
اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیں	۱۸۸
عرب کے گم شدہ اسرائیلی	۱۹۰
یونس نبی کی تمثیل	۱۹۰
کشمیر کی مرزائی تعریف	۱۹۴
صلیب کے پہلے مصیبت کا زمانہ	۱۹۴
ربوہ فلسطین میں	۱۹۵
مرزا کے دو جھوٹ	۱۹۶
حضرت مسیح کی عمر	۱۹۶
مرزا کے لغو اقوال	۱۹۷
تین حدیثوں میں مرزا کی تعریف لفظی اور معنوی	۱۹۷
مرزا کے دعوے کے خلاف حدیث	۲۰۰
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم	۲۰۱
مرزا اور اس کے دعوے	۲۰۲
مسیح کے رفع جسمانی پر مرزا جی کی فیلسوفی	۲۰۳

عنوان	صفحہ
۷۔ مرہم رسل	۲۰۵
مرزا کا دعویٰ	۲۰۵
اعجازِ عیسوی	۲۰۵
مرغ عیسیٰ	۲۰۵
دو سوال	۲۰۶
رومی قرابادین	۲۰۷
ترمیم دعوےٰ	۲۰۷
فہرست کتبِ طب	۲۰۸
بوعلی سینا	۲۰۸
مرزا کا بہتان	۲۰۸
عوام کا خیال	۲۰۹
علاج ضربہ دسقطہ	۲۰۹
اس مرہم کے مختلف نام	۲۱۰
وجہ تسمیہ	۲۱۱
مرکبات کے شاعرانہ نام	۲۱۲
مرہم کا یونانی نام اور وجہ تسمیہ	۲۱۲
لفظ شلیخا کی تحقیق	۲۱۳
طبیب اسرائیلی کا قول	۲۱۴
اسرائیلی پر مرزا کا بہتان	۲۱۴
حوض شیلوخ کا تذکرہ	۲۱۵
اصلی مرہم عیسیٰ	۲۱۵
اصلی مرہم حواریئن	۲۱۶
آخری مالش	۲۱۷
عوام کا خیال اور مرزا کی تردید	۲۱۷
مرزا کی اختلاف بیانی	۲۱۸
اس مرہم کے اجزا	۲۱۹

عصیٰ آدمہ ربہ

بحث عِصمت انبیاء

عیسائیوں کا عقیدہ

عیسائی اپنی کتب مقدسہ کی بنیاد پر ہمیشہ اس بات کے قائل رہے کہ بجز مسیح کلمتہ اللہ کے جو پاک بے ریا عیب گنہگاروں سے جدا اورآسمانوں سے بلند ہے (انجیل شریف خطِ عبرانیوں باب ۷ آیت ۲۶) ہر انسان نبی ہو یا ولی کبھی نہ کبھی اپنے خدا کی حکم عدولی کرکے گنہگاراورعاصی ہوگیا اورابوالبشر آدم کی طرح توبہ کرتا ہوا یہ کہتا ہوا اپنے خدا کے آگے

یعنی اے

میرے رب ہم نے برا کیا اپنی جان کا اوراگر تو نہ بخشے ہم کو اورہم پر رحم نہ کرنے تو ہم ہوجاویں نامراد(سورۃ اعراف ع۲)یہ ایک ایسا سیدھا اورسچا مسئلہ ہے کہ اہل ِکتاب کے صحف ربّانی کی قرآن شریف نے جس کی تعریف مُصدِّ قا لّمابَینَ یَدیہ ہے پوری تصدیق کردی۔ پھر جب نص قرآن سے ثابت ہوگیا کہ انبیاء بھی دیگر انسانوں کی طرح اپنے ذنب کا اقرار کرکے طلبگار ِمغفرت ہوئے اور آنحضرت کو بھی بار بارایسا کرنے کی فہمائش وتاکید ہوئی تو چاہے کتنا ہی زبردست متکلم کیوں نہ ہو عصمتِ انبیاء کی بحث میں عاجز رہے گا۔

اہلِ اسلام کا عقیدہ

جس طرح اہلِ کتاب نے اپنی کتب آسمانی کی بنیاد پر عصمت انبیاء سے عموماًانکارکیا اسی طرح اہلِ اسلام کے درمیان بھی محققین گذ رچکے اوراب بھی موجود ہیں جن کو بمتابعت قرآن وحدیث عصمت انبیاء سے انکارکرنا پڑا۔ امام رازی آیہ فازلھ الشیطان عنھا (بقرہ ع ۴) کی تفسیرمیں اس مسئلہ میں مسلمانوں کے اختلاف میں لکھتے ہیں کہ " خوراج میں سے فرقہ فضیلہ اس با ت کا قائل ہوا ہے کہ انبیاء سے گناہ صادرہوئے ہیں اوران کے نزدیک گناہ کفریا شرک ہوتا ہے۔ پس لا محالہ وہ اس بات کے قائل ہوئے کہ انبیاء سے کفر صادرہوسکتا ہے " انبیاء کے افعال اورسیرت کے متعلق "اس میں امت کے چارقول ہیں" (علے خمسۃ اقوال پانچ قول ہیں) ایک فرقہ حشویہ کا قول وہ انبیاء سے قصداً کبائر کے صادر ہونے کوتجویز کرتے ہیں دوسرا ان لوگوں کا قول ہے کہ کبائر کو تجویزنہیں کرتے وہ صغائر کو قصداً تجویزکرتے ہیں۔۔۔تیسرا یہ کہ

ان سے قصداً کوئی گناہ نہیں صادر ہوسکتا صغیرہ اورنہ کبیرہ ۔البتہ تاویل کے طورپر ہوسکتا ہے۔جبائی کا قول یہی ہے ۔ چوتھا یہ کہ ان سے کوئی گناہ نہیں صادر ہوتا البتہ سہوًیا خطا سے صادر ہوسکتا ہے۔ مگر اس طور سے بھی اگر ان سے گناہ ہوجاتا ہے تو ان سے باز پرس ہوتی ہے اگر چہ امت کے لوگوں سے خطا اور نسیان معاف ہےاوراس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی معرفت بہت قوی ہوتی ہے اور ان کے دلائل خدا کی شناخت کے بہت زیادہ ہوتے ہیں اورجس قدر وہ اپنی حفاظت کرسکتے ہیں امت کے لوگ نہیں کرسکتے ۔

غرضیکہ ہر مسلمان انبیاء سے صدورگناہ کا تو قائل ہے مگر کوئی بلا تاویل اور کوئی باتاویل کوئی گناہ میں کبیر ہ وصغیرہ دونوں داخل کرتا ہے کوئی صرف صغیرہ کوئی عمداً ارتکابِ گناہ جائز رکھتا ہے کوئی محض سہواً اورکوئی تقیتہً ۔ ہاں صرف ایک قول ہے "پانچواں انبیاء سے کوئی گناہ نہیں ہوتا نہ کبیرہ اورنہ صغیرہ نہ قصداً اورنہ سہواً نہ بطورتاویل کے رافضیوں کا مذہب یہی ہے۔پھر اس بات میں اختلاف ہے کہ انبیاء کے معصوم ہونے کا زمانہ کونسا ہوتا ہے۔ اس میں بھی تین قول ہیں۔ رافضی کہتے ہیں کہ وقتِ پیدائش سے برابر انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اکثر معتزلہ کا قول یہ ہے کہ وقتِ بلوغ سے وہ معصوم ہوتے ہیں اورقبل ازنبوت ان سے کفر یا گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہوسکتا ۔ ہمارے علما اورابوالہدل اور ابوعلی معتزلی کا قول یہ ہے کہ نبوت کے وقت یہ روا نہیں ہے۔ مگر قبل نبوت روا ہے"(دیکھو سراج المنیر ترجمہ تفسیر کبر پارہ اوّل صفحہ ۲۳۶، ۲۳۸۔

ربطِ اقوال

ہم عیسائی مسلمانوں کے ساتھ دونوں قولوں میں متفق ہیں ۔ ان سے بھی جو انبیاء سے صدورگناہ کے قائل ہوئے مگر اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے اورصدورگناہ کو بہ نص صریح ثابت سمجھتے ہیں اوررافضیوں سے بھی۔ مگر ان کے قول کو صرف حضرت مسیح کے حق میں ثابت سمجھتے ہیں اوریہی مانتے کہ نہ صرف وہ ہرایک قسم کے گناہ سے محفوظ تھے بلکہ پیدائش ہی کے وقت سے ہرگناہ وخطا سے معصوم رہے اوروہ نبی مادرزاد تھے پس معلوم ہواکہ ہم بھی عصمت انبیاء کے قائل ہیں عموماً نہیں بلکہ خصوصاً۔

تعریف معصوم

اہل اسلام کے علماء نے نبی کے معصوم ہونے کی تعریف بھی کردی ہے چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں اختلف الناس فے کیفیت العصۃ فقال بعضھمہ ہی محض فضل اللہ تعالیٰ بحیثیت لا اختیارالمعبد فید۔ لوگوں نے عصمت کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ عصمت محض خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے جس میں بندہ کو کوئی اختیاربھی نہیں وقال بعضھم العصمۃ فضل من اللہ ولطفہ ولا کن علیٰ وجہ یبقی اختیارہم بعدا العصمۃ فی الا قدامہ علیٰ الطاعۃ والا ہتناع عن المعصیۃ۔ اوربعض کا قول ہے کہ عصمت اللہ کا فضل اور لطف تو ضرور ہے مگر اس طور پر کہ انبیاء کو باوجود عصمت کے اختیار باقی رہتا ہےکہ فرمانبرداری پر پیش قدمی کریں اورگناہ سے رک جائیں۔

اس اخیر قول پر اہل اسلام کا اتفاق ہے اورعیسائی بھی اس قول سے متفق ہیں کہ حضرت مسیح اس معنی میں معصوم تھے۔ ہر فاعل ذی اختیارکی طرح ارادہ اوراختیاررکھتے ہوئے آپ نے گناہ کو مطلق ترک کیا اورنیکی پر کامل عمل کیا۔

آزاد تحقیق

اب ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں عیسائیوں کی تحقیقات اپنی کتابوں کی نسبت اورمسلمانوں کی قرآن کی نسبت بالکل ایک دوسرے سے آزاد ہے۔عصمت انبیاء کےخیال میں نہ عیسائی مسلمانوں کے مقروض ہوسکتے ہیں اورنہ مسلمان عیسائیوں کے۔ قرآن پڑھ کر مسلمانوں نے اورصحف ِسابقہ پڑھ کر عیسائیوں نے ایمان کے رنگ میں عصمت انبیاء سے انکارکرکے قرآن یا کتب سابقہ سے استدلال کیااورجب کسی نبی کے حق میں عصمت کے قائل ہوئے تو ایک معقول تعریف بھی عصمت کی کردی جس سے انسان فاعل ذی اختیاراورسزا وجزا کے قابل ٹھہرا۔

مرزا کی نرالی رائے

مگر ہمارے مرزا کی متھرا نگری نیاری ہے۔ نہ معلوم کیوں آپ کی عنایت انبیاء کے اوپر اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ آپ سب کو باستشنائے مسیح کے معصوم مانتے ہیں ۔شاید اس طورآپ اپنی عصمت کو ثابت کرنا چاہتے ہوں۔آپ منکرین عصمت انبیاء کی نسبت جو دیندار مسلمان گزرے فرماتے ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ اس قسم کے بیہودہ خیالات اسلام میں ان لوگوں کے ذریعے سے آئے جو

دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے تھے ۔جلد ۲ ص ۳۵۲۔وہ خیالات موجود ہیں اوران کی تاریخ موجود ہے اورقرآن وحدیث بھی موجود ہیں جن سے ہم ان کو مطابق کرکے دکھلا سکتے ہیں کہ وہ ٹھیٹھ اسلام کے اپج ہیں کسی سے قرض نہیں لئے گئے ۔ بلکہ ہم تو یہ کہنے کو تیارہیں کہ ہم نے یہ خیالات انہیں سے حاصل کئے اوران کو قبول کرلیا کیونکہ وہ ہمارے خیالات کے موید اور گہری تحقیقات پر مبنی ہیں۔ ہاں اگر ضرورت ہوتی تو ہم یہ بڑے زور سے ثابت کردیتے کہ تمہارے بہت سے خیالات اسلام سے دوراورنرے اہل کتاب سے مسروقہ ہیں۔

مرزا لکیر کے فقیر

عصمت انبیاء پر جو کچھ تم نے لکھا اس میں تم نرے لکیر کے فقیر ہو تحقیق کی جس میں بو تک نہیں ۔ہاں فرق یہ ہے کہ امام رازی وغیرہ علماء نے اس خیال کو جو فی نفسہ کمزور تھا ایک معقولیت کے پیرائے میں پیش کیا جس کو تم نہ نباہ سکے۔تم نے اس کو ایسی بھونڈی طرح بیان کیا کہ اس کی کمزوری باثبات عیاں ہوگئی اورتم اس خیال کے بڑے نادان دوست نکلے اوراگر تم ہی اسلام کے "عظیم الشان امام" اور چودہویں صدی کے مجدد ہو تو اسلام کی خیر نہیں۔

معصوم کی مرزائی تعریف

ہمارے مرزا جی کی مراد عصمت انبیاء سے کیا ہے؟ انہوں نے عصمت کی تعریف یہ بتلائی ہے " انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح بکلی خدائے تعالیٰ کے تصرف میں ہوتے ہیں جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے ،انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بلاوے اورکوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں وہ خدائے تعالیٰ کے احکام کے نیچے کہتے یا کرتے ہیں اوران سے طاقت سلب کی جاتی ہے جس سے خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ" جلد ۲ ص ۷۔

"انبیاء کے اقوال وافعال کو خدائے تعالیٰ اپنے اقوال وافعال ٹھہراتا ہے اوروہ اسی طرح پھرتے ہیں جس طرح وہ ان کو پھیراتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایسے بے اختیار ہوتے ہیں جیسے ایک مردہ وہ بکلی اسی کے تصرف میں ہوتے ہیں ان کے پاس اپنے جذبات و خواہشات

کچھ نہیں ہوتے او رنہ ان حرکات اورکلام اورارادے ان کے اپنے ہوتے ہیں ص ۲۷۔

اس تعریف کی لغویت

جب انبیاء خدا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کے ٹھہرے اوران کی اپنی خواہشات اور ارادے ندارد ہوگئے تو معلوم ہوا کہ وہ فاعل ذی اختیارنہیں اورمکلف ہونے کے دائرے سے باہر نکل گئے اورسزا جزا کے احکام ان پر سے مثل ہر مرفوع القلم کے ساقط ہوگئے ۔ کیونکہ معصوم اورغیرمعصوم ہونے کے لئے اخلنیاراوراراده لازمی ہے ۔ خود مرزا جی نے ایک جگہ عصمت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا "عصمت کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ انسان گناہ سے بچے اورگناہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کوعمداً توڑکے لائق سزا ٹھہرے ۔تعریف مذکورہ بالا کی رو سے نابالغ بچے اورپیدائشی مجنون بھی معصوم ہیں وجہ یہ کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی گناہ عمداً کریں جلد اول ص ۱۸۰.گو یہ مضمون خبط بے ربط ہے مگر جب گناہ کی تعریف میں عمداً ارادہ لازم ہو ا تو معصوم حقیقی صرف وہ ہے جو ایسے گناہ سے محفوظ ہو۔ پس گویا مرزا جی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی عصمت پیدائشی مجنون کی عصمت سے بھی گذری کیونکہ پیدائشی مجنون میں فہم تو نہیں مگر ارادہ اور احتیاط ضروری ہے۔

مرزا جی نے جو تعریف عصمت انبیاء کی کی وہ نہ صرف عقل سے بالکل بعید بلکہ نقل کے سراسر معارض ہےاورہم نے آج تک مسلمانوں میں کسی فہمیدہ شحص کو یہ کہتے نہیں سنا کہ انبیاء ایک مردہ کل ہیں جو بڑھیا کے چرخے کی طرح چلے جاتے ہیں۔ ہم کوان خیالات کی لغویت پر تو تعجب نہیں مگر تعجب ہے اس بات پر کہ وہ دعوے کرتے ہیں کہ "قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے صاف صاف ثابت ہوتاہے " کہ ان کا یہ سخن راست بے کم وکاست ہے ۔"

ہماری تحدی

اب ہم بڑے دعوےٰ کے ساتھ مرزا جی کوتحدی کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو بکثرت ایسی آیات موجود ہیں " ان میں سے تم کوئی ایک آیت جس کو اپنی دانست میں سب سے بڑی نص عصمت انبیاء پر سمجھتے ہو جس سے تمہارے معنی عصمت ثابت ہوں ہمارے لئے پیش کرواورہم تمہاری تردید اسی اصول تفسیر قرآن سے کریں گے جوتم نے اپنے منہ سے بیان کردیا ہے ۔

مرزا جی کو تو سب ہی انبیاء کی عصمت کا دعویٰ ہے اوراسی معنی میں جو اوپر بیان ہوئے مگر ہم کو صرف حضرت مسیح کی عصمت کا دعویٰ ہے اس معنی میں ایک اختیار اور ارادہ اور امکان گناہ رکھتے ہوئے انہوں نے عمداً ارادۃً اپنے تیئں گناہ اور خطا سے محفوظ رکھا اور ہمیشہ صرا مستقیم پر قدم مارا اور سر مو انحراف نہ کیا۔

مسلمانوں کی خدمت میں ہماری گزارش

کسی او رنبی کی عصمت اس طرح نہ ہماری کتب سے ثابت ہے اورنہ قرآن سے پس ہم کسی دوسرے نبی کو معصوم نہیں مانتے اور مسلمان بھائیوں کی خدمت میں ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ ہم اس مسئلے کو صرف اس لئے مانتے ہیں کہ وہ ہماری کتب مقدسہ کے مطابق ہے اوراس حد تک قرآن کو بھی ہم بالکل ان کے ساتھ متفق پاتے ہیں ۔ نہ ہم کو آپ کے ساتھ ضد ہے نہ آپ کو ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔ اگر ہم نہیں مان سکتے کہ آنحضرت معصوم تھے تو ہمارا مقصود ان کی ہتک نہیں ۔کیونکہ اول تو ہم ا س کی سند میں قرآن شریف کو پیش کرتے ہیں دوسرے ہم اپنے انبیاء کو بھی جن پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں معصوم نہیں مانتے اوراگر ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف حضرت مسیح معصوم تھے تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ہمارے بھی نبی ہیں اورآپ کے بھی پس ٹھنڈے دل سے آپ کو اس امر کا تصفیہ کرنا چاہئیے۔

ربنا انا ظلمنا گفت وآہ

یعنی آمد ظلمت وگم گشت راہ

بحث کا اختصار

مرزا جی کے ساتھ اس بحث میں ہم اختصار کو مدنظر رکھنا چاہتے ہیں اوراس لئے سب سے پہلے ثابت کریں گے کہ وہ اپنی بدقسمتی سے بسم اللہ ہی چوک گئے اورسب سے پہلے نبی یعنی حضرت آدم صفی اللہ کی عصمت بھی نہیں ثابت کرسکتے اوریہ ابتدائی شکست ان کی ساری مہم کی بد شگونی ثابت ہوتی ہے اورظاہر ہے کہ اگر کسی ایک نبی کا معصوم ہونا بھی ثابت نہ ہوسکے تو مسئلہ عصمت انبیاء سراسر باطل ہوجاتا ہے اورصرف یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ فلاں نبی معصوم نہیں مگر فلاں ہے ۔اورہم یہی کہتے ہیں پس ہم اس جگہ اپنی بحث حضرت آدم کی عصمت پر محدود کرتے ہیں اوراس کو برابر جاری رکھیں گے تاوقتیکہ ہمارا اور مرزا جی کا فیصلہ قطعی نہ ہوجائے۔

اصول تفسیر قرآن

ایک بات میں ہم مرزا جی کے بہت ہی مشکور ہیں کہ انہوں نے اصول بیان کردیا کہ جو بطور کلمۃ سواء بیناؤ وبینکمہ فریقین کے درمیان حکم بن کر فیصلہ کردیتا ہے اوراس اصول کو ہم سبق کی طرح یاد رکھینگے اور نہ خود کبھی بھولینگے اور نہ مرزا جی کو بھولنے دینگے۔ باوجود یہ کہ ہم کو معلوم ہے کہ مرزا را حافظہ نباہ وہ فرماتے ہیں مسلمانوں کے نذدیک قرآن کریم کی تفسرمیں خدا کا کلام نہیں ہیں۔ جن کے ہر ایک لفظ کا وہ اپنے کو پابند خیال کرتے ہیں ہاں اگر کسی لفظ یا آیت کی تفسیر آنحضرت صلعم کے منہ سے نکلی ہوئی ثابت ہو تو اس کو بے شک یقینی طور پر صحیح اور قابل اتباع مانا جائے گا ۔ اکثر حالتوں میں آسانی سے سمجھ سے آسکتا ہے کہ کسی فقرے پر بلحاظ سیاق وسباق کے کون سے مطابق ہیں۔ قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اوراس کے بعض حصے دوسروں کے معنی پر روشنی ڈالتے ہیں" جواب دیتے وقت ہم صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی کوپیش کردینگے اور معنی کرنے میں انہیں معنوں کو صحیح سمجھیں گے جو قرآن شریف کے دوسرے حصوں کے مخالف نہ ہوں اورجن کا موید خود قرآن شریف ہو۔ اگر کبھی کہیں تفسیر کا حوالہ ہوگا تو وہ صرف تائیدی رنگ میں ہوگا لیکن ہماری تحقیقات کی بنیاد صرف قرآن شریف کے الفاظ پر ہی ہوگی "جلد۲ ص ۲۵۴۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ مرزا جی نے ایسی سچی بات کہی ہے کہ وہ ان کے منہ کی سی معلوم نہیں ہوتی ۔ہاں یہی تو حضرت مولانا روم فرما چکے

کہ معنی قرآں زقرآں پرس وبس ۔

ہمارا قضیہ

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت آدم معصوم نہ تھے۔ ان سے گناہ صادر ہوا اور وہ عاصی ہوگئے اوراپنے مرتبے سے ایسے گرے کہ ان کو نبی اولعزم بھی نہیں کہ سکتے ۔

تعریف گناہ

مرزا جی کے اپنے قول کے مطابق "گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اس وقت کہا جائے گا جبکہ ایک انسان اس فعل کے ذریعے سے خدا کے حکم کے توڑکر سزا کے لائق ٹھہرا ے ۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ گناہ کے صادر ہونے سے پہلے خدا کا حکم موجود ہو اورنیزاس گناہ کے مرتکب کو وہ حکم پہنچ بھی گیا ہو اورنیزاس فعل کے مرتکب کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہو کہ اس

فعل کے ارتکاب سے وہ درحقیقت سزا کے لائق ٹھہرے گا "اورآخر میں لکھا ہے کہ "انبیاء کو خدا نے ہر ایک قسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری ٹھہرایا ہے۔"ص ۲۵۵۔

گناہ حضرت آدم

حضرت آدم کی ذات پر اس تعریف کا جو مرزا جی کے اوپر حجت قطعی ہے حرف حرف صادق آتا ہے ۔دیکھو خدا کا حکم آدم کو

(اعراف ع ۲ و بقرہ ع

۴) پاس نہ جانا اس درخت کے ورنہ تم ہوجاؤ گے ستم گاروں میں اس میں نہ صرف حکم ہے بلکہ حکم عدولی کا نتیجہ بھی صاف وصریح الفاظ میں بتلا دیا۔ یعنی جرم کی تعریف اوراس کی سزا بھی مقررکردی ۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ بڑی تاکید کے ساتھ ان کو خوب سمجھا بھی دیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اوراس فکر میں لگا ہوا ہے کہ تم کو خدا سے برگشتہ کرکے اس جائے آرام سے نکلوادے فَقلنا ٰیا آدمَ اِنَ ھذا امدو لک ولعزو جک فلا یخر جنکما من الجنته یعنی ہم نے کہہ دیا ہے کہ اے شیطان تیرا اورتیری جوروکا دشمن ہے ۔خبردار کہیں تم دونوں کو یہ جنت سے نکلوانہ دے اب نہ تو کوئی حکم اس سے زیادہ صاف ہوسکتا تھا نہ کوئی تاکید وتنبیہ اس سے زیادہ موثر ممکن تھی یعنی خدا کا حکم بھی موجود تم نے دیکھ لیا اور یہ بھی کہ وہ حکم آدم کواچھی طرح پہنچ چکا تو پس تمہاری تیسری وچوتھی شرط پوری ہوچکی ۔

اب یہ بات توتم خود مان چکے ہو کہ " اس میں شک نہیں کہ آدم حکم الہٰی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا "ص ۲۵٦ ۲۵۷کیونکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ آدم نہ صرف اس درخت کے پاس گئے بلکہ اس کا پھل بھی کھالیا اور خدا کا حکم توڑا اوراللہ نے آپ فرمادیا وعصی ٰآدم ربہ فغویٰ اورنا فرمانی کی آدم نے اپنے رب کی پس گمراہ ہوا (سورہ طہ ع۷) لوآدم نے تمہارے گناہ کی پہلی شرط کو بھی بلا عذرپورا کردیا ۔

پھر حضرت آدم اس گناہ کی وجہ سے "سزا کے لائق ٹھہرے " وہ سزا کیا تھی یہی کہ اسی جنت سے جس میں ان کو مِنَ الخا لدین ہونے کی آرزو تھی بعد حرمان نکال دیئے گئے۔ قال اھبطا منھا کہا تم نکل جاؤ اس جنت سے (سورہ طہ ع۷) اورجنت والوں کو جیتے جی سب سے بڑی سزا یہی مل سکتی تھی کہ وہ جنت سے جلاوطن کئے جائیں ۔ چنانچہ شیطان کواس شیطنت کی سزا بھی خدا نے یہی دی۔

قال فاهبطه مِناَ کہا اے شیطان تو جنت سے نکل جا(سورہ اعراف ع۲)

پس آدم نہ صرف سزا کے لائق ٹھہرے بلکہ ان پر سزا کا نفاذ بھی ہوگیا معیاد اپیل بھی گذرگئی اورحکم بحا ل رہا جس میں آپ کی دوسری شرط بھی مبالغہ کے ساتھ پوری ہوگئی۔

اب رہی پانچویں شرط کہ "عقل تجویز کرسکتی ہو کہ اس فعل کے ارتکاب سے وہ درحقیقت سزا کے لائق ٹھہرئے گا۔" اس کا تصفیہ ذرا مشکل ہے خدا کی عقل نے تو اس کو تجویز کیا مگر الہٰی فیصلہ مرزا جی پر کوئی حجت نہیں ہوسکتا۔ حضرت آدم کی عقل نے بھی اس کو تسلیم کرلیا اپنے ظلم کے وہ قائل ہوگئے۔مگر ایسے دیرینہ بڈھے کے فعل کو قادیان میں کون رد کرتا ہے ؟ ہم کو بھی ضد ہے ہم یہی کہیں گے کہ اگر اہل قادیان کی عقل اس کو تجویز نہیں کرتی تو یہ اس کی خطا ہے نہ آدم کی یا خدا کی او رہم کو خدا اورآدم کے ساتھ غلطی کرتے بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ پس نہایت صفائی سے ثابت ہوگیاکہ حضرت آدم مرزا کی پانچوں شرطیں پوری کردیں اورگناہ گار ہوگئے ایسے کہ آپ کو معصوم کہنے کی جرات اب مرزا جی کوبھی نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وہ گناہ کی تعریف اورطرح بدل کر اپنے سخن کو باطل ٹھہرائیں ۔ اس تقریر سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ آدم مرزا جی تعریف گناہ کے موافق گناہگار ٹھہرے بلکہ یہ بھی کہ خدا نے ان کو ظالم اورغاوی کہا جن الفاظ سے گنہگارانسان قرآن شریف میں یاد کئے گئے ہیں۔

قرآن شریف کی شہادت سے حضرت آدم نبی ضرورہیں مگر معصوم نہیں جیسا ابھی ثابت ہوا بلکہ یہ بھی قرآن شریف کی نص سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولعزم نبی نہیں تھے۔

حضرت آدم اولوالعزم نبی نہ تھے

چنانچہ لکھا ہے ولقد عہد نا الیٰ آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً (سورہ طہ ع۷) شاہ عبدالقادر صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ" ہم نے تقلید کردیا تھاآدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا او رنہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت " بہر حال اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عہد لے لیا تھا آدم سے پہلے ہی مگر وہ اس کو بھول گیا او رہم نے نہ پایا اس میں عزم آدم میں خدا نے عزم کی نفی کی اوریہی ایک صفت ہے جو بعض انبیاء کو اولوالعزم بنا دیتی ہے۔ پس عزم کے عدم کی وجہ سے آدم نبی اولوالعزم من انرھل الذین عز موا اعلیٰ اللہ تعالیٰ فیما عہد الیھم ۔ رسولوں میں اولوالعزم وہ لوگ

ہیں جو عزم رکھتے ہیں اورپر بیجا آوری حکم خدا تعالیٰ کے جن باتوں میں خدا نے ان سے عہد کیا ہے اس نص قرآن میں کھلے الفاظ میں آدم کی شکایت ہے کہ اس سے خدا نے عہد کیا تھا اس نے عہد کو توڑ ا اوراس کی بجا آوری میں کوئی عزم نہ دکھلایا اورخدا نے حضرت آدم میں عزم نہ پایا پس آدم نبی اولوالعزم نہ رہے۔

مرزا کی تحریف

ہم کو افسوس آتا ہے کہ آیت شریفہ کے معنی مرزا جی نے کیسے بگاڑے۔ اوراس میں تحریف معنوی کرنا چاہی وہ اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ " اس سے پہلے ہم نے آدم کو ایک حکم دیا سو وہ بھول گیا اورہم نے اس کا گناہ پر عزم نہیں پایا " اورکہتے ہیں کہ اس سے حضرت آدم کی صاف بریت ہوتی ہے کہ انہوں نے عمداً حکم الہٰی کو نہیں توڑا ۔ " آدم اس میں بے قصور تھا " ص ۲۵۶-۲۵۷)۔

لفظ عزم پر بحث

ابھی ابھی مرزا جی نے ہم سے عہد کیا تھا کہ " ہم صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی پیش کریں گے " اوروہ ایسا جلد اپنا عہد بھول گئے ۔ آیت میں لفظ عہد کا آیا اورلفظ عزم کا ۔ اس میں کوئی لفظ نہیں جس کے معنے گناہ کئے جاسکیں اورنہ معنی آیت کسی تیسرے لفظ کے ادخال کے حاجتمند ہیں ۔ دیکھو شاہ صاحب نے اس جگہ کیسا معقول ترجمہ کیا تھا جس میں الفاظ کی پوری رعایت ہے کیا مرزا جی اس سے بڑھ کر ترجمہ کرسکتے ہیں؟پس آدم میں مطلق عزم کی نفی کی گئی اورعزم کے معنی بھی شاہ صاحب نے "ہمت" بتلائیں۔

تفسیر کی سند

بعض لوگوں نے الفاظ کی پوری پابندی اپنے لئے دشوار سمجھی انہوں نے ایک درجہ ہٹ کے الفاظ کا لحاظ رکھا اورعزم کو عہد سے متعلق کردیا۔ جو لفظ متن آیت میں موجود تھا اوراس صورت میں آیت کے معنی ہوئے۔ "ہم نے اس میں عہد پر ہمت نہیں پائی اورعہد پر عزم سے مراد صرف ایفائے عہد پرعزم ہوسکتا ہے ۔اب کسی تفسیر کا حوالہ صرف تائیدی رنگ میں " درکار ہو تو امام بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ " نہ پایا ہم نے اس میں صبر منہیات سے بچنے کا اورنہ رائے پختہ " عطیہ کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ نہ پائی ہم نے اس نگہبانی اورامر الہٰی کی " اب مرزا جی کی حماقت دیکھئے عہد تو ہم سے کیا "ہماری تحقیقات کی بنیاد صرف قرآن شریف کے الفاظ پر ہی ہوگی۔ اورایسی جلد ایفائے

عہد سے ہمت ہاردی کہ ترجمہ کرتے وقت نہ صرف "قرآن کریم کے الفاظ " سے چشم پوشی کی بلکہ باہر سے لا کرآیہ کریمہ میں "گناہ " ملادیا ۔ یہاں مرزا جی پر وہی صادق آتا جو وہ اپنے مخالف کہتے تھے "کس طرح دیانت کو چھوڑ بیٹھے ہیں قرآن شریف کے الفاظ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے حالانکہ وہی الفاظ ایسے ہیں جن کو مسلمان سند مانتے ہیں۔ص ۲۶۴)۔

بھول جانے کا عذر

اسی طرح مرزا جی کا دوسرا عذرگناہ بدتراز گناہ ہے کہ جس طرح ہم اپنے عہود کو بھول جاتے ہیں اسی طرح آدم بھی " بھول گیا" اوراس قول میں مرزا صاحب پھر اپنا اصول تفسیر بھول گئے اگر کوئی لڑکا مکتب میں اپنا سبق اس طرح باربار بھول جاتا تو منہ لا ل کردیا جاتا ۔ لو ہم قرآن سے دکھلائے دیتے ہیں کہ آدم عہد کو مرزا جی کے معنوں میں نہیں بھولتے تھے ان کو خوب یاد تھا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ اگر شجرہ ممنوعہ کے پاس جاؤگے تو ظالم ہوجاؤگے بلکہ اس امر پر تو انہوں نے شیطان سے بحث بھی کی تھی۔جیسا کہ شیطان کے جواب سے روشن ہوتا ہے۔ قال ماالھکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین (سورہ اعراف ع ۳)۔ کہا تم کو خدا نے اس لئے نہیں منع کیا بلکہ اس لئے کہ مبادا تم فرشتے ہوجاؤ۔ شیطان نے یہ کہہ کر خدا کے قول کی تکذیب کی اورآدم نے اس کی بات مان لی۔خدا کے سخن کو لغو قراردیا اورشیطان کی بات سچی مانی پھرآخر کو جب خدا نے بھی آدم سے پوچھا الما الھکما عن بلکما الشجرۃ ۔۔۔۔۔کیا تم کو میں نے اس درخت سے منع نہیں کیا توآدم لا جواب رہ گیا۔ اس نے نہیں کہا کہ خدا وند ا میں بھول گیا۔بلکہ اقرارکیا کہ ربنا ظلمنا انفسنا اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ تیرا فرمانا حق ہوا ہم ظالمین میں ہوگئے پس مرزا جی تم کس منہ سے حضرت آدم کے لئے ایک جھوٹا حیلہ تراشتے ہوکیا یہ ع پدرنتوا ند یسرتمام کند کی نظیر ہے؟

بھول جانے کے معنی

پس یہ تو معلوم ہوگیاکہ حضرت آدم مرزا جی کے معنوں میں عہد کو نہیں بھولے تھے۔ پھر بھول گیا کے معنی اس جگہ کئے ہیں؟ اب پھر ہم اسی اصول تفسیر پر کاربند ہوتے ہیں۔ "قرآن شریف خود اپنی تفسیرآپ کرتا ہے اوراس کے بعض حصے دوسروں کے معنوں پر روشنی ڈالتے ہیں ۔"چنانچہ ایسے موقعوں پر نسی بھول گیا کہ مراد ایسی غفلت اوربے پروائی ہوتی ہے جس کے واسطے کسی

عذراور حیلے کی گنجائش نہیں رہتی اسی سورہ اوراسی رکوع میں یہی محاورہ استعمال ہواجس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملتی ہے گذران تنگی کی اورلا وینگے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا ۔ وہ کہے گا کہ اے رب کیو ں اٹھا لایا تو نے مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھتا۔ قال کذالک اتک آیا تنا فنسیتھا فرمایا یو ں ہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا۔ دیکھو خدا فرماتا ہے کہ تو نے ہماری آئتیں بھلا دیں اوراس بھلا دینے کی پاداش میں جہنم کا عذاب دیتا ہے۔ اس کو عذر نہیں قبول کرسکتا ۔ ایسے ہی (سورہع ص ع ۲) میں ہے لھمہ عذاب شدید بما نسوا یومہ الحساب ان لوگوں کے واسطے سخت عذاب ہے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے بھلا دیا حساب کا دن ۔ یہ اصول خود مرزا جی کا بیان کیا ہوا ہے کہ اس امر کا کہ قرآن شریف نے کسی لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے فیصلہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ قریب المعنی الفاظ کے استعمال سیاق وسباق یا قرآن شریف کے عام مفہوم پر غور کیا جاوے " ریویو جلد ۲ ص ۳۵۶) ۔ پس اس معنی میں اس طرح بھول جانا کوئی عذروحیلہ نہیں ہے۔جو شے بھلا دینے کی نہ تھی اسی کوآدم نے بھلا دیا۔ اس سے بڑھ کر کیا نافرمانی ہو سکتی ہے؟ اللہ کی تاکید اکید او رایک ہی حکم اور ہر پہلو سے سمجھا دینا اورپھر بھی بھول جانا۔ پس اب ہم بلا خوف تردید آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں۔

آیت کے صحیح معنی

ہم نے عہد لیا تھا کہ آدم سے پہلے ہی مگر اس نے غفلت وبے پروائی سے اسے ایسا بھلا دیا گویا کبھی عہد ہی نہیں کیا تھا اوراس میں ہم کو کچھ بھی ہمت اورآرزو ایفائے عہد کے لئے نہ ملی۔" آپ کا یہ کہنا کہ آدم اس میں بے قصور تھا ایک لغو سخن ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ آدم بے قصور تھابلکہ قصوراللہ نے کیا جو بے قصور کو سزا دی جنت سے مارنکالا اورپھر گھسنے نہ دیا۔ قرآن نے آدم کو ظالم اورقصوروار کہا تھا ۔اس کے بدلے آپ نے خدا کو ظالم اورقصوروار ٹھہرا دیا۔ آپ آدم کے بڑے سپوت نکلے۔

دوسری آیت

قرآن کریم کی جو دوسری آیت ہے وعصیٰ آدمہ ربہ فغویٰ جس میں حضرت آدم کے عصیاں یعنی نافرمانی کا صریح مذکور ہوا ہے ۔ مرزا جی عصیاں کی تاویل میں تودم نہیں مارتے مگر غوےٰ کی تاویل پر اصرارکرتے ہیں۔

تاویل لفظ غوٰے

غوٰے کے معنی لسان العرب میں صاف طور پر بیان کئے ہیں کہ فسد علیه عیشه یعنی اس کے آرام میں خلل آگیا (ص ۲۵۷) اگر نہ قائم رہ سکے اپنے عہد پر قرآن شریف کے الفاظ بھی پس پشت پھینک دئیے اور احادیث کو بھی بھول گئے اور لسان العرب کی سند پکڑ لی۔ ہم کو اس شخص کی سراسیمگی پر ترس آتا ہے ۔ کیونکہ اگر کوئی نگاہ عبرت سے دیکھے تو گناہ کی یہ بھی ایک سچی تعریف ہے ۔ دوزخ میں پڑنا اور خدا سے دور مہجور ہونا انجام کا راپنا ہی برا کرنا ہے۔ بلکہ قرآن نے تو اس کو بہت صفائی سے ظاہر کیا۔ گنہگاروں کو ظالمی انفسھمه اپنی جان پر ظلم کرنے والا کہا (سورہ نساع ۱۴) من یعمل سوء اوبظلہ نفسه جو کوئی کرے بدی یا ظلم کرے اپنی جان پر (سورہ نساع ۱۶) حتے کہ صریحا دوسرے کے اوپر ظلم کرنا بھی اپنی جان پر ظلم کرنا شمار ہوتا ہے۔ جوروؤں کے ستانے کو اور ان پر زیادتی اور ظلم کرنے کی بابت لکھا ومن یفعل ذلك فقد ظلمه نفسه جس نے یہ کیا اس نے ظلم کیا اپنی جان پر (سورہ بقرہ ع۲۹)اور اسی معنی میں کفر کو ظلم کہا اور دنیا کے کافروں کو ظالم والکافرون ھما الظالمون کافر جو ہیں سو ظالم ہیں اوریہی بات تھی جس کو حضرت آدم نے تسلیم کیا تھا۔ ربنا ظلمنا انفسنا (اس معنی کی تشریح ہم آگے چل کر حضرت یونس کے بیان میں کریں گے) اے ہمارے رب ہم نے تیری حکم عدولی کی ہم نے تیرا کچھ نہیں بگاڑا گناہ کرکے اپنی جان کا برا کیا۔ پس اگر غوٰے کے معنی صرف فسد علیه عیشه بھی ہوتے تو بھی آپ کی گلو خلاصی نہ ہوسکتی اوراگر یہ حق ہے کہ قرآن شریف اپنی تفسیر آپ کرتا ہے "تو غویٰ کے معنی دریافت کرلینا کچھ بھی مشکل نہیں نتیجہ عصیاں کا کہا گیا یعنی شجرہ ممنوعہ کو کھانے کا اور سوائے گناہ کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ خدا نے پہلے ہی فرمایا دیا تھا کہ اگر تم اس درخت کے پاس گئے تو ظالمین میں ہوجاؤ گے ۔ پس اگر خدا نے سچ کہا تھا اور اس میں کوئی شائبہ جھوٹ نہیں تھا تو آدم ظالم تو اس وقت ہوگئے ۔ جب درخت کے پاس پہنچے ۔اس قدر تو خود انہوں نے بھی اعتراف کرلیا تھا۔ مگر چونکہ پھل بھی کھالیں وہ ظالم سے بھی کچھ زیادہ ہوگئے اوراسی پر یہ لفظ غویٰ والی ہے یہ لفظ ہمیشہ روحانی اور ایمانی گمراہی پر دلالت کرتا ہے۔

معنی لفظ غویٰ

سورہ نجم میں ہے ماضل ضاحبکمه وما غویٰ بہکا نہیں تمہارا رفیق اورگمراہ نہیں ہوا اس میں کسی دنیا وی یا جسمانی فساد کا اشارہ نہیں ہوتا اس کو عیش کے فاسد ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔ چنانچه اس آیت کی تفسیر میں صاحب جلالین بتاتا ہے که یہاں اعتقاد وفاسد " کی نفی ہے اورشرح مواقف (نولکشوری)میں لکھا ہے ص ۲۹۶المراد نفی الضلات والغوایت فی امورالدین یعنی نفی ضلالت وگمراہی اموردین میں مراد ہے پس ایک خاص امر میں جس بات کی نفی یہاں آنحضرت کے حق میں کی گئی اسی کا اثبات آیت زیر بحث میں آدم کی نسبت کیاگیا "اورہم صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی کو پیش کرینگے غی ایمانی گمراہی ہے اوررشد یعنی ایمانی ہدایت کی ضد قد تبئین الرشد من الغی مراد اس کی یہ ہے که آدم پہلے خدا کے راستے پر تھا اب وہ شیطان کے راستے پر لگ گیا۔اورگناہ گاری کا یہ کتابی مفہوم ہے۔ شیطان کی راہ چلنے والوں کو غاوین کہا گیا من اتبک من الغاوین (سورہ حجرع۳) اوریہ بات آدم کے عاصی ہونے قبل کہی گئی تھی ۔پھر جب آدم بھی شیطان کے فریب میں آگیا اور عصیاں کر بیٹھا تو اسی معنی میں اس کو کہا گیا فغویٰ پس السان العرب کچھ بھی آپ کی دستگیری نہ کرسکے گا لسان القرآن نے آپ کو بے زبان کردیا ۔ اسی طرح لکھا ہے ۔برزت الحمیه من الغاوین (سورہ شعریٰ ع) جب نکالی جاویگی دوزح سامنے عادین کے تو کیاآپ اسی بھروسے ہیں که اس وقت ان کا کوئی ادیب لسان العرب سے فسد علیه عیشه دکھلا کر سب کوجہنم سے نجات دلائے گا؟مرزا جی اب ایک دفعه پھریادکرلو اپنا وہی اصول که " اس امرکا که قرآن شریف نے کس لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے فیصله اس طرح ہوسکتا ہے که قریب المعنی الفاظ کے استعمال سیاق وسباق یا قرآن شریف کے عام مفہوم پر غورکیا جاؤے " اب ہمارا طریق عمل دیکھو اوراپنا ۔

حضرت آدم پر شرک کا الزام

قرآن شریف میں یہ آیت ہے

(سورۃاعراف آیت ۱۸۹،۱۹۰)

مرزا جی کا ترجمہ

مرزا جی نے اس کا نرا اردو ترجمہ یہ کیا ہے"وہی خدا ہے جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اوراس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا تاکہ اس کے ساتھ آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہا پس اس سے چلتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوئی تو دونوں نے اللہ اپنے رب کو پکارا کہ اگر تو ہمیں صحیح سالم لڑکا دے تو ہم تیرے شکرگزارہوں لیکن جب خدا نے ان کو چنگی بھلی اولاد عطا کی تو دونوں خدا کے شریک ٹھہرانے لگے اس نے جو خدا نے ان دونوں کو دیا تھا۔ بزرگ ہے خدا بلند تر اس سے جو یہ لوگ اس کے ساتھ ٹھہراتے ہیں"ص ۲۵۹۔مرزا جی نے بے چون وچرا اس کو تسلیم کرلیا ہے کہ ان آیات میں خدا کے شریک ٹھہرانے" کے گناہ کا مذکور ہے اور وہ اس شرک کے لئے نہ کوئی معذرت کرتے ہیں نہ تاویل اوران کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر ان تمام مشرکین عرب کا ہے جو رسول کریم کے مخاطب ہیں اور وہ اپنا سارا غصہ اورغضب صرف ان لوگوں پر نکالتے ہیں جو کسی ایک مفسر کی مردود رائے کو ہاتھ میں لے کر" یہ کہنے کی جرات کرتے ہیں کہ اس آیت میں آدم وحوا کا ذکر ہے ۔ ان کے نزدیک " مختلف باتوں پر غورکرکے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آدم اورحوا کا اس جگہ ذکر نہیں ہے " اوراس پر سب سے بڑی دلیل ان کے پاس یہ ہے کہ " آدم کا نام ان آیات میں مذکورنہیں ہے " ص ۲۶۰۔ آپ کو ان لوگوں کی نسبت جو آیت میں آدم وحوا کی طرف صریح اشارہ پاتے ہیں سخت شکایت ہے ۔ گویا وہ قرآن شریف کے الفاظ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے حالانکہ وہی الفاظ ہیں جن کو مسلمان سند مانتے ہیں۔

امر تنقیح طلب

پس اب ساری بحث اس ایک بات پر آپڑی ہے کہ آیت میں اس طرح صاف صاف تثنیہ کا صیغہ کس کے لئے آیا آدم وحوا کے لئے یا کسی اورجوڑے کے لئے۔ اس میں تو شک ہی نہیں ہوسکتا کہ یہ کسی نہ کسی واحد کا ذکر ہے اورنہ جمع کا صرف ایک جوڑے کا ذکر ہے ۔ اگریہ ثابت ہوجائے کہ اس میں آدم وحوا مقصود نہیں تو بھی حضرت آدم کی عصمت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ تو ہماری پہلی دلیل سے باطل ہوچکی ۔لیکن اگر کہیں یہ ثابت ہوگیا کہ اس آیت میں آدم وحوا کا ذکر ہے تو مرزا جی کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔اور آپ کو قادیان میں بھی امان نہیں مل سکتی ۔ اوریہ راہ مرزا جی کے

لئے ہم کو پل صراط سے بھی زیادہ خطرناك معلوم ہوتی ہے کیونکہ اب ان کے گریز کے لئے تاویل کی مفربھی باقی نہیں رہی۔

آدم کا نام آیت میں ندارد

ہم جو قرآن شریف کے الفاظ کی طرف پوری توجہ کئے ہوئے ہیں مان لیں گے کہ فی الحقیقت آیت میں نہ آدم کا نام آیا اور نہ حوا کا اور مرزا جی کو بھی مان لینا چاہیے کہ آیت میں "مشرکین عرب" کا نام بھی نہیں۔مگر صرف نام ہی ایك وسیلہ نہیں جس سے کسی شخص کا تعین کیا جاتا ہے معہورذ ہسنی بھی تو شخص کو معین کرتا ہے ۔اگر کوئی مولانا بالفضل اولانا لکھ دیں کہ کذاب قادیانی دجال کا پیش رو ہے تو حکیم نورالدین بھی نہ کہیں گے کہ یہ ذکر حضرت اقدس کا نہیں کیونکہ جناب مولوی صاحب نے مرزا جی کا نام تو نہیں لیا۔اسی طرح گو اس آیت میں آدم اورحوا کا نام نہیں تو بھی کسی قرآن خواں کو پڑھتے وقت شبہ نہیں ہوسکتا کہ خلقکمہ من نفسٍ واحدۃ وجعل منھار زوجہا سے آدم وحوا ہی مراد ہیں۔اس قول میں ہم سراسر مرزا جی کے اصول تفسیر سے متمسك ہوئے ہیں کہ "قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اوراس کے بعض حصے دوسروں پر روشنی ڈالتے ہیں۔"

قرآن آپ اپنا مفسر

توآپ سن لیجئے سورہ نسا ء کی پہلی آیت میں بجنسہ یہی کلام وارد ہوا

یعنی اے

لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے بنایا تم کو ایك جان سے اوراسی سے بنایا اس کا جوڑا اوربکھیرے ان دونوں سے بہت مرد اورعورتیں ۔ اب تم ہی ایمان سے بتادو کہ اس آیت میں نفسٍ واحدۃ وخلق منھا زوجہا سے آدم اورحوا ہی مراد ہیں یا کوئی اورشخص ۔ باوجود یکہ اس میں نہ آدم کا نام ہے اورنہ حوا کا ۔ مگرنہیں ہم تمہارے ایمان کو خطرے میں نہیں ڈالتے ۔ کہیں تم انکارکر جاؤ اور کہد دو کہ ہر خاندان کا ایك مورث اعلے ہوتا ہے اورا س کی جورو بھی اسی کی جنس سے ہوتی ہے ۔آدم اورحوا کو اس سے کیا خصوصیت وتعلق ؟ اس آیت میں بھی "ذکران تمام مشرکین عرب کا ہے جو رسول کریم ؐ سے مخاطب ہیں" تو ہم تمہارا کیا کریں گے اس میں تمہارا ایمان جائے گا اورہمارا کچھ فائدہ نہیں ۔ اس لئے پہلے کان لگا کر خوب سن لو اورسمجھ لو کہ۔

حوّا کی پیدائش

پیدا کی اس سے جورو اس کی یہ ایک واقعی اور حقیقی تعریف علم دین میں حضرت حوا کی ہے اس پر توریت کتاب پیدائش باب ۲آیت ۱۸ اورحادیث شاہد ہیں۔ فالقی اللہ تعالیٰ علیہ النوم ثمہ اخذ من اضلاحہ من ثقہ الا یسر وضع مکانہ لحما وخلق حوا منھا ڈالی اللہ نے آدم کے اوپر نیند پھر نکالی اس کی بائیں طرف کی ایک پسلی اوربھر دیا اس کی جگہ گوشت اور پیدا کیا حوا کو اس سے (تفسیر کبیر آیت یا آدم اسکن انت وزجك بقرہ) جناب مرزا صاحب ایک ایسے خصیم مبین اورسخن پرورہیں کہ ہم کو اب بھی یقین نہیں آتا کہ وہ ایسی مضبوط نقلی دلائل کے آگے بھی سرتسلیم خم کردیں۔ اورکسی بات کو چاہے وہ کتنی ہی سچی ہو مان لیں پس ہم کیونکر ان حضرات سے اتنی بات منوالیں کہ یہ آیت یعنی سورہ نسا ء والی آیت آدم وحوا کے باب میں ہے ۔ مگر ہماری مشکل آسان ہے۔

مرزا جی کا اقرار

یہ جوکچھ ہم نے کہا مرزا ان سب کو مان چکے ۔وہ اپنے ریویو نمبر۵بابت مئی ۱۹۰۲صفحہ نمبر۹۷میں فرماتے ہیں ۔خدا نے " حوا کو علیحدہ پیدا نہ کیا بلکہ آدم کی پسلی سے اس کو نکالا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے خلق منہا زوجہا یعنی آدم کے وجود میں سے ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوا ہے۔

مرزا جی پر ہمارا تشدد

ہم پوچھتے ہیں کہ اس آیت میں آدم کا نا م کہاں سے آیا اور حوا کا کہاں سے ؟ بلکہ حوا کا نام سارے قرآن میں بھی کہیں نہیں ہے ۔پھر تم نے کہاں سے آدم کی پسلی کا ذکر پایا اور کہاں سے آدم کے وجود میں سے حوا کا پیدا ہونا بیان کیا۔ پس جب تم نے اس بات کو قبول کرلیا کہ خَلَقکمہ من نفسٍ وَاحدۃٍوخَلقَ منہاُ زوجہا میں نفسٍ واحدۃ سے مراد صرف آدم ہے اورزوجہا سے حوا اورخلق منہا میں اشارہ آدم کی پسلی کی طرف ہے جس سے حوا پیدا کی گئی تو پھر آیت متنازعہ خلقکہ من نفس واحدۃٍوجعل مہا زوجہا کی نسبت کیوں ہٹ دھرمی سے کہتے ہو اس میں آدم اورحوا کا نام نہیں؟تمہارے ہی اپنے قول اورقاعدے سے آیت حرف حرف صرف آدم اورحوا پر صادق آتی ہے۔اورازآدم تا حوا میں کوئی دوسرا بشر اس کا مصداق نہیں ہوسکتا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں صرف ایک لفظ کابل ہے۔ پہلی آیت میں الفاظ خلق ہے اوردوسری میں جعل خلق کے معنی

میں دونوں لفظ بالکل واحد ہیں ذرا بھی فرق نہیں جس خلق کے معنی مرزا نے " پیدا کیا " بتلائے اسی طرح جعل کے معنی "آدم کے وجود میں سے " پس اگر تمہارا ایمان قرآن پر دراصل کچھ ہے توکیوں ہمارے مقابلہ میں ہٹ اورضد سے جو روحانی بزدلی وجبن پر دال ہیں یہ کہنے کی بات کرتے ہو کہ "آدم کا نام ان آیات میں ہرگز مذکور نہیں" ۔مرزا جی نے سخن پروری میں جو کچھ لکھا ہے وہ حرف حرف امام رازی کی تفسیر کبیر سے اڑایا ہے۔امام رازی نے حضرت آدم کی عصمت کے اثبات میں بڑی کوشش کی ہے کہ کسی طرح ان پر سے شرك کا الزام ہٹادیں۔ اوریہ خطرناك آیت ان سے منسوب نہ ہونے پائے ۔ مگر جب وہ ناکام رہے تو ہمارے بیچارے مرزا کی کیابساط کہ زبان کھول سکیں۔

امام رازی کا اقرار

اورگو اب کوئی دیانت سے بالکل ہاتھ اٹھائے لے مگر امام رازی نے اور مقامات میں جہاں ان کو مخالفین کے اعتراض کا اندیشہ نہ تھا۔ سچی بات کا بھی اقرارکرلیا ہے۔ اورآیت متنازعہ میں آدم اورحوا کے ذکر کو تسلیم کیا ہم یہاں امام صاحب کی مدد کے محتاج نہیں۔ ہم تو اپنے دعوے، کو قرآن حدیث کے الفاظ سے ثابت کرتے ہیں مگر چونکہ امام رازی کو مرزا جی نے مفسرین میں سب سے بڑھ کر ایک جگہ مانا ہے (ریویو جلد ۲ ص ۲۹۳) اس لئے مرزا جی پر حجت قائم کرنے کے لئے ہم ان کے قول کا حوالہ دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ آیت اسکن انت وزجك الجنته کی تفسیر میں امام صاحب لکھتے ہیں کہ "علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زوجہ سے حضرت حوا مراد ہیں ۔اگر چہ اس سورۃ میں ان کا ذکر اس سے پہلے نہیں ہوا مگر قرآن کی اورآیات سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اوریہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت آدم سے پیدا ہوئیں ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ سورۃ النساء کی پہلی آیت میں فرماتا ہے

اورسورۃ اعراف کی ۱۸۹آیت

میں ہے (ترجمہ تفسیر کبیر ص

۲۳۳) اوریہی آخری آیت زیر بحث ہے۔ امام رازی کی زبان پر تو حق جاری ہوگیا۔انہوں نے یہاں مان لیا کہ یہ آیت آدم اورحوا کے باب میں ہے۔ مگر کتنی بے انصافی ہے کہ مرزا جی سورہ النساء کی آیت کو تو آدم اورحوا کا مذکورمان لیں لیکن سورہ اعراف میں جب وہی آیت آئے تو بے محابہ کہدیں کہ یہ آدم اورحوا کی ذکرنہیں یہاں تو

ان کا نام وارد نہیں ہوا۔ آدم وحوا سے اس آیت کو منسوب کرنا " صرف کسی مفسر کی مردود رائے ہے۔"

محقق مفسرین کی رائے

یہ قول خود مردود ہے ۔ مرزا جی آپ سورہ نساء میں آدم اورحوا سے منسوب کرچکے ۔ اب تو ہم نے یہ بھی دکھلادیا کہ امام رازی نے بھی ا س کو ایک مقام پر تسلیم کرلیا ہے۔ اسی رائے کو امام بغوی سے مستند مفسر نے تفسیر معالم التنزیل میں قبول کیا ۔ اسی کو صاحب ملك التنزیل نے تفسیرمتن آیت میں ممتاز جگہ دی ۔ اسی کو حسینی نے بیان کیا۔ اوراسی کو جلالین سی معتبر اور مستند تفسیر نے جو درسی کتب میں داخل ہے اختیارکیا جس کو ہم ابھی نقل بھی کرینگے تاکہ مرزا جی کوآیت کے ایسے صحیح اورسچے معنی کو " کسی مفسرکی مردود رائے " کہنے کی پھر جرات نہ رہے۔اب تك تو ہم نے اپنے معنی کی تحقیق میں "صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی کو پیش کیا اور معنی کرنے میں انہیں معنوں کو صحیح سمجھاجو قرآن شریف کے دوسرے حصوں کے مخالف نہیں اورجن کا موید خود قرآن شریف ہے " اب جو ہم نے معتبر اورمحقق مفسرین کا اس جگہ حوالہ دیا تو یہ صرف تائیدی رنگ میں ہے۔ تاکہ مرزا کی غلط بیانی طشت ازبام ہوجائے۔ ورنہ "ہماری تحقیقات کی بنیاد صرف قرآن شریف کے الفاظ پر ہی رہی " اوریہ روش مرزا جی کو کبھی بھی نصیب نہ ہوئی۔ جب قرآن شریف کے معنی کرنے میں وہ ہمیشہ بھکا گئے توکیا مجال کہ وہ عیسائیوں کے علوم دین میں دخل دیں۔او رانجیل شریف کی ایك آیت کے معنی بھی صحیح لگاسکیں ۔ جیسا ہم عصمت مسیح کی بحث میں قدم قدم پر الم نشرح کریں گے۔

توبرادج فلك چہ دانی چیست　چوندانی کہ درسرائے توکیست

اس خاص آیت کی صحیح تفسیر میں ہم حدیث شریف کی سند دے کربھی ثابت کردیتے ہیں کہ :

حدیث شریف کی سند

آیت میں جعل منہا زوجہا سے مراد حوا ہیں اوران سے شرك سرزد ہوا تھا اوراسی کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے مرزا جی نے اپنی زبان سے اقرارکرلیا ہے کہ " اگرکسی لفظ یاآیت کی تفسیرنبی کریم کے منہ سے نکلی ہوئی ثابت ہو تو اس کو بے شك یقینی طورپر صحیح اور قابل اتباع مانا جائے گا۔ " پس واضح ہو کہ مفسر جلالین بلاتکلف لکھتا ہے " آدم وجعل
خلق منہارزوجہا حوا ۔یہ مفسر شرك کی تاویل کرتا ہے۔ مگرمرزا جی

جو کہ مفسر کی سنتے نہیں وہ اس میں تاویل روا نہیں رکھتے۔ وہ کہتا ہے کوئی نام رکھنے میں تھا کہ بچے کا نام عبدالحارث رکھا یہ اشراك فی الصبو دیته نہیں جلال الدین سیوطی اس آیت کے حضرت آدم اورحوا کے حق میں ہونے کی تائید میں حاکم اورترمذی کی صحیح اورحسن حدیثوں کی سند دیتا ہے (وی سمرۃ النبی ﷺ قال لما ولدت حوا وطان ابنہا ابلیس وکان لا یعیش لہا ولد فقال سمیر عبدالحارث نانه یعیش فسمته فعاش فکان ذلك من وحی الشیطان وار۔ترجمہ" روایت کی سمرۃ نے نبی ﷺ سے کہ فرمایا تھا کہ جب حوا کے پیدا ہوا تو ابلیس نے اس کو آگھیرا اورحوا کی اولا د نہ جیتی تھی۔ پس شیطان نے حوا اسے کہا کہ بچے کا نام عبدالحارث رکھ دے تو وہ جئے گا۔پس حوا اس کا یہی نام رکھا اوروہ جیا اوریہ بات شیطان کی وحی اوراس کے حکم سے واقع ہوئی" حدیث شریف میں صرف حوا کا مذکورہوا اس میں آدم کا ذکر متردك تھا۔مگر قرآن شریف نے اسی واقع کی طرف اشارہ کرکے اس امر کی پوری تصریح کردی ہے کہ جعلاله شرکاء آدم اورحوا دونوں میں شریك کیا تھا۔ شاید حضرت حوا نے شرك پہلےکیا تھا اورآدم ان کے شرکاء میں شریك ہوگئے۔ حدیث میں صرف حضرت حوا کے فعل کا بیان مقصود تھا۔ یہاں دونوں کے فعل کا تذکرہ کردیا کہ " وہ دونوں خدا کے شریك ٹھرانے لگے۔ یہ حدیث جامع ترمذی ابواب التفسیر سورہ اعراف میں وارد ہے اوراس صحیح ترمذی کے اوپر مرزا جی کی عنایت بھی خاص ہے کیونکہ آپ فروری اگست ۱۹۰۲کے ریویو میں اس کی شروح کا اشتہار ان الفاظ میں دیتے ہیں " صحاح ستہ کی مشہورکتاب ترمذی ۔"

مرزا جی کے فہم کا قصور

اس لئے ہم نے اس کتاب کی سند پکڑی ۔ ہم تو یہ سب کچھ کہہ چکے مگر مرزا جی کا فہم یہ سمجھنے میں قاصر ہے کہ جب آیت میں اوپر صیغہ تثنیہ کا استعمال ہوچکا تھا تو آخر میں کیوں جمع کے صیغہ یشرکون کی ضرورت پڑی۔وہ تو ہم کو یہ نہ سمجھا سکے کہ آیت میں اگرآدم اورحوا کا ذکر نہیں تھا تو پھر تثنیہ کا صیغہ کیوں آیا کیونکہ تثنیہ سوائے دو کے تیسرے کے لئے نہیں آتا۔ مگر ہم ان کوسمجھاتے دیتے ہیں کہ جو افعال تنہا آدم یا حوا کی ذات خاص سے مخصوص تھے وہ صیغہ واحد میں آئے جیسے تغشہا ،حملت ،اثلقت ،مرت او رجن افعال میں دونوں کی شرکت تھی ان کے لئے صیغہ تثنیہ موضوع ہوا۔ جیسے وعوا جعلا ۔آتھما ۔مگر جو فعل ایسا تھا کہ اس

میں نہ صرف آدم اورحوا بلکہ ان کی اولاد میں تمام جہان کے مشرکین سب ہی شریک تھے اس کے اظہار کے واسطے سوائے صیغہ جمع کے اورکچھ نہیں آسکتا تھا اس لئے آخر فقرے میں تمام مشرکین کے شرک سے بیزاری ظاہر کی۔ فتعلی اللہ عما یشرکون اور یشرکون سے آدم اورحوا خارج نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ کل مشرکین کو داخل کیا کیونکہ یہ فعل آدم اورحوا سے مخصوص نہیں رہا۔ اورجو تم نے یہ کہا کہ " اگریہ نہیں (آدم وحوا) کے شرک کا ذکر ہوتا توآخری الفاظ یوں ہونے چاہئیں تھے کہ "بلند تو ہے خدا اس سے جو ان دونوں نے اس کے شریک ٹھہرائے" تو اس سے بڑی خرابی واقع ہوتی اوریہ ایک ایسی بد تمیزی تھی جس کے مرتکب صرف جہلاء قادیان ہوسکتے ہیں۔کیونکہ اس صورت میں مراد یہ ہوجاتی ہے کہ خدا صرف آدم اورحوا کے شرک سے بیزار ہے۔ دیگر مشرکین کے شرک سے اس کو بیزاری نہیں۔ اورہم قرآن کو اس قسم کی غلطی سے بہت بلند وبالا سمجھتے ہیں۔

ناظرین اب انصاف سے دیکھ لیں کہ ہم نے کس طرح اپنی تحقیقات کی بنیاد صرف قرآن شریف کے الفاظ پر رکھی ۔ ہم نے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی اورقرآن کے مطالب کی تشریح "آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی حدیث شریف سے بھی۔ اورصرف تائیدی رنگ میں " معتبر اورمحقق مفسرین "کا زوردکھلایا۔

مرزا جی کی قرآن دانی

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ مرزا جی نے قرآن شریف کے ان خاص الخاص "بعض حصوں" کو پس پشت پھینک دیا؟" جو دوسروں کے معنوں پر روشنی ڈالتے ہیں؟" اوربجائے اس کے کہ یہ آیتہ

کو پیش کرتے ہیں جس کو وہ خود آدم اورحوا کے حق میں ثابت کرچکے۔ یا دوسری ہم معنی آیت کو

۔آے آدمیو ہم نے تم کو بنایا ایک نراور ایک مادہ سے اوررکھیں تمہاری ذاتیں اور گومیں(سورہ حجرات ع ۲آیت ۱۳) وہ بات بنانے کے لئے حیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور ایسی صاف صاف آیات سے آنکھ بند کرکے

(سورہ روم ع۲ آیت ۲۱) کا حوالہ دیتے ہیں (جلد ۲ ص ۲۶۳) جس کے معنی ہیں بنادیئے تم کو تمہاری جنس سے جوڑے ۔ اوریہ غالباً اشارہ عرب کے رواج کی طرف ہے کہ شادی بیاہ قریبی رشتہ داروں یعنی ایک ہی خاندان بلکہ ایک ہی دادا

یا نانا کی اولاد میں ہوتا ہے۔ مگر مرزا جی بات بناتے ہیں کہ " قرآن شریف کی رو سے صرف حوا ہی آدم سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک آدمی کے لئے عورت اسی سے پیدا کی گئی " اور اگر دراصل اس جگہ اس طرف اشارہ بھی ہوتا تو یہ سخن محض مجاز پر مبنی ہوگا نہ کہ حقیقت پر۔ کیونکہ حقیقتاًتو خدا نے صرف حوا ہی کو "آدم کی پسلی سے نکالا " اور اس کے وجود میں سے " پیدا کیا۔ اور تمام عورتوں کی فطرتی پیدائش کا تو یہ طریق نہیں ہے۔ پس ان کو صرف مجازاً حوا کی اولاد ہونے کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مردوں سے پیدا ہوئیں اور مردوں کی پسلیوں سے بنیں۔ دیکھو اسی مقام پر سورہ روم میں لکھا ہے خلقکمہ من تراب ٍتمام انسانوں کو خاک سے پیدا کیا۔ یہ بھی مجاز ہے کیونکہ حقیقتاً تو انسان کی پیدائش من نطفۃ ہے۔ اور فی الواقع صرف آدم ہی کو کہہ سکتے ہیں کہ خلقکمہ من تراب ٍ پس حقیقت اور مجاز میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ بات بنانے کی غرض سے مرزا جی نے
کو کی تفسیر بنایا ہے۔ گویا قرآن میں ان کی نظر سے کوئی اس سے زیادہ متعلق آیت کبھی نہیں گزری اور گویا انہوں نے خلق منہا زوجہا کبھی پڑھا ہی نہیں تھا جس میں آدم اور حوا کی پیدائش کے حقیقی واقع کا اشارہ ہے۔ کیا اسی جہل کی دستار فضیلت پر آپ " مسلمانوں کے عظیم الشان امام " بن کر دعویٰ عرفان الہٰی وعلم ربانی کرتے ہیں؟ پس جب تم مان چکے کہ اس آیت میں مشرکین کا بیان ہے کہ کیونکر وہ "خدا کے شریک ٹھہرانے لگے " اور جب قرآن سے اور حدیث سے بلکہ خود تمہارے اقرار وتسلیم سے ہم نے ثابت کردیا کہ آیت میں آدم اور حوا کا ذکر ہے تو پھر تمہاری کیا مجال ہے کہ تم حضرت آدم کو " شرک جیسے قبیح گناہ سے معصوم کہہ سکو۔ کیونکہ تم نے تو تاویل کی بھی راہ ماردی جس کو علمائے اسلام اختیار کرتے تھے۔ تم تو صاف صاف ترجمہ کرچکے کہ " وہ دونوں خدا کے شریک ٹھہرانے لگے اس میں جو خدا نے ان دونوں کو دیا تھا" (ص ۲۵۹)

مرزا جی کی ناعاقبت اندیشی
اور حضرت اسمعیل کی عصمت

مرزا جی کی ایک اور ناعاقبت اندیشی بھی قابل ملاحظہ ہے۔ آپ تو یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ یہ آیت حضرت آدم پر چسپاں ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں صریح شرک کا ذکر ہے مگر آپ یہ ضرور فرماتے ہیں "اگر خلقکمہ میں ضمیر کو مجموعی طور پر لیا جاوے

یعنی کل مشرکین عرب تو وہ یک جان یعنی "نفس واحد عربوں کا جد مشترک ہوگا جس سے ان سب کی نسل چلتی ہے " اورپھر یہ بھی مانتے ہیں کہ" سیاق وسباق آیت انہیں معنوں کوترجیح دیتا ہے " (ص ۲۶۳)مرزا اس وقت بالکل بھولے ہوئے ہیں کہ ہم ہزا رجگہ اس کو قبول کرچکے اورتمام مسلمان ہمیشہ سے مانتے آئے کہ " عربوں کا جد مشترک " حضرت اسمعیل ہیں اور رسول □ اسمعیلیوں میں سے پیدا ہوئے تھے اورتوریت کی پیشن گوئی کے مطابق "اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے تھے "جلد۱ص ۲۷۰) اورخود آنحضرت نے عربوں کو بنی اسمعیل فرمایا ہے ۔ رھیاءبنی اسمعیل و ان آبا کمه کان رامیاً (مشارق الاانورنمبر۱۹۳۰) تو اگرآیت آدم کے حق میں نہیں ہے توپھر حضرت اسمعیل کے حق میں اوران کی زوجہ کے حق میں یقینی ہوئی" جس سے ان سب کی نسل چلتی ہے " اسمعیل قرآن اوراسلام کا نبی ہے پس اگرآدم شرک کے مرتکب نہ بھی ہوئے تو اسمعیل شرک کے مرتکب ضرورہوئے اورعصمت انبیاء کا دعویٰ پھرباطل ہوگیا۔ حق یہ ہے کہ مرزا جی کوآگا پیچھا کچھ نہیں سوجھتا یہ سب حافظہ نبا شد کے کرشمے ہیں۔

اس کل تقریر میں ہم ایک ایسا اہم عقیدہ حل کرچکے ہیں جس سے عصمت انبیاء کی بحث قطعاً طے ہوجاتی ہے۔ یا تو حضرت آدم نبی نہ تھے یا نبی تھے، مگر گنہگاروغیرہ معصوم پس عصمت نبوت کے لئے لازم نہ ٹھہری ۔ کچھ ضرورنہیں کہ جس کو نبی مانیں اس کو ہم معصوم عن الخطا بھی مانیں ۔ ہم کسی کوبھی معصوم نہیں مان سکتے تاوقتیکہ کتب آسمانی اس کی عصمت پر گواہی نہ دیں۔ ہم نے خوب تحقیق کی صدق دل سے یہودیوں عیسائیوں اورمسلمانوں کی کتب ایمانیہ پر غوروخوص کیا اورسوائے حضرت مسیح کے ہم کو کسی کی عصمت ثابت نہ ملی۔ پس محض کتابی دلیل سے ہم نےعصمت کو خاصہ نبوت نہیں بلکہ اس کو صرف کلمۃاللہ کا خاصہ مانا۔ سارے قرآن میں ایک آیت بھی نہیں جو بطورنص قاطع عصمت انبیاء پر دال ہوسکے۔ اوراب تو ہم مرزا جی کو تحدی بھی کرچکے ۔ اگر قرآن میں کوئی ایسی آیت ہوتوع زاں پیشتر کہ بانگ بر آمد فلاں نماند ۔ان کو پیش کردینا واجب ہے ۔ مگر ہم کو تو ایسی توقع نہیں ہوسکتی کیونکہ جب قرآن شریف نے ایسی لفظی اور معنوی صراحت سے آدم کو غیر معصوم اورگنہگارقرارددے دیا تو

کیا قرآن شریف اپنی ضد میں مرزا جی کے ہاتھ کوئی نص دے دیگا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

عصمت انبیاء یا عصمت صلحاء

مرزا جی کہتے ہیں کہ " اورکئی مقامات بھی ہیں جن میں انبیاء اور راست بازوں کی خدا تعالیٰ نے ایسی تعریف کی ہے جس سے ان کا معصوم اورخدا کی نظر میں مورد غضب نہ ہونا صاف پایا جاتا ہے " (جلد ۱ ص ۳۸۲)پھر بھی لکھتے ہیں کہ " انبیاء کو خدا نے ہرقسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری ٹھہرایا ہے" (جلد ۲ ص ۲۵۵) اگر عصمت کے معنی یہ ہوتے کہ اختیاروقدرت رکھتے ہوئے انسان خدا کی اطاعت کرے اورنافرمانی سے بچا رہے یعنی مرتکب عصیاں نہ ہوتو اس معنی پر قرآن کی ایک آیت بھی شاہد نہیں کہ کوئی نبی چہ جا ئکہ اس کا امتی "راست باز" معصوم ہے مگر تم بھول جاتے ہو جب تم "راست بازوں" کو بھی "انبیاء " کے ساتھ "معصوم " بنانے لگے تو عصمت انبیاء کا مسئلہ ٹل گیا اورعصمت کوئی خصوصیت نبی کی نہ رہی۔ تو تم اب عصمت صلحا کے قائل ہوگئے اور غلطی کر بیٹھے ۔ اوربالکل بھول گئے خطاء آدمہ مخطات ذریتمہ آدم نے خطا کی بس اس کی نسل نے بھی خطا کی ۔ پھر تمہارا یہ سخن بھی باطل ہوگیا کہ انبیاء ہر ایک قسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری " ہیں کیونکہ ہم تو دکھلا چکے کہ حضرت آدم کو ضرورسزا ملی وہ جنت سے جلاوطن کئے گئے۔ لیکن مانا کہ انبیاء سزا سے محفوظ ہیں اور بہ شمولیت راست بازوں کے وہ " خدا کی نظر میں مورد غضب نہیں " تو معصوم ہونا گویا گناہ کی سزا سے محفوظ ہونا ہے کہ نہ صرف سزائے گناہ سے اوراگر سزا سے محفوظ ہونے کا نام معصوم ہونا ہو تو سب سے زیادہ معصوم بدری صحابہ ہیں جن سے موافق حدیث کے اللہ عہد کرچکا اعملوا ما ماشتمہ فقد غفرت لکمہ "جو تمہارا جی چاہے کیاکرو میں تو تم کو بخش چکا۔ (مشارق الانور حدیث نمبر ۴۵۸) ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی اب تک یہی نہیں سمجھے کہ معصوم کس کو کہتے ہیں ۔ عصمت سے کیا مراد ہے اور وہ کیوں "عصمت انبیاء " ثابت کرنے چلے۔ اورپھر کیوں عصمت روح اللہ سے ان کو پرخاش ہے۔ منطق میں ایسی آشفتگی اورژولید گی ہم نے آج تک نہیں دیکھی ۔ چونکہ اہل اسلام عصمت انبیاء کے قائل ہیں اس لئے ان کے اکثر علماء اس مسئلہ کی حمایت میں ہمیشہ لکھتے رہے اوربہت کچھ رطب دیا۔ بس لکھ چکے مگر ہم نے کسی تقریر میں ایسی خامی اورناکامی آج تک نہیں دیکھی جیسی مرزا

صاحب کی تقریر میں۔ اگر خدا نخواستہ چودھویں صدی کے پر آشوب زمانہ نے مسلمانوں کا یہی امام پیدا کیا اوریہی اسلام کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِناَ للہ وَاِناَ اِلیہ راجِعون

عشرہ کاملہ

تحقیق معنی استغفارِ ذنب

توبہ آں جو ید کہ کرداست آں گناہ آہ گوید کہ کم کرداست راہ

عصمت انبیاء کی عام بحث میں اس وقت تک آپ لوگوں نے مرزا جی کی زبان مبارک سے جوکچھ سنا وہ سب علماء سلف کا فرمودہ تھا ۔ جوکچھ بدتمیزی اس میں تھی وہ ضرورمرزا کی اپنی ہے۔

مرزا جی کا طبع زاد

اب اس باب میں ہم مرزا جی کے طبع زاد سے بحث سے کریں گے۔ یہ خیالات نرِے ان کے اپنے ہیں جو علماء سلف یا خلف کو نہیں سوجھے اورسوجھتے بھی کیسے ۔ ان میں کوئی بات بھی علم کے متعلق نہیں۔

یہ مضمون ہم نے ابتداً مرزا جی کے انگریزی ریویو مئی ۱۹۰۲ کے جواب میں کلکتہ کے اخباراپیفنی نومبر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ کے واسطے لکھا تھا وہ آرٹیکل اب جناب جیمس منرو صاحب کمپینین آف دی آرڈرآف دی باتھ کے انگریزی رسالہ موسلمہ ٹیچنگ میں درج ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور تعلیم یافتہ مسلمان

اس وقت ہمارا ارادہ تھاکہ یہ کل مضامین انگریزی میں لکھیں اور اس وقت تک ہماری نگاہ سے صرف انگریزی پرچہ ریویو گزرا تھا۔ مگر ہم کومعلوم ہوگیا کہ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مرزا جی کے خیالات کو اتنی وقعت بھی حاصل نہیں ہوئی جتنی انگریزی زبان میں نجوم اورجادو اورسامودرك اورفالناموں کو حاصل ہے۔ یہ لوگ تو مرزا جی کو ایک صحیح العقل آدمی بھی نہیں جانتے اور کیونکر جانیں جب ان کا لیڈر سرسید آپ کو "مجنوں اور پاگل " قرار دے گیا۔ پس ایسے مردود خیالات کو انگریزی تعلیم یافتہ گروہ کے لئے زبان انگریزی میں کرنا محض تحصیل حاصل تھااور ہم نےاس ارادے کو مسخ کرکے اپنا مضمون عام فائدہ کے لئے اردو میں ترجمہ کیا اورترقی لاہور کے کالموں کے لئے سلسلہ مضامین اردو میں جاری کردیا۔تاکہ اہل اسلام کو فائدہ پہنچے جو ان خیالات کی تردید یا ترویج میں کچھ دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہم اپنے مضمون کو یہاں اضافہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں ۔ مگر چونکہ یہ بیشتر انگریزی کا ترجمہ ہے اس لئے مرزا جی کی وہ عبارات جو بلا حوالہ اس میں آئی ہیں انگریزی ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۰۲ ء کے مطابق ہیں اوراگر ان کے اردو رسالہ سے لفظاً متفق نہ ہوں تو جاننا چاہئے کہ ہمارے ترجمہ میں فرق نہیں بلکہ مرزا کی کے اردو رسالہ میں ۔ ناظرین اصلی انگریزی سے مقابلہ کرکے جانچ سکتے ہیں۔

قرآن شریف کی نص ہے واستغفر لذنبك وّللمومنین و المومنات (سورہ محمد ع ۲) اوّل آیت کا صحیح لفظی ترجمہ یہ ہے "معافی مانگ واسطے گناہ اپنے اورواسطے ایماندارمردوں اورایماندارعورتوں کے " مترجمین اورمفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ الفاظ" واسطے گناہ کے۔"

اہلِ فرنگ اورمرزا جی (فوٹ نوٹ)

کوئی صاحب کمال الدین سیکریٹری انجمن قادیان اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس (مورخہ ۲۵اگست ۱۹۰۳ءکے ذریعہ چند ہ جمع کرنے کی کوشش میں "اس میگزین کا غربی دنیا میں معزز اور باوقعت ہونا "ذہن نشین کرارہے ہیں۔ اورآپ کا سب سے بڑا فخر یہ ہے کہ "حضرت اقدس کی پورے قدکی تصویر مختلف صحائف یورپ وامریکہ میں بڑی دلچپی کے ساتھ شائع ہورہی ہے "ہندوستان کا حال تو ہم کو معلوم ہے رہی غربی دنیا تو دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں مگر اس میں زیادہ ترآپ کی خوش فہمی

ہے۔ مرزا جی خاطر جمع رکھیں کہ اہل فرنگ ہر عجوبہ روزگار کی
تصویر سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ڈوئی ان کے حریف کو یہ فخر مرزا
جی سے پہلے حاصل ہوچکا۔ بلکہ ممالک متوسط کا تانیتا بھیل بھی
یہ اعزاز اہل فرنگ کے ہاتھوں پاچکا۔ آپ سینکڑوں کاپیاں اپنے ریویو
اورحضرت اقدس کی تصویر کی فرنگستان کے اہل مطالعہ کو ہر ماہ
مفت روانہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھلے آدمی شکریہ کے ساتھ رسید دیتے
ہیں۔ اور مفت راچہ گفت ۔ ان لوگوں کو مسلمانان ہند کے ایک
خبطی کے منہ سے اسلام کی بیخ کن باتیں سن کر تعجب آتا ہے کہ کبھی
تو یہ شخص مغربی دنیا کا ایک پارچہ کمخواب ہاتھ میں لئے نظر آتا
ہے اورکبھی ملا نے خیالات کا ٹکڑا دھوترا اورپھر کبھی ان دونوں کو
جوڑکر ایک دوپلی ٹوپی سر پر دھر کر سب کو ہنسا دیتا ہے اورآج کل
تو وہاں ڈوئی اور پگٹ رعیان مسیحیت کا چرچا ہورہا ہے اور
ہندوستان میں ان دونوں کے سر آپ کے سر کے ساتھ لڑائے جاتے
ہیں ایسا ہی وہا ں آپ کا سر ان کے سروں کے ساتھ لڑایا جاتا ہے پھر
کیوں حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی)کی تصویر دلچسپی
سے خالی ہوآپ کی تصویر کی زیارت ہم کوبھی ہوئی ہے جو سری
نگر کے مقبرے کی تصویر کے ساتھ انگریزی دوورقہ میں چھپی ہے۔

اس میں ایک بڑی دلچسپی کی بات ہے ہم نے بھی دیکھی کہ حضرت
اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے داہنی آنکھ تو بالکل بندکرلی
ہے اوربائیں کو ضرورت سے زیادہ ابھاردیا ہے "اس تصویر کو ہم نے
ایک مسلمان دوست کودکھلا یا وہ عین پر نقطہ دیکھ کر بے ساختہ
بول اٹھا ۔ چشم بدورایک چشم تو کورست ۔ وگرچشم توکچو"
ہم نے کہا ایسا مت کہو، یہ دجال کو مارنے آئے ہیں ۔بولا خوب
،کیا اس ترچھی چنون سے سے " ہد یہ تصویر بے شک اسلامی دنیا کے
لئے دلچسپی کا گودام ہے نہ معلوم ایڈیٹر شحنہ نے اس کو دیکھا یا
نہیں اس رمزکو بیچارے فرنگی کیا سمجھیں ۔

صحیح ترجمہ

آیت کے فقرہ ثانی میں لازمی طورپر مخدوف ہیں۔ چنانچہ شرح
مواقف میں ہے (ی ولذنب المومنین لدکالۃ القرنیتدا لسابقۃ وہی
ذکر الذنب (نو لکشوری ص ۷۱۳) یعنی قرینہ سابقہ ذکر وذنب کا اس
پر دلالت کرتا ہے۔ پس ساری آیت کا ترجمہ یہی کیا گیا "معافی مانگ
واسطے گناہ اپنے کے اورواسطے ایمان دارمردوں اورعورتوں کے " اگر
ایسی سیدھی اور سچی بات کو اگر مرزا صاحب مان لیں تو قرآن
کےاعجازی جواہر پر مطلع" ہونے کے دعوے میں بٹہ لگ جائے ۔

جلد ۱ ص ۴۰۲اس لئے آپ آیت کے معنی اس پیچیدہ عبارت میں فرماتے ہیں ۔

مرزا قادیانی کا غلط ترجمہ

" خدا سے دعا مانگ کہ وہ تیری ذات کو جسم کی کمزوری سے محفوظ رکھے اورتجھ کو تقویت بخشے کہ تو اس کمزوری سے مغلوب نہ ہوجائے ۔ اوربطور شفاعت کے ان مردوں اورعورتوں کے لئے بھی دعا کر جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں تاکہ وہ ان خطاؤں کی سزا سے بچائے جائیں جو ان سے سرزد ہوچکیں وغیرہ"۔

افسوس اس آیت کریمہ کی مرزا قادیانی نے کیسی گت بنائی۔ جائے غور ہے کہ الفاظ استغفرا (معافی مانگ)اور(ذنب، گناہ) صرف ایک ہی دفعہ اس آیت میں وارد ہوئے اوروہ بھی صرف فقرہ اول میں۔ لیکن وہی الفاظ فقرہ ثانی پر بھی مخدوف ہوکر حاوی ہیں۔ پس ذرا بھی شک نہیں کہ کل آیت میں صرف ایک ہی معنی لگائے جاسکتے ہیں چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ مگرمرزا جی کی زبردستی تو دیکھو کیسی جرات سے آپ اصل فقرہ میں جہاں لفظ وارد ہوا ہے ذنب کے معنی جسم کی کمزوری" فرماتے ہیں۔ اورفقرہ محکوم میں جہاں لفظ ذڑب صرف مخدوف ہے" خطائیں جو سرزد ہوچکیں " گویا مرزا ہم سے کہتے ہیں کہ اس آیت میں قرآن کو الگ الگ دو مختلف المعنیٰ الفاظ لانا چاہیے تھا اوریہ محض اس کی غلطی تھی کہ ایک ہی لفظ لایا اوروہ بھی صرف ایک ہی دفعہ اورغلط مقام پر۔ مرزا جی نہ منطق کے پابند نہ قواعد وتفسیر کے ۔

دومہ۔ لفظ استغفار کے معنی ۔

مرزا کی غلط بیانی

آپ فرماتے ہیں " لفظ استغفر کےمعنی ہیں خدا سے دعا مانگنا کہ بندہ کو جسمانی کمزوری کے غلبہ سے محفوظ رکھے۔ انسانی فطرت کو تقویت بخشے اوربندے کو اپنی پناہ اوراپنی مان میں لے "۔

۱۔ اس معنی کی تائید میں جس کے سچے اوراصلی معنی " ہونے پر اس قدر تاکید ہے مرزا جی کسی کتاب ِ لغت کی سند پیش کرکے اپنے ناظرین کی تشفی نہیں فرماتے ۔

۲۔ نہ اس معنی پر جناب قرآن شریف سے کوئی مثال ہی پیش کرتے ہیں ۔

استغفار کے صحیح معنی

۳۔ ہاں آپ یہ البتہ فرماتے ہیں کہ "بعض موقعوں پر معنی کو وسعت دی جاتی ہے اورتب لفظ کے معنی سرزدشدہ خطاؤں کے نتائج سے خدا کی حفظ مانگنا ہوجاتے ہیں"۔

اس معنی کو صرف "بعض موقعوں" پر محدود فرمانا جناب کی خطا ہے کیونکہ ہمیشہ اورہر جگہ لفظ استغفر کے یہی معنی آئے ہیں۔ خصوصاً لفظ ذنب سے جیسا کہ اس آیت میں ہے"۔ استغفار کی یہی مراد ہوتی ہے کہ خدا سرزشدہ کو گناہ کی سزا سے بچاوے۔ ہم مرزا جی کے اصول تفسیر کو مد نظر رکھ کر اس معنی پر قرآن شریف سے نظائر بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ اہل بیت اورمحسنین کی شان میں آیا ہے ۔

(آل عمران ۱۳۴)اوروہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کوئی کھلا گناہ یا برائی کریں اورجانوں کا تو یاد کریں اللہ کو اوربخشش مانگیں اپنے گناہوں کی"۔ اس آیت سے استغفار اورذنب کے "سچے اور اصل معنی" بالکل۔ روشن ہوجاتے ہیں اوریہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ استغفار کس اصول پر مبنی ہے۔ یعنی استغفار کا موقع جبھی ملتا ہے جب بندہ کوئی کھلا گناہ کرے یا اپنی جان کا برا کرے۔ ایسا ہی دوسرے مقام میں لکھا ہے ۔

(النسا آیت ۱۱۰) اورجوکوئی برائی کرے یا اپنی جان کا برا کرے پھر اللہ سے استغفار کرے ۔

مرزا جی کی شرط

۴۔ مرزا جی کو اعتراف ہے "ایسی وسعت معنوں میں جائز ہے جب متن کلام اس کا متقاضی ہو"۔ چشم ماروشن۔ اب جناب ہی دیکھ سکتے ہیں کہ آیت زیربحث کا متن کوئی بھی فرق درمیا نبی اوراس کے مومنین کے نہیں کرتا۔ ایک ہی لفظ کل پر حاوی ہے۔ نبی کی شان میں صریحاً مومنین کی پس ایسی وقعت یہاں تو ضرور جائز رکھنا ہوگی۔

فقرہ کے معنی

مرزا جی فرماتے ہیں "استغفار کا لفظ غفر سے نکلا ہے اوراس کے معنی دبانے اورڈھانکنے کے ہیں" صفحہ ۱۹۱ لیکن انہوں نے پھر یہ سراسر غلط کہا کہ "یعنی یہ درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر ہوکر نقصان پہنچادے اوروہ ڈھکی رہے"۔ نہ اسلام میں اور نہ اہل کتاب کے دینی علم میں کبھی ایسے معنی آئے۔ یہ توایک اصطلاح ہے اوراس کے معنی معروف ہرقسم کے ڈھکنے کو غفر نہیں کہتے۔

ستر پوشی غفر نہیں بلکہ صرف گناہ کا ڈھکنا غفر ہوسکتا ہے۔ زبور ۳۲ میں ہے" مبارک ہے وہ جس کی خطا بخشی گئی اورجس کا گناہ ڈھانکا گیا" اورگناہ کے ڈھکنے سے کئی ( ) پیدا ہوتے ہیں۔ جب گناہ ڈھک کر چھپ گیا تو گویا اس کو خدا نے بھی بھلادیا اوروہ محسوب نہیں ہوا اورڈھک جانا سزا کے تیر کے سامنے گویا ( ) ہوجاتا ہوا۔ اوراس میں ایک اوربہت ہی لطیف معنی بھی ہے کہ خدا انسان کے گناہوں کو اس قدرپوشیدہ کردے کہ ایماندار کی آنکھ سے گناہ سے چھپ جائے۔ اوراللہ کی رحمت کی فراوانی کے ساتھ پچھلے گناہ یا نافرمانی یاد اسے نہ ستائے جو شرمندگی اورندامت ہے اورالہیٰ بخشش کی معیت اس کو زیادہ محسوس ہوتی ہے ۔ سچی اورپوری معافی کے لئے انگریزی میں محاورہ ہے معاف کردینا اوربھلا دینا "۔ زبور میں ہے" میری جوانی کی خطاؤں اورمیرے گناہوں کو یاد نہ کر"(زبور۲۵ آیت ۷) پس کامل مغفرت یہ ہے کہ بندہ گناہ سے طور سے نسیا منسیاءً ہوجائیں کہ ان کو خدا غفار بھی بھلا دے اوربندہ مغفورکو بھی یہ نعمت صرف عقبیٰ میں حاصل ہوسکتی ہے جس ایمان دارگناہ کے بیرونی عذاب سے امن پاکراس کی روحانی تلخی کے عذر سے بتدریج مخلصی پائینگے ۔ اس طرح گناہ کی ایک مغفرت بہشت کے اندربھی ہوسکتی ہے مگراس کا علاقہ بھی انسان کی اسی گنہگاری کے ساتھ ہے جو دنیا میں سرزد ہوچکی تھی۔

مغفرت کے لئے گناہ لازم

۵۔ اب سخن پروری میں مرزا جی فرماتے ہیں " اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا تو بھی استغفار جو انسان کی مخلوقیت کا تقاضا ہے ضروربرقرار رہتا ہے" ہم کہتے ہیں کہ اگر استغفار مخلوقیت کا تقاضہ ہو نہ کہ ارتکاب معاصی کا توفرشتے مخلوق ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے ہم کو استغفارکرتے ملتے۔ مگرا س باب میں قرآن بالکل ساکت ہے ۔ خدا فرشتوں کو بنی آدم کے سامنے لاتا ہے۔ (سورہ مومن آیت ۷)
درآنحالیکہ وہ معافی مانگتے ہیں ان لوگوں کے واسطے جو ایمان لائے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ کسی بشر کو بھی حاجت استغفارنہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وہ مرتکب نہ ہو۔ یہی وجہ ہے ہم نہیں پڑھتے کہ آدم نے قبل لغزش اقرا گناہ یا طلب مغفرت کیا اوریہی وہے کہ آدم ثانی یعنی کلمۃ اللہ جو گناہوں سے پاک اور مبرا تھا استغفار واقرار ذنوب کا محتاج نہیں ہوا۔

مرزا جی کا ادعا اوراس کی تردید

مرزا جی نے فروری ۱۹۰۳ء کے ریویو میں بڑا نعرہ مارا ہے کہ کوئی آیت قرآن سے اپنے معنی کی تائید میں لائیں ۔ چنانچہ دوآیتیں ہم دیتے ہیں۔لہمہ فیہا من کل ثمرات ومغفرۃ من ربھمہ " ترجمہ ایمانداروں کو جنت میں سب طرح کے میوے اورمغفرت ہے ۔ ان کے رب سے ۔ یقولون ربنا اقم لنا نورناوا غفر لنا کہینگے اے رب ہمارے پوری خطائیں ہم کو ہماری روشنی اورمعاف کردے ہم کو (تحریم ع ۳) مرزا کہتے ہیں پھر لوگ جو بہشت میں داخل ہوچکے کیوں استغفارکریں گے اورکیوں خدا نے تعالیٰ بہشت کی نعمتوں میں سے مغفرت اپنی بڑی نعمت بیان کرتا ہے جیساکہ مذکورہ دوآیتوں سے ظاہر ہے۔ یہ قطعی دلیل اس امر پر ہے اس جگہ استغفار کے معنی گناہ کی سزا سے بچائے جانے یا گناہ سے معافی کے نہیں ہیں " صفحہ ۲۷ پہلی آیت میں نہ استغفارکا ذکر ہے نہ استغفار ذنب کا ۔ جس پربحث ہورہی ہے اس کی تفسیردوسری آیت ہے سارعوالیٰ مغفرۃ من ربکمہ وجنۃ ۔ترجمہ بخشش پر اپنے رب کی اورجنت پر (آل عمران ع ۱۳) دونوں جگہ جنت مغفرت کو ایک بتلایا یعنی بہشت وہ جگہ ہے جہاں پوری معافی گناہوں کی ہے۔ جہاں کسی پچھلے گناہ کا اندیشہ نہیں ہے اورجہاں بلامعافی گناہ کے دخل نہیں ۔ مومن جب تک جیتا ہے اس کا ایمان بیم درجا کے درمیان ہے گناہوں کی معافی کا خواستگاراورامید وار ہے ۔ مگر جب تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوتا وہم بھی اسکے ساتھ لگا ہے۔ پس مغفرت گناہ کے عذاب کا خوف دورکرکے اورامیدکابرآنا جنت ہی میں ہے۔ دوسری آیت ان لوگوں کے متعلق نہیں ہے " جو بہشت میں داخل ہوچکے بلکہ ان لوگوں کے متعلق جو قیامت امیدمغفرت میں رحمت الہیٰ کےمنتظر اٹھینگے جیسا اس فقرے سے روشن ہوتا ہے۔ یوم لا یحزی اللہ النبی والذین امنوا معہ جس کو داخل کرے گا اللہ نبی کو اورجو لوگ ایمان لائے اس کے ساتھ اورجیسا اس فقرے سے روشن ہے۔ توبوالیٰ اللہ توبۃ النصوحاً توبہ کرو اللہ کی صاف دلی سے ۔ پس یہ آیت سرزشدہ گناہوں کی مغفرت کاذکرکرتی ہے مگر تم بھول گئے کہ اس آیت کو تم خود اس حالت سے متعلق بتاچکے ہو" جو حشر اجساد کے بعد اورجنت عظمیٰ میں داخل ہونے سے پہلے " ازالتہ الاوہام صفحہ ۳۵۹ تو اب یہ دونو آیتیں تمہاری بحث سے خارج ہوکر ہمارے دعوےٰ کی موید ٹھہریں۔ اورذنب اوراستغفار کے وہی معنی برقراررہے بیان اورثابت کرچکے ۔

سوم ۔ آیت کی تفسیر نبوی۔

اب ہم زیادہ تحقیق کو کام میں لائینگے اوردریافت کرینگے کہ اللہ پاک سے جو یہ خطاب پیغمبر صاحب کوہوا استغفر ذنبک ۔ توآپ نے خود ذنب استغفار کا مفہوم کیا سمجھا؟ کتاب مشارق الانوارمیں حضرت کے بعض استغفاریوں مندرج ہیں:

اللھمہ اغفرلی خطیتی وجہلی واسرافی فی امری (۲۲۰۴)

الہیٰ بخش دے میری خطا اورمیری نادانی اورمیری زیادتی جو مجھ سے حال میں ہوئی ۔

اللھمہ اغفرلی ھذلی وجدی وحطیتی وعمدی (۲۲۰۴)

الہیٰ بخش دے میری بیہودگی اورمیری گناہ کی کوشش اورمیری خطا میرے قصد کو۔

اللھمہ اغفرلی ذنبی کلدو قدوجلد واولہ وآخرہ وعلانیہ (۲۲۰۵)

الہیٰ بخش دے میرے گناہ سارے چھوٹے اوربڑے پہلے اورپچھلے اورچھپے۔

ظلمت نفسی واعترفت بذنبی ناغفرلی ذنوبی جمعیاً (۲۲۱۰)

میں نے براکیا اپنی جان کا اقرارکیا اپنے گناہوں کا پس بخش دے مجھ کو میرے سارے گناہ سے۔

پس اگر متن کلام اس نزاع کو فیصل کرے تو ہمارا آپ کا جھگڑا ہمیشہ کو چک گیا کیونکہ جب اپنے ذنب کا اقرارکیا گیا بلکہ اپنی خطا کا اپنی نادانی کا اپنی زیادتی کا اپنی جان کا براکرنے کا تو لفظ ذنب کی کوئی دوسری کل بیٹھ ہی نہیں سکتی ۔ کوئی لاکھ سرپٹکے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آنحضرت نے خود ذنب کو ایک دوسرے لفظ جس کے مفہوم پر کوئی نزاع نہیں یعنی لفظ خطا کا مترادف بیان فرماکر آپ کو بالکل مایوس کردیا ہے۔ اللھمہ طھر فی من الذنوب والخطایا (مسلم کتاب الصلوات) بارخدا یا پاک کردے ۔ مجھ کو گناہوں (ذنوب) سے اورحظاؤں سے ۔ واپس اگر تم اپنے عہد پر قائم ہو کہ " اگر کسی لفظ یا آیت کی تفسیر آنحضرت کے منہ سے نکلی ثابت ہو تو اس کو بیشک یقینی طورپر صحیح اورقابل اتباع مانا جائیگا "۔ تو تم کو چارہ نہیں بجزاس کے کہ ہمارے قول پر صادکردو۔

چہارمہ ذنب کے لغوی معنی اورسند

مرزا جی فرماتے ہیں " لفظ ذنب اس آیت میں گناہ کا ہم معنی نہیں ہے گناہ کی عربی جرم ہے اوردرمیان ذنب اورجرم کے ایک اہم فرق ہے " لفظ ذنب کا اطلاق انسانی فطرت کی کمزوری پربھی ہوتا ہے " اگرہم ذنب کو گناہ کا مترادف مان لیں تو یہ بات عربی کے علم لغت کے خلاف ہے"۔

کچھ تعجب کی بات نہیں جو اتنی بڑی علمیت مدعی اپنے بالبداہت لغو قول کی تائید میں کسی سلف یا خلف کی سند پیش کرنے سے عاجز ہے۔ نہ صرف سارے قرآن میں اورساری احادیث میں بلکہ ساری عربی لٹریچر میں بھی مرزا کوکوئی مقام نہیں مل سکتا جہاں ذنب سوائے گناہ کے کسی دوسرے معنی میں آیا ہو۔ اب اس کا بارِ ثبوت مرزا کے کندھوں پر ہے کہ ذنب کا اطلاق انسانی فطرت کی کمزوری پربھی ہوتا ہے"۔

ذنب بمعنی جرُم

۱۔ ہم کہتے ہیں کہ ذنب کے نہایت سچے اورنہایت ٹھیک معنی سوائے گناہ کے کچھ نہیں ہیں اوراس کے لئے لغت کی سند ہے۔

الذنب الاثمہ۔ الاثمہ بالکمراالذنب والخمر والقمار وان تعمل ما لایحل ۔ الحرم بالضم الذنب (قاموس) یعنی ذنب بمعنی اثم۔ اثم بمعنی ذنب وشراب وجواد ہرفعل ناجائز، جرم بمعنی ذنب۔

" ذنب گناہ۔ جرم بالضم گناہ" (صراح)۔

" ذنب بالفتح گناہ وہرکا رکہ دن آں ناروا باشد ۔ جرُم ، بالضم گناہ منتہی الارب) لیجئے اہل لغت تو یک زبان پکار رہے ہیں کہ ذنب جرم، واثم مترادف ہم معنی گناہ کے ہیں نہ اس سے کچھ زیادہ نہ کم۔ مگرہم پوچھتے ہیں کہ ایسا کون سا قاعدہ ہوسکتا ہے ؟ جس سے ہم مرزا کو قائل کردیں کہ اس آیت میں ذنب بمعنی گناہ ہے۔ اس نے لغت کا نام لیا ہم نے لغت کی سند دے دی اس نے " سیاق وسباق عبارت" کی شرط کی ہم نے اسکو پورا کردیا ۔ صفحہ ۳۸۲۔ اب اگروہ کہدے

تعلی

علمت اربعین الفامن اللغات العربۃ مجھ کو لغت عربی میں چالیس ہزارلفظ معلوم ہیں۔ میں ابوالحسن علی اورابو عبداللہ جعفرابورعصی ابراہیم اوران کے باپ محمد موسیٰ بن حسن بن فرات چاروں ذرائے عباسیہ سے بڑھ کر ہوں" مکتوب عربی صفحہ ۲۳۴،

۲۳۵۔ میں عربیت کے دریا کا کوزہ ۔ قاموس کی کیا حقیقت جو میرے سامنے امنڈ آئے تو ہم کیوں کر اس کی زبان پکڑ سکتے ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب کی سند پکڑیں۔

سند حکیم نورالدین

جن کو مرزا بھی الفاضل الاجل تسلیم کرتے ہیں اورلوگ بھی جن کو مرزا جی استاد سمجھتے ہیں (دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۲۶۴)۔

پس واضح ہو کہ حکیمہ الامۃ فصل الخطاب حصہ اول صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰ میں آیت واستغفر لذنبك وللومنين میں ذنب کے معنی" یقینی طورپر بلحاظ عربی بول چال کے " گناہ ہی قبول کرتے ہیں اورایسا گناہ کہ ان کو کہنا پڑتا ہے کہ" صاحب قوم قوم کے گناہ سے گنہگار کہا جاتا ہے " اس لئے " وللمومنين والا واعطف تفسیرکا ہے" پس حکیم صاحب سے فاضل اجل نے بلاتامل مان لیاکہ یہاں ذنب کے معنی اسی قسم کے گناہ کے ہیں جو اُمت سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

اسی مضمون کی دوسری آیت آنحضرت کے حق میں لیغفرك اللهه ماتقد مه من ذنبك وما تا خر(فتح) اس کا ترجمہ بھی حکیم صاحب یہی کرتے ہیں تا" بخشے اللهه تیرے پہلے اورپچھلے گناہوں کو" یعنی حکیم الامتہ نے بھی معنی ذنب کے اس آیت میں گناہ ارشادفرمائے۔

مرزا کی اختلاف بیانی

ناظرین نے ملاحظہ کیاہوگا کہ مرزا جی کی تقریر کا اصل تماشا یہ ہے کہ ایک طرف تو فرمادیاکہ" ذنب اس آیت میں گناہ کا ہم معنی نہیں ہے" اورپھر اس آیت میں اس لفظ کاترجمہ فقرہ ثانی میں یہ کردیا۔"خطا ئیں سرزد ہوچکیں" ممکن ہے کہ مرزا جی کے ذہن خطاؤں اورگناہوں میں بھی فرق ہو۔

اگراب بھی کچھ کسر باقی رہ گئی ہو تو مرزا جی کے سخن کی تکذیب ہم خود ان کے الہام ربانی کی سند سے کئے دیتے ہیں۔ اگرمان گئے تو بحث طے ہوئی ذنب کے معنی گناہ ہوئے۔ عصمت انبیاء کا عقدہ حل ہوگیا۔نہ مانے توآپ کا الہام جھوٹا ہوگیا۔ مسلمانوں کے سر سے ایک بلا ٹلی۔

سن لو اے ناظرین سورہ فتح میں جو آیت

(سورہ فتح آیت ۲) یہی آیت جناب مرزا جی کی شان میں بھی نازل ہوئی ہے۔ لفظ بہ لفظ ۔ اوراس کا اردو الہامی ترجمہ بھی آپ پرنازل ہوا اوروہ یہ ہے " ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح

دی ہے تا تیرے اگلے اورپچھلے گناہ معاف کئے جائیں (دیکھو رسائل اربعہ۔ اشتہار مباہلہ ۔ صفحہ ۵۸) اب تو مرزا جی کو معلوم ہوجائیگا کہ کھلی کھلی " فتح کے معنی کیا ہیں۔

یہ سن کر بھی ناظرین کو بڑی حیرت ہوگی کہ مرزا جی نے اپنے طول طویل مکتوب عربی میں الفاظ ذنب۔ مذنبین ، یذنبون بار بار بڑی تکرار سے استعمال کئے اور ہر جگہ ان کا فارسی الہامی ترجمہ گناہ وگنہگاران گناہ مے کنند کیا۔ کیا یہ سب دروغ گورا حافظہ نبا شد کا نمونہ ہے؟

مرزا جی نے ایک اورلطف کی بات کہہ ڈالی ہے" مجرم کا ذنب گناہ ہے اسی طرح آثم اورفاصق کا ذنب بھی ۔ لیکن محض مذنب ہونا گنہگارثابت نہیں کرتا" صفحہ ۳۸۲ یعنی ہرکسی کا ذنب تو گناہ ہے ۔ مگر ذنب کا ذنب گناہ نہیں اسی کو لوگ کٹھ حجتی کہتے ہیں۔ مگرہم اس کو بھی دفع کرینگے۔ مرزا جی نے ہندوؤں اوران کے ویدوں کی مذمت میں اپنے مکتوب عربی ارشادفرمایا ہے ۔ بل یحب وید همه ان لا تقطع ابداً سلسله ذنب المذنبين اوراس کا فارسی الہامی ترجمہ یہ فرمایا" بلکه وید ایشاں دوست میدارد که سلسله گناه گنہگاراں گا ہے منقطع نگرد"(صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ تو محض مذنب ہونا بھی" گنہگارہونا ثابت ہوگیا"۔

ع سعدی۔ ازدشت خویشتین فریاد

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے چالیس ہزار لغت عربیہ میں ذنب کا یہ نیا مفہوم اضافہ کرلیا ہے اوریہ غلطی آپ کے علم کی شدت وکثرت پر دال ہے۔

پنجمہ۔ آیا انبیاء کے حق میں لفظ جرُم یا اس کا ہم معنی لفظ قرآن میں آیا ہے ۔

مرزا فرماتے ہیں " یہی تو وجہ ہے کہ چونکہ خدا کے نبی انسانی فطرت میں شریک ہیں اوراس وجہ سے جسم کی کمزوری میں بھی۔ اس لئے کلام اللہ میں لفظ ذنب ان پر چسپاں کیا گیا"۔ یہ بات اس امر سے بھی روشن ہے کہ لفظ جرُم جو ٹھیک ہم معنی گناہ کا تھا خدا کے کسی نبی پرچسپاں نہیں کیا گیا۔ اگر کلام اللہ کا مقصود انبیاء کو گنہگار بتلانے کا ہوتا تو ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں ان کی شان میں لفظ جرُم کے استعمال سے جس کے صریح معنے گناہ تھے اجتناب کیا جاتا؟باوجودیکہ وہی لفظ کوئی ایک سو مقاموں پر پاک کتاب

نے مخالفین انبیاء کے حق میں استعمال کیا ہے جن کو وہ گنہگار تصورکرتی ہے"۔

لفظ جُرم قرآن میں ندارد

مرزا جی کو بلا الہام ووحی کی مدد کے یہ بات معلوم ہونا چاہیے تھی کہ جُرم ایک ایسا لفظ ہے جوسومرتبہ تودرکنارقرآن میں کسی ایک جگہ بھی واردنہیں ہوا[1] حالانکہ اگربقول جناب " وہ ٹھیک ہم معنی گناہ کا ہوتا" تو قرآن میں سو کیا وہ ہزاروں جگہ آیا ہوتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بُجز اسی ایک لفظ کے گناہ کا ہر ایک مرادف مثلاً خطا۔اثم، ظلم، ذنب ،جناح ، فسق، عصیاں، عددان، سیتہ وغیرہ قرآن میں بکثرت ملتا ہے۔ تو کیاہم یہ سمجھیں کہ گو تصور گناہ کا تو قرآن میں اس درجہ عام ہے ولیکن اس کے اظہار کے لئے جو صرف ایک ہی ٹھیک لفظ زبان عرب میں موضوع ہوا تھا اسی کو ترک کردیا۔

یہودی بھی مجرم نہیں

ہم آپ کو اورآپ کے تمام ہم خیالوں کو پھر بتلائے دیتے ہیں کہ لفظ جُرم قرآن میں نہ کسی نبی کے حق میں آیا اورنہ غیر نبی کہ حق میں۔ بلکہ آپ کا قول سن کربڑی حیرت ہم کویہ ہوتی ہے کہ یہ لفظ جرُم یا اس سے کوئی مشتق لفظ یہود کے حق میں بھی نہیں آیا جو پیغمبر اسلام کی دشمنی پرہمیشہ تلے رہے اورجو اپنے گناہ کی سزا میں بقول قرآن سوراوربندرے بنادئیے گئے۔ پس اب ہم آپ ہی کے الفاظ میں پوچھتے ہیں کہ " اگرکلام اللہ کا مقصود یہودیوں کو گنہگار بتلانے کا ہوتا تو ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں ان کی شان میں لفظ جرُم کے استعمال سے جس کے صریح معنی گناہ تھے اور اجتناب

[1] مرزا جی کے خلیفہ کی تاویل ۔ اہل انصاف دیکھ لیں کہ کیسے کھلے الفاظ میں مرزا نے اپنے انگریزی پرچہ ریویو نمبر۵ صفحہ ۱۸۳ میں لکھ دیا ہے کہ" وہی لفظ (جرم) کوئی ایک سو مقاموں پرکتاب پاک نے مخالفین انبیاء کے حق میں استعمال کیا"۔ اورجب ہم نے اس کو بتلادیاکہ" وہی لفظ قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں آیا تو اس کا خلیفہ ہم پرگرم ہوتا ہے اورکہتا ہے کہ گوحضرت اقدس نے کہا تو" وہی لفظ" تھا مگرجرم سے آپ کی مراد وہ سارے الفاظ تھے جواس لفظ سے نکلتے ہیں" جیسے ،حجرم، یجرمون اجر وصفحہ ۲۳۹ اس کوچاہیے کہ اپنے پیر سے کہے کہ تم صحیح اردو لکھواور محمد علی ایم اے سے کہے کہ انگریزی درست کرو۔ یا خود اپنے پیرکی تحریر پراعتراض ہونے سے قبل حاشیہ شائع کردیا کرے۔یہ کیا تماشہ ہے کہ پیری جی کی غلطی وبدتمیزی کے لئے ہم کو ڈانٹا جاتا ہے؟

کیاجاتا؟" کیا یہود کو بھی قرآن نے معصوم مانا؟ کیونکہ نہ ان سے جرُم منسوب ہوا نہ وہ مجرمین کہلائے[1]۔

یہ لفظ آنحضرت پر چسپاں کیا گیا

لیکن اگر جرُم سے تمہاری مراد یہی ہے جو تمہارا شاگرد بتارہا ہے تو گویہود اوردیگر انبیاء کے حق میں ایسا کوئی لفظ قرآن میں نہیں وارد ہوتا ہم آنحضرت کے حق میں ضرورآیا ہے۔ سورہ سباع ۳ آیت ۲۵ میں آیا ہے

ترجمہ: تو کہہ تم سے نہ پوچھو ہوگی جو ہم نے (جرُم) گناہ کیا اورہم سے نہ پوچھ ہوگی جو تم کرتے ہو۔ لو یہ حجت بھی تمام ہوگئی۔ مگر ہم کو اندیشہ ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو جھٹلائینگے اورشاگرد استاد کو اورپھر کہا جائیگا کہ اس آیت میں اجرمنا ہے اورہم نے تو وہی لفظ جرُم مانگا تو ان کو یاد رہے کہ" جرُم اپنی مصدری صورت میں " قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں آیا ۔ ششمہ۔ جرُم اورذنب ایک ہی ہے ۔ مرزا کہتے ہیں " لفظ ذنب اگر انبیاء کی شان میں کلام مقدس میں کبھی واردہوا تو اس کے معنی وہاں گناہ نہیں بلکہ صرف انسان کی فطرتی کمزوری ہے " قرآن مجرم کو یعنی ایسے شخص کو جو جرُم یا گناہ کا مرتکب ہو عقاب دوزخ سے ڈراتا ہے مگر وہ اس قسم کی سزا کا مذکورمذنب یعنی ایسے شخص کے حق میں کسی جا نہیں کرتا ۔ جس سے ذنب یعنی انسانی کمزوری منسوب کی جائے۔

مجرُم بمعنی ذنب

۱۔ اب اس کی حقیقت بھی سن لیجئے کہ ذنب ایک اورلفظ ہے کہ وہ بھی کبھی قرآن میں نہیں آیا۔ قرآن نے دراصل مجرم ہی کو مذنب مانا ہے۔ قرآن میں مجرم کی تعریف یہی ہے ۔ یعنی ایسا شخص جس سے ذنب سرزد ہوا اوریوں قرآن ذنب کو مجرم کی ذات سے وابستہ کرکے مستوجب عقابِ نار ٹھہراتا ہے۔ ساکنانِ جہنم چلا رہے ہیں اعترفنا بذنو بنا (مومن ع ۳)ہم اپنے ذنوب (گناہوں کا اقرارکرتے ہیں ۔ اورشاید آپ ہی کو متنبہ کرتے ہیں کہ محض اپنے ذنب کی خاطر وہ دوزخ میں ورآئے۔اورسنئے

---

[1] مرزا کے خلیفہ کی غلطی۔ مرزا کا خلیفہ کہتا ہے کہ آیت وعلی الذین ھادوا حرمناکل ذی ظفرالخ (انعام) میں یہودیوں کا ذکر ہے جن کی نسبت لفظ مجرمین آیا" صفحہ ۲۲۸ اس کو چاہیے کہ حکیم نورالدین سے آیت دوبارہ پڑھ کر معلوم کرلے کہ قومہ المجرین سے مشرکین عرب مراد ہیں ۔ گو آیت میں ذکر تو یہود کا ہے۔ مگر مخاطب مشرکین ہیں اورعین اس کے بعد ہی لکھا ہے سیقول الذین اشرکواب مشرکین اس کا جواب دیں گے۔

(سورہ الرحمن آیت ۳۹) پھر اس دن پوچھ نہیں اس کے گناہ (ذنب) کی کسی آدمی سے نہ جن سے ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ذنب کو کوئی خاص تعلق " انسان کی فطرت" کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق جیسا انسان کی بدکاری پر ہوتا ہے ویسا ہی جنات کی بدکاری پر بھی۔

(سورہ القصص آیت ۲۸) پوچھے نہ جائیں گنہگاروں سے ان کے گناہ ، محض ذنوب نے ان لوگوں کو مجرم کردیا ۔ قرآن ان مجرموں کے جرُم سے کچھ تعرض نہیں کرتا۔ وہ ان میں صرف ذنوب پاتا ہے اوراس وجہ سے بلاجواب لئے ان پر فتویٰ سزا کا صادرہوتا ہے۔ پس اب ثابت ہوگیاکہ قرآن کا مجرم مذنب ہے اورقرآن کا ذنب جرم، گو لفظاً قرآن میں نہ جرم کا لفظ آیا نہ ذنب کا۔

ظلم بمعنی جُرم

۲۔ اس سلسلے میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ظلم ایک اورلفظ ہے جس کا استعمال قرآن میں جرُم کے اس مفہوم میں زیادہ تر آیا ہے جس پر مرزا جی اصرارکررہے ہیں۔

(سورہ الفرقان ۱۹) اور جوکوئی تم میں برا (ظلم) کرے ہم اس کو چکھائینگے بڑا عذاب اعتدانا للظالمین ناراً ۔ (کہف ع ۳، فرقان ع ۴، دہرع ۲، شوریٰ ع ۳، ۵ صافات ع ۳، مومن ع ۲۱) تیار کی ہے ہم نے برا کرنے والوں(ظالموں) کے واسطے آگ۔

(سورہ النسا آیت ۹۷)

جن لوگوں کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ بُرا کررہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے۔۔۔ سوایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ۔

ظالم اورمجرم بہمہ وجوہ ایک ہی ہیں حتیٰ کہ ایک لفظ دوسرے کا بدل ہے فازکرکیف کان عاقبۃ المجرمین (اعراف ع ۱۰) ذانظر کیف کان عاعقبۃ الظالمین (قصص ع ۴)۔

ظلم انبیاء سے منسوب

تمام قرآن خوانوں کو معلوم ہوگا کہ یہ لفظ ظلم جوجرُم کا بدل ہے انبیاء کے حق میں ضرورآتا ہے۔ حضرت آدم فرماتے ہیں

اے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر (اعراف آیت ۲۳) حضرت موسیٰ اقرار کرتے ہیں ۔

(قصص آیت ۱٦) میں نے ظلم کیا اپنی جان پر سو مجھ کو بخش دے۔ حضرت یونس اقرار کرتے ہیں

(سورہ انبیاء آیت ۸۷) البتہ میں تو بُرا کرنے والوں (ظالموں)میں سے تھا[1]۔

---

[1] یونس کا ظلم اورمرزا کی اختلاف بیانی : اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادرصاحب نے یہ فرمایا ہے " میں تھا گنہگاروں سے " مگرمرزا جی نہایت بیباکی سے اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں " میں کمزور اور مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں"۔ آپ مانتے ہیں کہ " اس دعا میں حضرت یونس کے " متعلق جو لفظ" ہے وہ ظالم کا لفظ ہے" مگر فرماتے ہیں کہ " ہم لفظ ظالم کے معنی اسی کے مطابق کرسکتے ہیں یعنی مصیبتوں کے نیچے دباہوا"۔ ریویو نمبر ٦ ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۷۱، ۲۷۴۔ کیا خوب ! ظالم کے معنی مظلوم ہونے اورظالمین کے معنی وہ تمام لوگ جو مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں پھرقوم لوط سے زیادہ اس معنی میں کون ظالم تھا ؟جن کی بستی تہ بالا کردی گئی ۔ اسی طرف اشارہ ہے ان اھلہنا کانوظالمین اوران سے زیادہ کون ظالم تھا؟ جو طوفان میں غرق ہورہے تھے اور تو اس معنی میں کہا ہے فاخذ ھمہ الطوفان وھمہ ظالمون (عنکبوت ع ۲۴) قرآ ن کریم کے اُوپر یہ عنایت مرزا جی کی خاص ہے۔ آج تک یہ نکتہ کسی کو نہیں سوجھا تھا۔ آپ سے زیادہ کون قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع " ہوسکتا ہے ؟ سب سے بڑھ کر تو آپ ہی من الظلامین ہوئے۔ کیوں صاحب کیا یہی وہ سبق تھا۔ جو آپ نے ہم کو پڑھایا ؟ اس امر کا کہ قرآن شریف نے کسی لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے فیصلہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ قریب المعنی الفاظ کے استعمال سیاق وسباق یا قرآن شریف کے عام مفہوم پر غورکیا جائے " ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۵٦۔ خوردا فضیحت دیگراں رانصحیت۔

حضرت یونس کی حمایت میں مرزا جی ایسے بھکے کہ خدا کی پناہ ۔ یہاں حضرت یونس کی عصمت زیر بحث نہیں اس لئے ہم صرف اشارۃ ذکر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں " حضرت یونس کے متعلق پادری مانرو نے اپنی معمولی جرات کے ساتھ یہ جھوٹ بیان کیا ہے کہ وہ نعوذ بااللہ خدا سے بھاگ گئے اورخدا کے حکم کی خلاف ورزی کی"۔ قرآن کریم کا ایک لفظ بھی اس کے اس جھوٹ کی تائید نہیں کرتا " قرآن شریف میں جو یہ لکھا ہے اذذھب مغاضباً یونس جب چلا گیا غصہ سے لڑکر۔ اس پر مرزا صاحب فرماتے ہیں " قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ ان کا غصہ کس کے متعلق تھا لیکن اتنی بات ظاہر ہے یہ غضب ان کا خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں ہوسکتا" ایک نبی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خدا کے خلاف غضب میں تھا اگر بے ایمانی نہیں تو بے وقوفی ضرور ہے" صفحہ ۲۷۲ اس طرح مانرو صاحب کو ہمارے مرزا جی نے جھوٹا، بے ایمان اوربیوقوف کہہ دیا۔

بے ایمان یا بے وقوف : اب ناظرین یہ سن کر دانتوں میں انگلی دبائینگے کہ ہر لفظ جو مانرو صاحب نے محض تحقیق کی بنیاد پر اپنے قلم سے نکالا تھا وہ مرزا صاحب الہام کے زور میں اپنے منہ آپ فرماچکے ہیں۔ اورہم یہ کہنے پر مجبورہوگئے کہ اس قسم کے الہامات اگر بے ایمانی نہیں تو بیوقوفی ضرور ہے ۔ بلکہ دونوں ہیں ہم یہاں مرزا جی کے الہامی مکتب عربی کی نقل معہ اردو ترجمہ کے درج کرتے ہیں۔

ذھب یونس مغاضباً من حضرت الکبریا ء وتاہ فی فلوات

چلا گیا یونس غضبناک ہوکر درگاہ خداوند تعالیٰ سے اورآوارہ ہوگیا بیابانوں میں

الابتلاء لمافر کالغاصبان لما تاہ کالمبھوتین

امتحانوں کے کیوں بھاگا غضبناکوں کی طرح اورکیوں آوارہ ہوا آشفتہ سروں کی طرح

ولما ترک یونس بسوءفہمہ الا ستقامۃ واستقلال

اورکیوں ترک کیا یونس نے اپنی بدفہمی سے استقامت واستقلال کو

ویری کل ذالک بما اھلن ضبخر قلبدرا بالحرکت

اوردیکھنا پڑا یہ سب یونس کوکیونکہ اس نے ظاہرکردی اپنی دل تنگی چھوڑنے سے

من المقامه وفلوق مقره من غیر اذن اللهٰ

اپنی جگہ اورجدا ہوایونس اپنے مقام سے بغیر اجازت خدائے

العلامه دفعل فعل المستعجلین وکذالك

علیم کے اوراس نے کی یہ حرکت جلدبازوں کی اوراسی لئے

سما اللهٰ ذالنون بما ظهر منه حدة ونون

اس کا نام رکھا خدا نے ذالنون کیونکہ ظاہر ہوئی اس سے گرمی اورتیزی

یالغضب المکنون والا یلیق لاحدان یغضب علیٰ رب العالمین

دلوں میں غصے کو پوشیدہ کرنے سے اورزیبا نہیں کسی بشر کو کہ غضبناک ہو جہاں کے رب پر

ولا جل ذالك ابتلیٰ یونس وسارعن الملومین

اوراسی وجه سے مبتلا ہوایونس امتحان میں اورہوگیا موردملامت

ونزلت علیه الهموه صفحه ۲۲۵- ۲۲۷-

اورنازل ہوئی اس پر مصیبتیں۔

مرزا جی نے اپنے مکتوب عربی کا فارسی الہامی ترجمہ بھی کیا ہے اسی کی زبان بندی کے ساتھ ہم نے اردو ترجمہ کیا۔ دروغ گورا حافظہ نہ باشد زبانی دروغ کے متعلق تھا۔ مگر دستاویزی دروغ اورالہامی دروغ یہ مرزا جی کا اعجاز ہے۔

اور اسی طرح آنحضرت خود فرماتے ہیں جیسا مذکورہوچکا ہے۔ ظلمت نفسی واعترفت بذنبی میں نے برا کیا اپنی جان کا اوراقرارکیا اپنے گناہوں کا۔

عصیاں بمعنی جُرم انبیاء سے منسوب

۳۔ پھرایك اورلفظ ہے عصیاں یہ بھی مثل جرُم کے مستوجب عذاب نار ہے من یعص اللهٰ ورسوله انه له نار جهنمه جس نے خدا اوررسول کی نافرمانی کی سو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے حضرت آدم کے لئے یہی لفظ بولا گیا فصیٰ آدمۃ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس جب انبیاء کی شان میں ظلم اورعصیاں سے لفظ وارد ہوچکے جو اپنے نتائج میں جرم کے مساوی ہیں توپھر یہ کیا لچر حجت ہے کہ جرم کالفظ ان کے لئے نہیں آیا۔ مگر اب تو ہم لفظ اجرمنا بھی نبی کوبولتے ہوئے قرآن سے دکھلاچکے اورہر حیلے کی جڑکٹ گئی۔

ہفتم۔ سزا اورگناہ۔ مرزا کہتے ہیں " امورتنقیع طلب یہ تھے کہ وہ قرآن مجید نے کوئی تفریق جرُم اورذنب میں کی ہے ؟" کیا قرآن

مجید نے مذنب کےلئے وہی سزا مقرر کی ہے جو اس نے مجرم کے لئے مقرر کی ہے "صفحہ ۱۳ اس کا جواب آپ نے یہ دیا" قرآن کریم نے ہرایک مذنب کے لئے سزا کا وعدہ نہیں دیا جرم کے مرتکب کےلئے ضرور سزا ہے صفحہ ۱۷۴ اصل بحث تو طے ہوچکی کہ ذنب گناہ ضرور ہے اب یہ بحث کہ ذنب سزا کے حکم میں جرم کے برابر ہے یااب یہ بحث کہ ذنب سزا کے حکم میں جرُم کے برابر ہے یا نہیں بالکل فضول ہے ۔

مگر قرآن سے ثابت ہے کہ ذنب گناہ ہے اوراس پر سزا کا وعید ضرور ہے ورنہ ایمان دارکیوں کہتے فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار۔ ترجمہ۔ اے خدا بخش دے ہم کو ذنب ہمارے اور بچاہم کودوزخ کےعذاب سے ۔ (عمران ع ۳) اسی سے ثابت ہے کہ ذنب کی سزا جہنم ہے اوراس کی معافی غم سے رہائی اوردیکھو (انعام ع ۸، مومن ع ۳)۔

اب مرزا جی کی بحث کے قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہو ں نے اس کو اختیارکرلیا ہے کہ انبیاء مذنب یعنی گنہگارتو ضرورہیں لیکن خدا نے اس کو معاف کرکے جہنم کی سزا سے بری کردیا۔ مگراس سے تو عصمت ِ انبیاء نہیں ثابت ہوتی ۔ گناہ کی سزا سے بچنا دوسری بات ہے اورگناہ سے بچنا دوسری بات۔ اسلام کے خیال کے موافق تمام بدری صحابہ کو مغفرت کی شہادت ہوچکی (جیسا ہم اوپر لکھ چکے) اورتم تو یونی درسلسٹ عیسائیوں سے یہ سبق بھی پڑھ چکے کہ دوزخ کا عذاب ابدی نہیں۔ انجام کا رسب ہوکر بہشت میں داخل ہوجائینگے۔ دوزخ بھی خدا کی رحمت کا ظہور ہے جو انسان کو پاک کرتی ہے جیسا آگ سونے کو"۔ دوزخ میں ایک مدت ہوجانے کے بعد ہر بدبخت نیک بخت ہوجائیگا" (مکتوب عربی صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۸)۔ توپھر اب ذنب میں اورجرُم میں کا فرق رہا؟ نہ سزا میں نہ گناہ ہونے اورناقابل غفورہونے میں۔

ہفتم ۔ مشکل کشائی ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے قرآن کی مشکلات حل کرنے کےمرزا جی نئی نئی مشکلیں پیدا کررکھتے ہیں۔ اورایسی ایک مشکل میں آپ پڑے ہوئے ہیں ان سے آپ کو باہر نکالنے کا ثواب ہم کو ملیگا۔آپ فرماتے ہیں ۔ اگر ہم ذنب کو مترادف گناہ کا مان لیں توہم کوایک اورمشکل کا سامنا پڑتا ہے۔

میثاق النبین اورغلط ترجمه

سوره آل عمران میں یه آیت وارد ہوئی ہے جب اللهه نے نبیوں کےساتھ عہد باندھا۔ یه فرماکر که جو کچھ میں تم کو کتاب اورحکمت سے دوں پھر تمہارے پاس ایک نبی آوے تصدیق کرتا ہوا ۔اس کی جو تمہارے پاس موجود ہے تو تم ضروراس پر ایمان لانا اورتم ضرورس کو تائید کرنا۔۔۔ اس سے روشن ہے که تمام انبیاء کو منه عیسیٰ مسیح کے حکم ہوا که وه نبی محمدپر ایمان لائیں ۔ اگر اس آیت کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھیں جو اوپر مذکور ہوچکی اورذنب کو بمعنی گناه یا جرُم لیں تو ہم کو عیسیٰ کو بھی گنہگاروں کی فہرست میں داخل کردینا پڑیگا۔ اورآپ تاکید سے فرماتے ہیں که یه " اس آیت سے نبص صریح ثابت ہیں" صفحه ۱۔چونکه اس معنی پر آیت کو اس نے " نص صریح" فرمایا اس لئے ماننا پڑتا ہے که مرزا جی کی یه دلیل ضروران پر الہام ہی سے ملی ایسے وقت میں که جب آپ کے معمولی قوائے ذہنی طورپر ختم ہوچکے تھے ورنه اس درجه لچر نه ہوتی۔

۱۔ اپنی بحث کی خاطر آپ آیت کا ترجمه غلط کرتے ہیں اورپھر مروڑکر اس سے ایک ایسے معنی نچوڑتے ہیں جو مصنف کے کبھی وہم میں بھی آئے تھے۔ آیت یه

(سوره آل عمران آیت ۸۱)

صحیح ترجمه:

لفظی ترجمه اس کا یه ہوگا ۔" جب لیا اللهه نے عہد انبیا ئے سے که جو کچھ میں نے دیا تم کو کتاب اورحکمت سے بعدازاں آوے۔پاس کوئی نبی تصدیق کرتا اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضروراس پر ایمان لانا اورضروراس کی مدد کرنا۔

اس آیت کا مطلب سمجھنے کے لئے ہم ایک دوسری آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کے معنی میں کوئی تنازع نہیں۔

(سوره المائده آیت ۷۰) البته لیا ہم نے عہد بنی اسرائیل سے اورہم نے بھیجا ان کی طرف رسول پھر جب آیاان کے پاس کوئی رسول جو نه تھا بھایا ان کے جی کو تو کتنوں کو انہوں جھٹلایا اورکتنوں کو قتل کرڈالا؟

اب چونکه اس امر میں اتفاق ہے که الله نے اپنے رسول رسولوں کے لئے نہیں بلکه بنی اسرائیل کے پاس بھیجے اس لئے خطاب انہیں سے ہوسکتا ہے آیت زیر بحث کا ترجمه یه ہونا چاہیے ۔" جب لیا الله نے عہد انبیاء کے باب میں بنی اسرائیل سے الیٰ آخرہ"

شاہد

اس ترجمه کی صحت پر ہمارے پاس دو مسلم الثبوت شاہد ہیں۔ ایک تو حضرت ابن مسعود اورابی بن کعب سے حفاظ قرآن کی قرات جس کے موافق متن آیت یه ہے۔ تجزیه القرآن صفحه ۳۲۲

واخذ الله میثاق الذین اوتوالکتاب۔ جب لیا الله نے عہد اہل کتاب سے اورمجاہد نے صاف صاف کہه دیا که ھی خطاء من الکتاب یعنی۔ میثاق النبین کاتب کی غلطی ہے۔ دیکھو درمنشور۔ دوسرا شاہدہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ہیں جن سے زیادہ معتبر ہندوستان میں نہیں مل سکتی۔ اس آیت کے فائدہ میں فرماچکے " الله نے اقرارلیا نبیوں کا یقینی نبیوں کے مقدمے میں بنی اسرائیل کا اقرارلیا[1] ۔ پس اگریہی آیت آپ کی دستاویز ہے تو اس کے بموجب بجائے تمام انبیاء کے حکم ہوا ہوگاکه آنحضرت پر ایمان لائیں۔

عقل نرینه

۲۔ یه عہد " نبیوں کے ساتھ" ہوبھی نہیں سکتا تھا بلکه صرف غیر کے ساتھ انبیاء کے بارے میں عموماً نه که آنحضرت نے خصوصاً ۔ کیونکه ظاہرہے که جب آنحضرت تشریف لائے تو صفحه زمین پرکسی نبی کا وجود بھی نه تھا۔ آپ پر ایمان لاکر یاآپ کی مدد کرکے ایفاء عہد کے قابل ہوسکتا ۔ بنی اسرائیل کی وہ نسل

---

[1] نابالغ مرزائی : مرزا جی کا کوئی نابالغ چیله اپنے پیر کی حمایت میں ہم پر اعتراض کرکے کہتا ہے که یه ہمارا ترجمه" عجیب ترجمه" اوربلکه بہت ہی خلاف محاورہ ترجمه" ہے جس میں ہم نے بنی اسرائیل کا لفظ اپنی طرف سے ملادیا" ریویوصفحه ۲۴۶، ۲۴۷۔ اس کا تعجب ہمارے ترجمه پرنہیں ہے شاہ عبدالقادر کے ترجمه پر جو اس کے پیر سے زیادہ" محاورہ " کے نقاد تھے اوراس کو معلوم ہوجانا چاہیے که" بنی اسرائیل کا لفظ" ملانے والے ہم نے نہیں بلکه حضرت ابن مسعود اورابی بن کعب ہیں اوران لوگوں کی شان کیا ہے۔ اس کو مولوی نورالدین سے پوچھ لینا چاہیے ۔ مگراس سے اس کا تعجب اوربڑھ جاویگا۔ اچھا ہوتا اگرمرزا کے مرید اپنے پیر کو ہمارے مقابله میں اکیلا چھوڑدیتے اورخود اس کو اپنی تائید کرنے دیتے اورایسے جلد گھبرا نه جاتے۔

جس میں انبیاء کوآنا تھا اورجس کو انبیاء پرایمان لانافرض تھا اور سلسلہ واربا قی رہا اورانبیاء کی تصدیق یا تکذیب کرتی رہی۔ مگر انبیاء کا سلسلہ تو اس طرح نہیں رہا کہ ہر نبی کے وقت دوسرا نبی بھی موجود رہتا۔ اورنبی کو کوئی غیر نبی مقام نہیں ہوسکتا۔ پس زمانہ فرت میں جب کوئی نبی موجود تھا توبنی اسرائیل کو" اپنے انبیاء کا قائم مقام" قراردینا بڑی نادانی ہے جس کا مرتکب مرزا کا فدائی ہوا صفحہ ۲۴۷۔پھر یہ بھی یاد رکھنا کی بات ہے کہ آنحضرت کچھ نرالے نہ تھے جنہوں نے کتب سابقہ کی تصدیق فرمائی۔ حضرت مسیح سے چھ سو برس قبل آپ سے بنی اسرائیل کے روبروان کی تورات کی جو پہلے موجود تھی تصدیق فرماچکے تھے۔ مصدقاً لمابین یدی امن التورات (آل عمران ۵) اگرمرزا صاحب اپنے وحی والہام سے قطع نظر کرکے صرف اپنے ہوش سے کام لیتے تو یہ سمجھ جانا کچھ مشکل نہ ہوتا کہ انبیاء کی شان اللہ کے نزدیک اس سے بہت بلند ہے کہ ان سے ایک ضرور فرض کی بابت ایفا ء عہد پر قسم لی جائے۔ علیٰ الخصوص ایسی حالت میں کہ ان میں سے کوئی نبی آنحضرت کا ہم عصر ہونے والا نہ تھا۔ بہر حال مسیح محمدی ایمانداروں کے زمرے سے باہر نکل آئے۔ اوربطورلازمی گنہگاروں کی فہرست " سے بھی۔ ورنہ مرزا نے تو ایمان کی بڑی شامت کردی تھی کہ پیغمبر اسلام پر حضرت مسیح کا ذرہ سا مفروضہ ایمان ان کو ایسی منطقی شکل میں " گنہگار" بنائے ڈالتا تھا۔ فن تفسیر کے تو آپ امام ہوگئے۔

مسیح اس آیت کے مفہوم سے خارج

۳۔ مجھ کو اس امر پر تاکید کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ آیت متنازعہ میں للمومنین والمو منات میں صرف وہی لوگ داخل ہیں جو دین محمدی کے قائل ہیں خصوصاً حضرت کے اپنے امتی نہ کہ مومنین شرائع سابقہ۔

مگر ہم مرزا صاحب سے ضرور پوچھینگے کہ بتائیے آپ کی تاویل سے مشکل رفع کیونکر ہوگئی۔ حق تو یوں ہے کہ آپ کی مشکلوں میں ضرب لگ گیا۔ اگر فرض کرلیں کہ مسیح معہ دیگر انبیاء کے حضرت کے مومنین کی فہرست میں ضرور داخل ہیں تو پھر جناب کا یہ الہامی ترجمہ" بطور شفاعت کے ان مردوں اورعورتوں کے لئے بھی دعا کر جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں تاکہ وہ ان خطاؤں کی سزا سے بچائے جاویں۔ جو ان سے سرزد ہوچکیں بوجہ ان کی فطرت کی کمزوری کے اورکہ ان کی زندگی کا سلسلہ بعد گناہ سے پاک رہے" یہ ترجمہ تو بیڑا ہی غرق کئے ڈالتا ہے " اورعصمت انبیاء کےلئے امکان ہی باقی نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ اس ترجمے کے موافق آنحضرت کو اپنے ایمانداروں کے واقعی گناہوں کےلئے استغفار مانگنے کا حکم ہوتا ہے ۔

آپ کے اس الہامی ترجمہ نے ایک اوربڑا خطرہ پیدا کردیا کہ جب انبیاء آنحضرت کے مومنین قرارپائے تو پھر استغفار کا مطلب ان لوگوں کی شان میں کیا ہوگا جن کو من المقربین فرمایا؟ کیا ان کو بھی اللہ پاک کی حضوری میں " جسم کی کمزوری" اب تک ستارہی ہے اورآزمائشات میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ باقی رہا ہے ؟ اورکیا اب بھی ان کو " اپنی زندگی کا سلسلہ مابعد گناہ سے پاک کرنا رہ گیا؟ کوئی کلام نہیں کہ اس تازہ الہام نے مرزا صاحب کی تاویل الاحادیث کی مٹی پلید کرڈالی ہے۔ آپ کو پھر سے اپنے منطق کی مرمت کرنا پڑی اپنے ترجمہ کی اورنیز اپنے ایمان کی۔

نہمہ۔ مسیح کی خصوصیت

مرزا جی نے اس آیت کے معنی بگاڑنے میں جوایسی حیرت افزا اوربے اندازہ جہالت صرف کی تو اس سے آپ کا مقصود کیا تھا؟

ہمارے سوال

ہم نے یہ سوال کئے تھے کہ کیوں مسیح سے قرآن میں ذنب کا لفظ منسوب نہیں ہوا جس طرح دیگر انبیاء سے منسوب ہوا۔ اورکیوں مسیح نے استغفار نہیں کیا جس طرح اورنبیوں نے کیا؟

ہمارے پہلے سوال کا جواب دینے کے لئے پیرقادیان نے قرآن کی ورق گردانی کی اورآیت شریفه کی گت بنائی اور سوائے ندامت کےکچھ حاصل نہ کیا۔

مرزا کے خلیفه کی پریشانی

ہمارے دوسرے سوال کا جواب دینے کےلئے اس کے ایک خلیفه نے سارا قرآن چھانا اوراس امر کے ثبوت میں که " مسیح نے استغفارکیا دوآیتیں پیش کیں جو ملائکه کے حق میں آئی ہیں:

(سوره شوریٰ آیت ۵)

گناه بخشواتے ہیں واسطے ان کے جو بیچ زمین کے ہیں۔

([illegible])

گناه بخشواتے ہیں واسطے ان کے جو ایمان لائے۔

آپ بڑے فخر سے فرماتے ہیں که " مسیح بھی اہل زمین میں شامل ہیں۔ مومنوں میں شامل ہیں۔ اس لئے فرشتے ان کے لئے بھی استغفارکرتے ہیں" جلد ۲ صفحه ۲۴۶۔

ہم کہینگے که اگرفرشتے مسیح کے لئے استغفارکرتے ہیں تو یه فرشتوں کی خطا ہے۔ مسیح اپنے لئے آپ کیوں استغفار نہیں کرتے ؟ کیوں اپنے تیئں انہوں نے استغفارسے مستغنی سمجھا؟ اگر تمہارا قول حق ہے تو فرشتے تو سبھی انبیاء کے لئے استغفارکرتے ہیں پھرکیوں اورانبیائے نے استغفارکرنا ضروری سمجھا اورکیوں مسیح نے فضول سمجھا؟ اس کا جواب تمہارے پاس یا تمہارے پیر کے پاس کیا ہے؟

الٹا منطق

ابھی اپنے منطق کے نتائج دیکھ لو۔ کیا تم فرشتوں کو " مومنوں میں شامل " نہیں کرتے اورکیا حضرت جبرائیل ،وحیہ کلبی کی صورت میں من فی الارض " اہل زمین میں شامل " نہیں ہوچکے؟ اورکیا کراماً کا تبین زمین پر اہل زمین کے پاس لدیھمه یکتبون (زخرف ع ۱) ان کے دہنے اوربائیں بیٹھے ہوئے وعدن الیمین وعن الشمال فعید (ق ۲) اعمال نہیں لکھا کرتے۔ تو کیا ان آیتوں کا یه مطلب ہواکه فرشتے فرشتوں کےلئے بھی استغفار طلب کرتے ہیں یعنی جسمانی کمزوریوں کے غلبه" سے حفاظت کے خواستگار ہیں تاکه وه وحی غلط نه دے جاویں۔ اوراعمال غلط نه لکھ لیں اور فرشتوں کوبھی" جسمانی کمزوری" لاحق ہوگئی ؟ قادیان والے بھی عجیب وغریب نکتے قرآن شریف کے حل کرتے ہیں۔

اس قسم کے جواب دینے سے سکوت بہتر تھا۔ سب قرآن خواں جانتے ہیں کہ ان آیتوں میں مراد صرف وہی ایمان دار گنہگار ہیں جن کی بہتری آسمان کے سب ملائکہ بھی چاہتے ہیں اوران سے وہ لوگ یقینی مستثنٰی ہیں جن سے گناہ نہیں سرزد ہوا۔ عمومات اورمشنیات کا قاعدہ بچوں کوبھی معلوم ہے۔

ہماری حجت

ان عمومات سے بحث کرکے ہمارے مخالفوں کو کچھ نہیں حاصل ہوسکتا۔ اگر کوئی قرآن سے یہ آیت پیش کرکے انالانصا لکفورمبین (زخرف ع ۱) بالتحقیق انسان صریح کفرکرنے والا ہے۔ یا یہ حدیث قدسی پیش کرکے یا عبادی انکمہ تحظون باللیل والنہار ۔ (مشارق الانوار نمبر ۲۱۷۸) اے میرے بندو تم رات دن خطا کرتے ہو۔ یہ کہنے لگے کہ یہ نص انبیاء کو کافر ثابت کرتی ہے اورحدیث تمام انبیاء اورملائکہ کوخطا کارثابت کرتی ہے۔ اورپوچھ کے کیا انبیاء "الانسان" کے عموماً میں داخل نہیں اورکیا ملائکہ خدا کے عبادبندے نہیں۔ توسارا قادیان امنڈآئیگا اورکہیگا کہ کہنے والا یا بے ایمان ہے یا بیوقوف یا دونوں۔ مگراسی قسم کی مہمل تقریر یہ "دنیا کے مذاہب پرنظر" کرنے والے ہم سے کرتے ہیں۔

امر قابل

آخر میں ہم اپنے ناظرین کو یہ یاددلانا چاہتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ عصمت ِمسیح جو قرآن وحدیث کی بنیاد پر قائم کیا گیا لفظ استغفاریا ذنب کی کسی تاویل پر منحصر نہیں۔ اگرہم بحث کی خاطر وہ سب بھی مان لیں جس پر مرزا صاحب اڑے ہوئے ہیں تب بھی ایک ذرہ بھر ہمارے دعوٰی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ ہم اس وقت اس کو ان الفاظ میں پیش کرینگے کہ بجزا ایک مسیح کلمۃ اللہ کے جو انسانی فطرت کی کمزوریوں کے بدنتائج سے کلیتہً بری رہا اسلام کے تمام اولعولعزم پیغمبر بمعہ آنحضرت کے تمام بنی آدم کے ہمزبان ہوکر استغفارکرتے اوراپنے ذنوب کا اقرارکرتے ہیں۔ یہ سب کے سب مذنب ہیں۔ مسیح اکیلا پیغمبر ہے جو مذنب نہیں ۔ اور شافع المذنبین کے لئے یہی فضیلت لازمی ہے۔

دھم۔ مرزاکو ہماری تحدی

ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ ذنب کی بحث نے ہمارا اس قدر وقت ضائع کیا۔ اس سے صرف مرزا جی کی نادانی لوگوں پر روشن ہوگئی ۔ اس سے کوئی عام فائدہ نہیں کیونکہ اہل اسلام میں سے کبھی کسی نے ایسی حماقت کی ہی نہیں کہ ذنب کے معنی سوائے گناہ

کے کچھ اوربتلائے ہوں۔ مگر یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا جی نے باربار اپنی کتابوں میں حضرت مسیح کی حقیقی موت کے ثبوت میں قرآن سے لفظ توفی کی سند پکڑی ہے اور کہا کرتے ہیں کہ " اس لفظ کو خدائے تعالیٰ نے پچیس مرتبہ اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان کرکے صاف طورپر کھول دیا ہے کہ اس کے معنی روح کا قبض کرنا ہے نہ کچھ اور" آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۳۔ اوراس بات پر وہ اڑے ہوئے ہیں کہ لغتِ عرب میں اس لفظ کا اطلاق صرف موت ہی پر ہوتا ہے ۔ حالانکہ معتبر اہل لغت اس لفظ کے ایک معنی تمام گرفتیں بھی بیان کرتے آئے ہیں ۔ گو قرآن میں انی متوفیک اورفلما توفیتنی میں توفی کے معنی موت ہی ہیں۔

ذنب کی بحث کا بجنسہ وہی حال ہے۔ توفی کالفظ قرآن میں پچیس دفعہ آیا مگر" ذنب قریباً چالیس دفعہ قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے اور جیسا مرزا نے ہم کو بتلادیا۔ ریویو جلد ۱ صفحہ ۳۱۸ ہم کہتے ہیں کہ ہرجگہ ذنب کے معنی گناہ ہیں۔ مرزا اس کے معنی سوائے گناہ کے کچھ اوربتلاتا ہے ہم اپنے معنی کی تائید میں وہ سب کچھ کہتے ہیں جومرزا توفیٰ کےمعنی کی تائید میں کہہ گیا ۔ اورمرزا نے وہ سخن اختیارکیا ہے جو پرُانے مولوی لفظ توفیٰ کی تاویل میں اختیارکرتے ہیں۔ پس ہم مرزا سے اسی قسم کے دلائل طلب کرتے ہیں ۔ جو خود مرزا ہمیشہ اپنے مخالفوں سے طلب کیا کرتا ہے ذیل کی عبارت میں ناظرین توفیٰ اوراس کے معنی مرجانے کی جگہ ذنب اوراس کے معنی گناہ پڑھیں۔

ازورحدامکاں کیسے نیست کہ چنیں اثرے ازصحابہ یا حدیثے ازآنحضرت پیش کنند کہ معنی لفظ توفیٰ بجز میرا نیدن چیزے دیگر درآں بیان کردہ باشد ہرگز مخالفان بریں قدرت نخواہند یافت اگرچہ ازحسرت بمیرند۔وبعض ازعلماء مے گوئند کہ لفظ توفیٰ اورزبان عرب گا ہے بمعنی استیفا مے آید دہمیں معنی درقرآن شریف اینجا مراد است وہرگاہ ازیں علماء مطالبہ سند کردہ شود پس ہیچ سندے ازشعراء عرب نے آرند۔درکتب لغت وادب ہرگز مخالف ایں نخواہید یافت دہر کہ تفتیش لغاتِ عرب کندو وشتران جستجو برائے آں لاغر گرداند ہرگزایں لفظ اورمثل ایں مقامات بجز معنے نیزانیدن نخواہد یافت دایں لفظ بارہا درقرآن شریف ذکرکردہ شدہ است وخدائے تعالیٰ ایں لفظ اور مقام میرا یندن استعمال کردہ است وقائم مقام لفظ اماتت گردانیدہ۔

پس بارمہ ایں خصوصیت کنندہ است کہ بتائید دعویٰ خود شعرے ازشعار جاہلیت پیش کندیا کلامے ازکلمات فصحائے ایں ملت بیماند۔ من دردریائے علمعربی وارد شدم تاعمق آں رسید م وبرکوہائے بلند آں برآمدموتوغلہا میدارم وثمرہ ہائے آنرا چیدم دانر ہر طرف گردآوہ درم درکلام قوم تضصحہا کردم وصفحہ صفحہ دیدم پس بجز جسم میرانیدن وروح باقی واشتن معنی توفی درکلامے یا شعرشاعرے نیافتم۔ (مکتوب عربی معہ ترجمہ فارسی صفحات ۱۳۳، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۶۔

قصہ مختصر ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگرمرزا جی ساری عمر غوطہ کھائیں اوراس جستجو میں ہندوستان کے تمام گدھوں کی پیٹھیں بھی لگادیں توبھی قرآن کی ایک آیت اورحدیث ایک روایت بھی نہ پائینگے جہاں ذنب کے معنی سوائے گناہ کے کچھ اورثابت ہوسکیں اورنہ کسی اہل لغت یا شاعر کی کوئی سند لاسکینگے اگرچہ ازحسرت بمیرند۔

عصمت مسیح ازقرآن

گرمن آلودہ دامنم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمتِ اوست

باعتبار عصمتِ مسیح کی فضیلت

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اہلِ اسلام مذہباً اس کو اپنا ایمانی عقیدہ سمجھتے ہیں کہ جملہ انبیاء معصوم وبے گناہ ہیں اوروہ یہ ماننے کوبھی تیار ہیں کہ ان تمام انبیاء میں مسیح روح اللہ کو باعتبارِ عصمت ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے کہ جو کسی اوربشر کے لئے ممکن نہیں ہوئی۔ اورجہاں تک ہم نے محض تحقیق سے کام لیا ہم کو روزِ روشن کی طرح ہویداہوگیا کہ کلمۃ اللہ (سیدنا عیسیٰ مسیح) کی بابت ایسی عصمت وبے گناہی کا عقیدہ سراسر قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

اہلِ کتاب کے جتنے انبیاء ہیں ان کو اہلِ اسلام برحق تسلیم کرتے اور اپنے عقیدے کے لحاظ سے سب کو معصوم مانتے ہیں۔ اورگو ہم عیسائی لوگ مذہباً اپنے انبیاء کو عموماً معصوم نہیں مانتے توبھی عصمت مسیح کے باب میں پوری طرح اہلِ اسلام کے ہمزبان یہی کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن وحدیث ویسی ہی انجیل شریف سے

کلمۃ اللہ کی عصمت ثابت ہوتی ہے پس ظاہر ہے کہ عیسائیوں کے لئے تو کوئی روک نہیں کہ وہ موسیٰ یا داؤد یا کسی اور نبی کی عصمت سے اپنی پاک کتابوں کی بنیاد پر انکار کریں۔ مگر کسی مسلمان کے لئے جو جملہ انبیاء کو معصوم ثابت کررہا ہو کسی یہودی کے مقابل زچ آکر موسیٰ یا عیسائی کے مقابل عیسیٰ کو برا بھلا کہنا اور ناگفتی زبان سے نکالنا سخت کورباطنی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

ہم آج کل یہی تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی (خدا ان کو ہدایت بخشے) ایک طرف تو "عصمت انبیاء " ثابت کرتے چلے ہیں (ریویو نمبر ۵ ۱۹۰۲ء) اور دوسری طرف " جناب مسیح " کی عصمت پر اعتراض سنا رہے ہیں (نمبر ۴) اور ہمیں نہیں معلوم کہ کونسا الہام یا عرفان ان دونوں عنوانوں کو مطابق کرسکے گا۔ کیا عیسائیوں کی ضد میں عیسیٰ کا نام انبیاء کی فہرست سے کاٹ دیا؟ اہلِ اسلام کا عقیدہ حضرت مسیح کی عصمت کے باب میں جو کچھ ہے اس کو خود مرزا صاحب نے بڑے قلق کے ساتھ اپنی کتاب نورالحق میں یوں بیان کیا ہے " ہمارے مولوی لوگوں نے کہا مسیح ابن مریم اپنی بعض صفات میں بے مثل ہے اور جو کمال اور بزرگیاں اس میں پائی جاتی ہیں اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں۔ وہی ایک ہے جو اعلیٰ درجہ پر گناہوں سے پاک ہے۔ شیطان نے اس کی پیدائش کے وقت اس کو چھوا نہیں اور بجز اس کے سب نبیوں کو چھوا اور کوئی شیطانی مس سے بچ نہ سکا مگر ایک مسیح اور اس صفت میں نبیوں میں سے اس کا کوئی بھی شریک نہیں "(نورالحق حصہ اول صفحہ ٦)۔

اگر حضرت مسیح کی ایسی بے گناہی کا مسئلہ صرف اہلِ اسلام کی خوش اعتقادی سے ہوتا تو ہم کو اس کی چنداں پروا نہ ہوتی مگر ہماری تحقیق ہم کو بتلاتی ہے کہ یہ عقیدہ اسلام کی بڑی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جس کے مقابل مرزا جی خلاف بیانی بالکل ہیچ ہے اور اس باب میں ہم وہی کچھ لکھیں گے جو ایک راسخ الاعتقاد مسلمان قرآن کو حق مان کر لکھ سکتا ہے۔

مسیح استغفار ذنب سے بری بروئے قرآن شریف

اول۔ اگر کوئی سارے قرآن شریف کو پڑھ کر جانچے تو اس پر یہ بات روشن ہوجائے گی کہ اسلام کے جو پانچ اولوالعزم رسول ہیں یعنی آدم ،ابراہیم،موسیٰ ،عیسیٰ ومحمد یہ سب بجز ایک حضرت عیسیٰ

کے اپنے اپنے ذنوب یعنی گناہوں کا اقرار کرتے اور اپنے رب سے مغفرت یعنی آمرزش کے طلبگار ہوتے ہیں۔اور اگر کوئی حضرت مسیح کی استشنائی معصومیت کا قائل نہ ہو تو وہ کچھ جواب نہیں دے سکتا کہ کیوں ان سے اقراء ذنوب یا استغفار منسوب نہیں کیا گیا۔

بروئے حدیث

دوم ۔ اگر احادیث صیحہ پر غور کیا جائے[1] جن پر قرآن شریف کے بعد اسلام کا دارومدار ہے تو وہاں بھی یہی امر پیش آتا ہے۔ مثلاً حدیث شفاعت کو دیکھو جو صیحین کی روایت سے ثابت ہے۔ اس میں ہر نبی ذکر کرتا ہے اپنی خطا کا جو اس سے صادر ہوئی اور شرماتا ہے اپنے رب سے اس کے باعث "فید کر خطبۃ التی اصاب فیستحی ربہ منہار (مشارق انوار بخاری ص ۵۹)۔

اور اسی میں حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ ولکن ائنوا محمداً عبداً قد غفرلہ ،ماتقدم من ذنب وماتا خر ترجمہ :"تم لوگ محمد کے پاس جاؤ جو ایسا بندہ ہے جس کے لگے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے " مگر اس قسم کے کوئی بھی الفاظ حدیث شریف میں مسیح سے منسوب نہیں ہوئے جس سے گمان ہوسکے کہ کبھی کوئی خطا یا ذنب آپ سے بھی سرزد ہوا جس کو آپ خود یا کوئی اور نبی یاد کرتا۔بلکہ یہی روایت جو مسلم میں وارد ہوئی اس میں اس قدر حضرت مسیح کی شان میں اضافہ ہوا ہے ۔ولمد یذ کولہ ذنباً ترجمہ :اور ہرگز کوئی ذنب ان کے متعلق مذکور نہ ہوگا" خطا اور ذنب کے متعلق مرزا کی تمام رقیق تاویلان کا رد ہوچکا ہے۔

مسیح مس شیطان سے پاک بروئے قرآن

سوم۔ قرآن شریف میں صاف صاف الفاظ میں وارد ہوا کہ والدہ مریم صدیقہ نے صدیقہ کو اورنیز ان کے فرزند مسیح کو قبل تولد ہی خدا کی پناہ میں سپرد کردیا تھا اوران کے حق میں دعا کی تھی

(سورہ آل عمران آیت ۳٦) میں نے اس کا نام مریم رکھا اورمیں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اوراس کی اولاد کو شیطان مردود سے"۔ اسلام کی اصطلاح کے موافق قبل تولد ہی شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں اس طرح سے سونپے جانے کے معنی سوائے پوری بے گناہی کے اورکچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ اوریہ مفہوم

[1] اِس بحث میں میں نے صرف صحیح حدیثوں سے استدلال کیا ہے جن کی صحت میں کبھی شبہ نہیں ہوا اورامید ہے کہ اہل اسلام اس بات کا ہم سے زیادہ لحاظ رکھیں گے ۔

آیت کا اس درجہ برجستہ اورصاف ہے کہ آج تک کوئی ذی وقار مسلمان مفسر نہیں سنا گیا جس نے اس معنی سے کبھی انکارکیا اوران کارکرتا کیسے جبکہ خود صحابہ نے یہ ہی سمجھا کہ جو آنحضرت کی احادیث کے خازن اور امین مانے جاتے ہیں۔

چہارمہ ۔گویا اس آیت کی تفسیر وتشریح میں آنحضرت کا یہ قول بھی ہے جو صیحین میں منقول ہے (مشارق الانوارنمبری ۹۲۹) مامن مولود اولاد الاشیطان یمسه هین یولد فیسهل صارخاً من مس الشیطان ایا ہ الامریمه وانبها۔کوئی بچہ پید انہیں ہوتا مگراس کو چھولیتا ہے شیطان پیدا ہوتے وقت۔ پس وہ چلاّ تا ہے چیخ کر اس کے چھونے سے مگر مریم اوراس کا بیٹا " یہ ایسی مشہور حدیث ہے کہ ہر محمدی مفسر نے قرآن کی آیت متذکرہ بالا کی تفسیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ اب اس واقعہ کو کوئی مانے یا نہ مانے ۔ مگرآنحضرت نے ایسا ضروربتلایا ہے کہ انسانی پیدائش کا عالمگیر قانون یہی ہے کہ ہر بچہ بطن مادر سے نکلتے وقت مس شیطان میں مبتلا ہوتا ہے اوراس کی پہلی چیخ کا باعث مس شیطان ہوتی ہے اوراس سے مبرا ہونے کی خصوصیت صرف انہی دوتن کو حاصل ہے بخلاف جملہ مفسرین اس حدیث کی تفسیر میں مرزا جی یوں رقمطراز ہیں ۔ میں یہاں ان کے انگریزی رسالہ نمبر ۶ صفحہ ۲۳۹ سے اردو میں ترجمہ کرتا ہوں ۔ یہی مضمون اردو رسالہ صفحہ ۲۴۷ میں بھی مختصر طورپر موجود ہے۔

مرزا جی اورمس شیطان

" مسلمانوں کے درمیان ایک یہ حدیث مشہور ہے کہ عیسیٰ اوراس کی ماں مس شیطان سے مبرا تھے۔ لیکن ان الفاظ کی تعبیر میں غلطی کی جاتی ہے اوریہ خیال کیا گیا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی اشتنائی جلال مریم یا اس کے فرزند کا الہام سے ظاہرہوا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح اوراس کی ماں پریہود نے بڑی آزادی کے ساتھ فحش اورنہایت ہی ناپاک قسم کے بہتان لگائے تھے۔انہوں نے شیطانی افعال ماں اوربیٹے دونوں سے منسوب کئے تھے اورانہیں کمینہ بہتانوں کی جواُن کی پاک دامنی پر لگائے جاتے تھے تردید کرنے کو اوران کو الزام سے پاک کرنے کو یہ الفاظ ابتداً استعمال ہوئے۔ یہی ایک پہلو ہے جس کے لحاظ سے یہ حدیث مریم اوراس کے فرزند کو مس۔ شیطان سے مبرا بیان کرتی ہے۔ یہ الفاظ دوسرے انبیاء کے حق میں وارد نہیں ہوئے ۔ کیونکہ ان کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ۔ اورنہ ایسا کوئی گندہ الزام ان میں سے کسی پر لگایا گیا"۔

کیا یہ الجھی ہوئی تقریر ہے اورکس قدراپنے مدُعا کے خلاف یا شاہد اس کو الہام کا نقص عارض ہے ۔ اگرمس شیطان سے مبرا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ فحش اورنہایت ناپاک الزاموں کی تردید کی جائے تو مسِ شیطان میں مبتلاہونے کے معنی بالکل اس کے برعکس ہوئے۔ کیونکہ یہاں نہ صرف یہی بیان کیا کہ مریم اورمسیح مس شیطان سے بری ہیں بلکہ یہ بھی بیان کردیا کہ ہر دوسرا بشر وقت تولد اس میں گرفتار ہوچکا ہے۔ پس یہی حدیث جو صدیقہ اوراس کے فرزند کی بریت کا حکم رکھتی ہے کل بنی آدم کےلئے فرد جرم متصورہوگی۔ اس میں ایک امر واقعہ کا اظہار ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے بلا امتیاز مس شیطان میں مبتلا ہوجاتا ہے اورسوائے مریم اور مسیح کے اس سے کوئی محفوظ نہ رہا۔ پھر کیا ہم آپ کو یاد دلائیں کہ یہ حدیث یہود کی تردید میں بیان نہیں کی گئی جو فحش الزام لگایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ تو چھ سو برس قبل ہی موافق شہادت قرآن کے کلمتہ اللہ کی زبان معجز بیان سے صم " بکم کردئیے گئے تھے جب انہوں نے صدیقہ سے آکر کہا تھا یا مریمہ لقد بعثت شیاً فریاً بلکہ حدیث توان لوگوں سے بیا ہوئی جو دلی ایمان وایقان سے مان چکے تھے کہ مریم صدیقہ ہے اوراس کا فرزند کلمۃ القہا الی مریمہ وروح منہ اوراس میں بھی ایک قاعدہ ۔ یہ بیان کیا گیا جس کے ضمن میں مشتیٰ کا ذکربھی لازم آیا۔ توکیاآپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو مسیح کی پاک پیدائش قرآن سے کافی طورپر ثابت نہ ہوسکتی؟

معنی حدیث مامن مولود

ہم کو اس حدیث کے معنی بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ تو ظاہر سے زیادہ ظاہر ہیں اورعلمائے اسلام کے درمیان اس پر کوئی شرع نہیں۔ چنانچہ شیخ سلیمان جمل شارع جلالین فرماتے ہیں ۔ قال فلما غفافی ھذا الحدیث ان اللہ المستجاب وعاء اُم مریم والف وابنھا کہا ہے ہمارے علماء نے اس حدیث کے باب میں کہ تحقیق اللہ قبول کی دعا والدہ مریم کی اورتحقیق شیطان کو نچتا ہے تمام بنی آدم کو حتی نبیوں اور ولیوں کوبجزمریم اوراس کے فرزند کے "۔ پس مرزا جی صرف یہی نہیں کہ " یہ الفاظ دوسرے انبیاء کے حق میں وارد نہیں ہوئے " بلکہ بمقتضائے خون پیدائش انسانی یہ الفاظ کسی کے حق میں وارد ہوہی نہیں سکتے تھے اور حدیث میں ایک حقیقت کا اظہار ہے نہ کسی مناظر سے اس کا اشتہار۔

حدیث کی صحت

ہاں ایک بات ضرور ہے کہ مرزا جی اس حدیث کی تاویل میں جو اس طرح چوک گئے تو شاید آپ اپنے مریدوں کے روبرو اب اس کی صحت سے انکارکرنا زیادہ مناسب سمجھیں اوراس انکارکی بابت نہ ہم پیر سے مواخذہ کرسکتے ہیں اورنہ مرید ان باعقیدت سے ۔ کیونکہ یہ لوگ مارالامان ادیان میں رہ کر عقل ونقل کی عملداری سے باہر نکل گئے ۔ مگر دوسرے مسلمانوں کی تسکین کے لئے اس قدر کہہ دینا بے موقع نہ ہوگا کہ قسطلائی شارح بخاری نے اس حدیث کی بابت یہ فرمایا ہے کہ ولقی صحۃ الحدیث روایت اتقان تصحیح الشیخین من غیرقدح من غلب هماراس حدیث کی صحت کے لئے یہی کفایت کرتا ہے کہ اس کو ثقہ راویوں نے نقل کیا اوراس پر شیخین یعنی بخاری اورمسلم نے صاد کیا جس کے اوپر کسی دوسرے نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

عصمتِ صدیقہ مریم

پنجمہ۔ اس حدیث کی رو سے اورآیت مذکورہ بالا سے جس طرح حضرت مسیح کی عصمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح مریم صدیقہ کی بھی۔ اوراگر یہ حق ہے کہ مریم معصوم تھیں تو عصمت مسیح کے لئے ایک طبعی دلیل بھی ہاتھ لگتی ہے ۔ انسان کی وہ فطرتی کمزوری جواس کو گناہ کی طرف مائل کرتی ہے اس کو وراثتاً اپنے ماں باپ سے حاصل ہوئی ۔اہل کتاب کی اصطلاح میں اس کوپیدائشی گناہ کہتے ہیں اوراسی لئے حدیث میں کہا گیا۔ خطاء آدم محطات وریۃ آدم نے خطا کی اوراسی سبب سے اس کی اولاد نے خطا کی ۔ کوئی بشرنہیں جس کے دل میں یہ موروثی فساد نہ ہو۔ شق صدرکی مشہورروایت میں اس کووضاحت سے دکھلایا ہے کہ فرشتوں نے حضرت کو پکڑا اوراوپر سے نیچے تک سارا سینہ چاک کرکے دل کے اند اندرونی جوف میں شاعۃ سوداء یعنی ایک کالے منجمد خون کا لوتھڑا نکال ڈالا جو حظہ الشیطان یعنی شیطان کا حصہ تھا(دیکھو مشکواۃ علامات النبوۃ ، ہشام ذکر شق صدر، تفسیر عزیزی الم نشرح) اوراس حنط الشیطان کی جڑ ایسی گہری فطرت انسانی میں ہے کہ شق صدرکا عمل بھی مکررسہ کررکرنا پڑا تھا پس صرف ایک حضرت مسیح ہیں کہ جو اپنی پیدائش میں باپ کی طرف سے فطرۃً ہر موروثی الائش سے مبرا رہے۔ اوران کے وجود میں وہ فطرتی کمزوری جو انسان کے روح کو مغلوب کرکے گناہ کا موجب ہوجاتی

ہے کلیتہً مفقود ہوگئی ۔اوریہ تو ایسا ہے جوبجز مسیح کے کسی بشرکو نصیب نہیں ہوسکتی ۔

تولد بے پدر

ششمہ۔ حضرت مسیح کی معجزانہ یعنی بے پدرپیدائش، عیسائی اس کو انجیل کی بنا پر اورمسلمان قرآن کی بن پر مذہباً مانتے ہیں ۔ اوران کے نذریک دنیا میں ایسی کوئی عقلی دلیل نہیں جو الہامی دلیل سے زیادہ مضبوط اورقوی ہو۔ سرسید احمد مرحوم نے اس کا انکارکیا تھا اوراس میں وہ سراسراس یورپی گروہ کے مقلد ہوگئے تھے جو شہادت کی بنا پر جملہ معجزات کا انکارکرتے ہیں۔ ہم یہاں اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیتے کہ اگرمقدس کتابوں کے بیا ن کا الہام کے اعتبار پر قبول نہ کرلیا جائے بلکہ محض مورخانہ اصول وروایت سے کام لیا جائے تو کسی نبی کا کوئی معجزہ مثل کسی اورتاریخی واقعہ کے ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں ۔سر سید نے معجزانہ تولد کا انکارکیا اوران دلائل کو سنادیا جوآپ نے منکرین معجزہ سے یاد کی تھیں۔ اورہم کوکوئی تعجب نہیں آیا۔

مرزا کا اقرار انکار

مگرمرزا غلام احمد نے ایک نیا تماشہ کیا ایک طرف توآپ سرسید کو ڈانتے ہیں کہ انہوں نے اس خیال کوظاہرکیاکہ درحقیقت عیسیٰ اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے تھے"۔ اورایک طرف یہودیوں کے تمام اعتراض سناکر اورحمل صدیقہ کی نظیر میں پرانوں کے قصوں، اورہندوؤں اوریونانیوں کے افسانوں کا حوالہ دے کرآپ مخالفین کے ہمزبان سوال کرتے ہیں کہ"کیوں جائزنہیں کہ صدیقہ کے حمل کے لئے کوئی محفی صدیق ہوا"۔ اورپھرآیت لاھب لک غلماً زکیا۔ سے بدظن ہوکرآپ جواباً خودفرماتے ہیں کہ لوگوں کو اس جدید منطق کی طرف راہ نہیں کہ کیونکہ روح القدس میں کنواری عورتوں کو عطیہ " حمل عطا کردیا کرتا ہے " (صفحہ ۱۴۸، ۱۵۱) اوردوسری طرف ایک فرمانبردار طفل مکتب کی طرح گویا مار کے ڈرسے قبول کرلیتے ہیں کہ" قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت کو بے پدرمان لیا ہے "۔ اسلام نے وحی الہیٰ کی اطاعت سے اس قسم کے حمل کو مان لیا ہے اس لئے ایمانی رنگ میں کسی دلیل سے مسلمانوں کو قبول کرنا پڑا کہ ایسا ہی ہوگا"۔ واہ

گہے برطارم اعلیٰ نشینم   گہے برپشت پائے خود نہ بینم

کس قدر مچل کے مرزا جی نے اس حقیقت کو مانا ہے۔ ہم کو یہودیاد آتے ہیں فلا بحوھا وما کادوایفلون اوراس پر بھی آپ یہ فرماتے ہیں کہ" قرآن شریف کا مسیح اوراس کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان کردی ورنہ اگر قرآن بھی وہی رائے حضرت مسیح کی ولادت اوران کی ماں کے چال چلن کی نسبت ظاہر کرتا جو یہودیوں نے ظاہر کی تھی تو تمام دنیا اسی کثرت رائے کی طرف مائل ہوجاتی"۔ اگریہی منطق ہے تو کل کو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے خدا پر احسان کیا کہ اس کی الوہیت وروبوبیت کو تسلیم کیا ورنہ کروڑہا انسان بریڈلا کی رائے کی طرف مائل ہوجاتے۔ آپ نہیں سمجھ سکتے کہ حق پر گواہی دینا اپنے نفس پر احسان کرنا ہوتا ہے۔ پس اس برحق اورپاک پیدائش کو مان لینا قرآن کا بھی فرض تھا۔ کیونکہ آپ بھول گئے کہ " انہی بہتانوں کی وجہ سے یہود پر پھٹکار پڑی" صفحہ ۱۵۰۔ پھر کون اس پھٹکار میں حصہ لینا چاہتا ؟ مگر مطلب سعدی دیگر است۔ اس پردے میں دراصل آپ یہ کہنا چاہتے تھے کہ مسیح کی بےپدرولادت کو مان خود بدولت نے عیسائیوں اورمسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ خیر احسان ہی سہی۔ مگر آپ پھٹکار سے کیوں ڈرگئے ۔ آپ کے سر پر توپھٹکار نے آشیانہ بنالیا ہے۔

تولد بے پدر کا اقرار

اب جبکہ تولد بے پدر کو تمہارے ایمان نے مان لیا تو تمہارا فرض ہے کہ بتاؤ اس راز کا مقصود اوراس کا سر اورلم کیا ہے۔ کیوں اس قانونِ تولد کو مسیح کی پیدائش میں معطل کردیا؟ کیوں استقراء فطرت کو توڑڈالا اوراس کیا ضرورت تھی؟کیا یہ نیچر کا ایک مہمل کھیل تھا ؟ اگر یہ معجزہ تھا تو پھر کیونکر ایسا بڑا معجزہ اکارت جاسکتا تھا؟ مرزا جی کے پاس ہمارے ان سولوں کا صرف یہی جواب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو منظور تھا کہ یہودی اپنی جبلّی شرارتوں سے حضرت مسیح اوران کی والدہ صدیقہ کے چال چلن پر ناجائز حملہ کریں اوران کو گو عصمت اورطہارت سے محروم قراردیں"۔ جس سے مریم اورمسیح کو تو یہ نفع ہوگا کہ " حضرت مریم صدیقہ اوران کے سعید لڑکے کو ایسے بہتانوں سے جو کچھ دل پر صدمہ پہنچا ہوگا اس کا اندازہ ایک شریف کرسکتا ہے"۔ اوریہودیوں کو یہ نفع ہواکہ " انہیں بہتانوں کی وجہ سے یہود پر پھٹکار پڑی " صفحہ ۱۵۰ اورایسا فعل شان کبریائی کے توہرگز شایاں نہیں ہے۔

مرزا کی مشکل

آپ فرماتے ہیں کہ " اس جگہ پادری صاحبان کے لئے بڑی مشکل ہے" یہ کہنا چاہیے تھاکہ اہل اسلام کے لئے بڑی مشکل ہے ۔ مگرہم سمجھتے ہیں مشکل صرف آپ کو ہے۔ ہماری مشکل تو حل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس ولادت نے مولود میں ایک روحانی قوت دے دی ۔ اس میں آدم کے خطا کا سلسلہ منقطع کردیا۔ اورموروثی کمزوریوں سے بالکل آزاد کرکے اس حنط الشیطان کو جو نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتا چلا آتا تھا۔ ابن مریم میں معدوم کردیا۔ جس کا نتیجہ ان کی بے گناہ وبے ذنب زندگی میں بمصداق آفتاب آمد دلیل آفتاب روشن ہورہاہے۔ اورجب یہ پیدائش جس نے قانونِ فطرت کو توڑدیا اتنی بڑی ذاتی برکت کا باعث ٹھہری کہ مسیح معصومیت میں فرد ثابت ہوئے تو نفع سراسرمریم اورابن مریم کے ہاتھ رہا۔ جن میں سے روحانی فیض کے چشمے بنی آدم کی سیرابی کےلئے آج تک جاری ہیں اورآخر تک جاری رہیں گے۔اوریہودیوں کی " شرارت اورخباثت" سے ان کو سرِ موگزند نہیں پہنچا۔ مقدسہ مریم فرماتی ہیں " اب سے لے کر ہر زمانہ کے لوگ مجھے مبارک کہینگے"(لوقا ۱: ۴۸) چنانچہ آسمان پر تو ملائکہ پکاررہے ہیں ان اللہ اصطفک وطہرک اورایک جہان جس میں تمام مسلمان اورتمام عیسائی شامل ہیں ان کی پاکدامنی کی قسم کھارہاہے۔ پھر یہ مٹھی بھریہودی جن پر ان کی گستاخی کی وجہ سے اللہ کی ماربھی پڑچکی کس منہ سے کسی ایمان دار کے سامنے زبان کھول سکتے ہیں۔ ہاں قادیان میں ان کا کچھ زور ہو تو ہو جس کا دارومداریہود کی صحاح ستہ پر ہے۔

تولد بے پدر کی نظیر مفقود

مسیح کے تولد بے پدرکو مان کرمرزا جی نے اپنی مشکلوں کو خوب بڑھا رکھا ہے۔ آپ ہم کو سناتے ہیں کہ پہلے انسان کے " باپ وماں دونوں نہ تھے اورہم روز دیکھتے ہیں کہ صدہا کیڑے بغیر ذریعہ ماں باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہیں "۔ حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یونانی اورہندی طبیبوں نے اس کی نظیریں دی ہیں کہ کبھی انسان محض ماں کے مادہ سے بغیرباپ کے نطفہ کے پیدا ہوسکتا ہے " (جلد اول نمبر۲صفحہ ۶۷، ۶۸)۔
ہم انکارکرتے ہیں کہ کبھی کوئی انسان بلا ماں باپ کے پیدا ہوا اور خودتم کوبجز اس اقرارکے چارہ نہیں کہ" جس بات کی ہم تلاش میں

تھے یعنی یہ کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا اس کی نظیر یقینی طور پر ہندوؤں اوریونانیوں میں ہمیں نہیں مل سکی "صفحہ ۱۴۷۔

اب رہے کیڑے جو آپ کو ستارہے ہیں اگر حق ہے تو قانون ِفطرت یہ ٹھہرا کہ اس قسم کے کیڑے ہمیشہ بلا ماں باپ پیدا ہوا کریں۔ ان کو انسانی تولد کے قانون سےکیامناسبت ؟ یہ سبق شاید قادیاں کے مدرستہ العلوم میں پڑھا جاتا ہو کہ چونکہ بعض کیڑوں کی پیدائش کا قانون بلا ماں باپ کے پیدا ہونا ہے اس لئے بعض انسان بلا باپ صرف ماں سے پیدا ہوئے۔

پیدائش آدم

پہلا انسان جوبے ماں باپ پیدا ہوا وہ مسیح کے تولد کی نظیر نہیں ہوسکتا اورہم تم کو سمجھادیں کہ کیوں ؟ تکوینِ جنس کا قانون ایک ہے جس سے کوئی جنس صفحہ ہستی پر موجود ہوتی ہے۔ اورترقے جنس کا قانون دوسرا جس سے ایک جنس کے افراد زمین پربڑھتے ہیں۔ جب پہلا انسان موجودہوگیا جیسے کہ جنس کا پہلا درخت یاپہلا حیوان تواب بقائے جنس کا قانون جاری ہوا کہ درخت بیج سے اورحیوان ماں باپ کے نطفہ سے پیدا ہوتا رہے۔ کس صفائی سے قرآن فرماتا ہے کہ بداخلق الانسان من طین ۔ شروع انسان کی پیدائش مٹی سے ہے ثمہ جعل نسلہ من صلالۃ من ماءٍ مھین۔ پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے پانی بےق درسے (سجدہ ع ۱) پس اگربقول تمہارے " حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہیں " تو وہ کیوں ترقے جنس یعنی افزائش نسل آدم کے اٹل قانون کے تابع نہیں رکھے گئے؟ کیوں وہ بھی ماءٍ مھین ذلیل وخوارپانی سے نہیں پیدا کئے گئے ؟ کیوں قانون ولادت ٹوٹا؟ نیچر کی یہ کیا دل لگی تھی ؟ ہم کہتے ہیں کہ مسیح آدم ثانی ہے اورایک نیا مخلوق اوراسکی پیدائش کوآدم کی پیدائش پربوجوہ فضیلت حاصل ہے ۔ قرآن کے بیان کے مطابق آدم کو اللہ نے اس طرح خلق کیا کہ اس کے جسم کوتومن صلصال من حما مسنون خشک کھنکھناتی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے نکالی گئی تھی بنایا۔ (حسینی) اوریہ مشت خاک آدم کےلئے گویا بجائے مادر کے متصور تھی اوربالکل بے حقیقت تھی۔ آخرخاک تھی جس سے کم قدرکوئی شے عالم سفلی میں نظرنہیں آتی ۔ اوراسی کثیف اصل کے عذرپر ابلیس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکارکیا تھا۔ اس خاک کے پتلے کو جوکچھ شرف حاصل ہوا وہ صرف اس روحانی مناسبت سے کہ اللہ نے اس میں اپنی روح پھونکی

ونفخت فيه من روحی (حجر) اوریہی نفخ روح پیدائش آدم میں باپ کی جگہ متصور ہے۔

مسیح آدم ثانی

مگر اللہ پاک نے پسند نہ کیا کہ آدم ثانی کے کالب کو اسی حقیر صلصال سے بنائے جس سے آدم پیدا ہوا تھا۔ یا اس ماءٍ مہین سے بنائے جس سے مثل آدم پیدائش ہوئی بلکہ اس نے اس کے مادے کو جسم اطہر صدیقہ میں لطیف ونظیف بنایا اوراس میں ایسی برکت رکھی کہ وہ ہر کدورت سے پاک ہوگیا۔ آدم کا جو خاک کا کالبد بنایا تھا وہ شیطان کے تصرف سے نہیں بچ سکتا تھا حتیٰ کہ اہل اسلام میں یہ روایت بھی مشہور ہے کہ اللہ نے آدم کا پتلا بنا کرچالیس برس تک زمین کعبہ میں ڈال رکھا تھا تو شیطان آیا اوراس کے تمام اعضا کا امتحان لیا ۔ پھراس نے لات مارکر اس کو ٹھنکایا اوراس کے منہ سے گھسا اورپیٹ وسر میں خوب گشت کرتا ہوا ناک کی راہ نکل آیا (دیکھو طبری فارسی اورتفسیر عزیزی)۔

بطن اطہر صدیقہ

مسیح کے جسم کو خدا نے ایک برتر طریقہ پر خلق کیا۔ قرآن کہتا ہے کہ اس نے پہلے مریم کو پیدا کیا درآنحالیکہ بطن مادر سے وہ خدا کے سپرد کی گئیں۔ پھر خدا نے ان کی حفاظت کی ایسی کہ شیطان پاس نہ آنے پایا اورنہ ان کو چھو سکا۔ نشوونما انہوں نے خدا کے گھر یعنی مسجد الاقصی الذیٰ برکنا حولہ میں پائی۔ ان کی تعلیم وترتیب پر صالح نبی زکریا مامور ہوا۔ آسمانی خوراک رزقامن عنداللہ سے ان کی پرورش کی گئی۔ فرشتوں نے ان کی خدمت کی ان کو پاک کیا حتیٰ کہ خدا نے ان کو اپناکرلیا اورتمام نساء المصالین پر سرفراز کیا ۔کیا قادیان میں کوئی مردار بڑھیا جو صدیقہ کے مقابلے میں کہدے کہ میں نے تجھ سا پوت جایا ہے؟

اسی کے بطن اطہر سے جوہر لوت سے منزہ تھا خدا نے کسی نامعلوم روحانی عمل سے اپنے کلمہ کا جسمانی لباس بنایا۔ بھلا اس کو شیطان کیسے چھوتا؟ یہ فضیلت آدم کو کب نصیب ہوئی آدم کےکالبد کو مسیح کے کالبد سے کیا مشابہت ؟ چہ نست خاک رابا عالم پاک؟ دیکھو آدم جنت میں رکھے گئے۔ مگر ان کو وہاں سے اترنا پڑا۔ مسیح زمین پر رکھے گئے اوران کو رفع سماوی ہوا۔ پھر روحانی مناسبت جو آدم کو حاصل تھی وہ سب مسیح میں بدرجہ اُتم موجود ملتی ہے۔ وہ اللہ کا کلمہ اوراس کی روح ہے۔ اب چاہے اس کو ابن اللہ کہو چاہے کلمتہ اللہ۔ چاہے روح اللہ ، اللہ کے ساتھ

اس پاک وجود کو جو بے مثل تعلق وواسطه حاصل ہے اس کے اظہار کے لئے انسان کی زبان تو قاصر ہے اورکچھ ایسے ہی الفاظ بیساختہ موزوں ہوجاتے ہیں۔ جن کے معنی اس سے بہت زیادہ ہیں جولوگ آج تک بیان کرسکے۔

مسیح آیت اللهه

ہم کو یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ جیسی عجیب وغریب یہ پاک پیدائش تھی اسی کے بالکل مناسب ویسی ہی عجیب وغریب اس مولود کی ساری زندگی بھی ہوئی اس کا ہردم معجزہ تھا ہر قدم آیت اللهه وہ اب بھی زندہ قائم ہے اوربڑی تجلیات کے ساتھ آسمان سے نزول فرمائیگا۔ اوراس میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ آپ ہی اپنی مثل ہے ع۔

که عدیم است عدیتیں چوخداوند کریم

اورگو آپ " خداوند تعالیٰ کی قسمیں " کھاکھا کر اورہزاروں " سلف" اٹھا اٹھا کر مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کریں اور زندگی بھر جھوٹ بولیں کہ" مسیح سے بڑھ کر یہاں معجزات ظاہر ہورہے ہیں ، اورہمیشه رٹا کریں کہ " مثیل عیسیٰ بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر" صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸۔

سقیم قادیان

مگر ہم آپ کی قسموں کے جواب میں کہیں گے لا تطع کل خلاف مہین کیونکہ ہم کو اورسارے جہان کو خوب معلوم ہے کہ آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ کشمیر کے سری نگر میں محلہ خان یار کی خاک چھانیں اوربلاآخر" ذیا بیطس واسہال کی بیماری بدن کے نیچے حصے میں اوردوران سراورکمی دوران ِخون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں " نمبر۹ صفحہ ۳۴۲ لئے ہوئے آپ اسفل اوراعلیٰ کی ہزارمکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی سی جاملیں۔ اے کاش آپ کا سراس قدرنہ پھر جاتا اورشاید اسی دن کے لئے کسی نہ کہا تھا ۔ع

مژده باد اے مرگ۔ عیسیٰ آپ ہی بیمارہیں

ہفتم۔ لوگوں نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ انسان کیونکر معصوم ہوسکتا ہے ؟ ملک ہند کے سب سے بڑے محدی عالم شاہ ولی اللهه صاحب دہلوی نے اس سوال کو اٹھایا تھا اوراس کا جواب بھی دینا چاہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ والصمد لها اسباب ثلثه ان یخلق الانسان نقیاً عن الشهوا ت الرزیلته ۔ وان یوحی الیه حسن الحسین وقبح الفیح۔ ۔۔۔۔ وان یحول اللهه بینه وبینما یرید من الشهوات

الرزيلۃ رحجۃ اللہ البالغہ یعنی عصمت کے لئے تین اسباب ہوسکتے ہیں (۱) یہ کہ انسان شہوات رزیلہ سے پیدا ہی پاک کیا جائے۔(۲) یہ کہ وحی سے اس کو نیکی کی خوبی وبدی کی برائی کا علم بخشا جائے (۳) یہ کہ حائل ہوجائے اللہ درمیان اس کے اور اس کے ارادوں کے جو شہوات رذیلہ سے پیدا ہوں۔

اسباب عصمت جو مسیح میں بہم ہوئے

اگرہم اس کو مان لیں تو اس معیار سے بھی حضرت مسیح عصمت میں منفرد ثابت ہوتے ہیں۔پہلا سبب سوائے آدم کے کسی کو حاصل نہ تھا اورآدم کو بھی جوکچھ حاصل تھا وہ اس کو خطا سے بچانے کو کافی نہ ثابت ہوا۔ آدم کے بعد اورجو سب اس کی صلبی اولاد سے ہوئے خطاء آدم فخطات ذریتہ کے حکم میں داخل ہوکر خاطی ہوتے آئے۔ مگرہم مسیح کی معجزانہ پیدائش کی بحث میں بدلیل دکھلاچکے کہ یہ سبب بدرجہ کمال مسیح کی ذات کو حاصل تھا۔

نبوت مادرزاد

دوسرا سبب وحی پر منحصر ہے اوروحی یوم ولادت سے کسی کو نہیں پہنچی سوائے حضرت مسیح کے (۱) آپ نفخ روح ہوکر بطن مادر میں تشریف لائے (۲) کلمۃ اللہ ہوکر زمین پر ظہورپرُنورفرمایا (۳) آغوش مادرمیں آتے ہی نبوۃ کا ڈنکا بجادیا انی عبداللہ آتنی الکتاب وجعلنی نبیاء میں بندہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی اورمجھ کو نبی کیا(۴) تکلم فی لمہد آپ کا معجزہ نبوت تھا۔ علاوہ اس کے اوربھی طفلی کے معجزات ہیں۔ ا ن باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نبی مادرزاد ہیں جیسا کہ کوئی اورنبی نہیں ہوا۔ پس یہ دوسرا سبب ہمیشہ سے آپ کوحاصل رہا۔

تیسرا سبب ایسا ہے کہ بہت سے خدا کے بندوں میں عام ہوسکتا ہے اورجس کی نسبت جس قدرشہادت بہم پہنچ جائے اس کو اسی حدتک گناہ سے محفوظ مان سکتے ہیں اوریہ ایسا سبب ہے جواسی شخص کو درکارہوسکتا ہے جس کو پہلے دوسبب حاصل نہ ہوں۔ اگرکسی درجہ یہ سبب انبیاء کو حاصل تھا تو وہ ان کوحقیقی معنی میں معصوم نہ کرسکا ۔ کیونکہ اقرار ذنوب واستغفار اس کے منافی ہیں۔مگرمسیح کو علاوہ پہلے دوسببوں کے ایک اوربرکت بہی حاصل تھہ۔ اگراس کو دوسرے سبب میں شامل نہ کریں وہ تیسرے سبب کی جگہ کسی نہایت اعلیٰ مرتبہ پر متصور ہوتی ہے۔ ایدناہ بروح القدس مدد دی ہم نے اس کو روح پاک سے۔

اہل اسلام اس آیت کے معنی خوب جانتے ہیں اورمرزا صاحب کو اسکا بڑا قلق ہے۔ آپ اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ میں لکھتے ہیں" اس کی تفسیر میں تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں ۔ کہ روح القدس ہر وقت قرین اور رفیق حضرت عیسیٰ کا تھا اورایک دم بھی ان سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ دیکھو تفسیر حسینی ، تفسیر مظہری ، تفسیر عزیزی معالم ابن کثیر وغیرہ۔ اور مولوی صدیق حسن فتح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ۔۔۔۔ لکھتے ہیں ۔" جبرئیل ہمشہ حضرت مسیح کے ساتھ ہی رہتا تھا اورایک طرفتہ العین بھی ان سے جدا نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گیا"۔ اورشاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں بالجملہ تائید بروح القدس بہر معنی کہ باشداز مخصوصیات ایشا بود، یعنی حاصل کلام تائید روح القدس چاہے اس کے کچھ ہی معنی کیوں نہ ہوں حضرت مسیح کی خصوصیت سے ہے۔

خصوصیاتِ مسیح

اس تمام تقریر سے ثابت ہوگیاکہ مسیح کی عصمت کی خصوصیت میں مرزا جی نے جوکچھ کلام کیا تھا وہ سراسر قرآن وحدیث کی ضد میں تھا اوریہ جو علماء اسلام کہتے تھے بالکل حق نکلا کہ " مسیح ابن مریم اپنی بعض صفات میں بے مثل ہے اورجوکمال اوربزرگیاں اس میں پائی جاتی ہیں اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں ۔ وہی ایک ہے جو اعلیٰ درجہ پر گناہوں سے پاک ہے۔ شیطان نے اس کی پیدائش کے وقت اس کو چھوا نہیں اوربجز اس کے سب نبیوں کو چھوا اورکوئی شیطان کی مس سے نہ بچ سکا مگر اک مسیح اس صفت میں نبیوں میں سے اس کا کوئی بھی شریک نہیں"۔اورجب حضرت مسیح کی زندگی کے حیرت افزا عظیم الشان واقعات پر ایمان کی نظر سے غور وفکر کیا جاتا ہے ۔درگاہ سرمدی میں اپنی والدہ صدیقہ کی بےنظیر مقبولیت ان کا بے پدرتولد۔ ان کے معجزات بینات سے انکاصعود آسمانی ۔ ان کی حیات، ان کا دوبارہ بڑے جلال ونصرت کے ساتھ نزول اورانکا بطور حاکم عادل کے قیام۔ تو ہم کو کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ گو مرزا جی ساری عمر اس پر رویا کریں کہ اہل اسلام نے " حضرت عیسیٰ کو حد سے زیادہ بڑھادیا یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ فرشتہ ہے انسان نہیں۔

عظمت روح اللہ

اوربعض نے کہا وہ ایک کلمہ اورروح اللہ ہے ۔ اس صفت میں اس کاکوئی شریک نہیں ۔ اوربعض نے اس پر اورحاشئے چڑھائے اور کہا کہ وہ ایک الگ مخلوق ہے جو فرشتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ملائکہ تو عرش پرنہیں جاسکتے مگر وہ عرش پر بیٹھا ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف اس کا رفع ہوا اورخداوند عرش پر ہے۔ پس وہ ہر ایک فرشتہ اورہرایک مخلوقات سے افضل ہے۔ یہ تو بعض علماء کا قول ہے ۔مگر صاحب کتاب انسان کامل عبدالکریم جو متصوفین میں سے ہے اس بارے میں حد ہی کردی۔ اور کہا کہ تثلیث ایک معنی کے رو سے حق اوراس میں کچھ حرج نہیں اورعیسیٰ ایسا ہے اورایسا ہے بلکہ اس طرف اشارہ کردیاکہ وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہے (نورالحق صفحہ ۴۹)۔

کیا حیرت ہے کہ جب انہوں نے دنیا میں ایک ایسے فوق الانسان وجودکا مشاہدہ کیا جو قدرت کاایسا بین مظہر تھا اوراس کوایسے روحانی اوج اوربلندی پر دیکھا جس تک کوئی مخلوق کبھی پہنچ نہ سکا اورجس کے اوپر سوائے خالقِ کونین کے کوئی نظرنہیں پڑا توان کی نگاہ خیرہ ہوگئی ۔اوربے خودی کے عالم میں جہاں مناظر ومکابر اپنے تیئں گم کردیتا ہے ۔ یہ لوگ وہ کچھ کہہ گئے جو کہے گئے ۔ اورکیوں نہ کہتے ؟ ان کو تو خدا لگتی کہنا تھی عیسائیوں کی ضد میں اپنا ایمان برباد کرنا منظورنہ تھا۔ آپ کو اس کا صدمہ ضرورہے۔ مسیح کی یہ عظمت وشان دیکھ کرتم کو جواپنے تئیں مثیلِ مسیح کہتے ہو اپنی ذلیل وخوارہستی سے کیسی گھن آتی ہوگی؟ کیا عجب کہ تمہارے سینے کینے کی آگ بھڑک اٹھی اور مغز استخواں کو جلائے ڈالتی ہے۔ اس عناد کا علاج تو سعدی نے بتایا ہے:

بمیرتابرہی اے حسود کیں رنجست
کہ ازمشقت اوجز مرگ نتواں رست

عصمتِ مسیح ازناجیل

معه ردشبهات

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندرطعنہ پاکاں برد

اوّل مرزاکا طریق عمل

روح اللہ(عیسیٰ مسیح) کی عصمت پر قرآن وخبر کی ایسی بین شہادت موجود ہوتے ہوئے کون مسلمان ہے جس کو اپنے ایمان کاپاس ہواورپھر بھی وہ آپ کی شان کے خلاف زبان ہلائے یا اپنی بے ادبی کی معذرت کرنے سے شرم نہ کرے ۔

مرزااورحمّیت اسلام

مگر مرزا جی کو دیکھوآپ کہتے ہیں "کاش پادری صاحبان خدا کے پاک نبیوں کی نکتہ چینی نہ کرتے اورتوہین وتحقیر اورعیب گیری آنحضرت سے مسلمان بھی یہودیوں کی کتابوں کی مدد سے اورخود انجیل شریف میں سے بھی حضرت مسیح کے عیبوں کی تفتیش نہ کرتے ۔ یہ گناہ درحقیقت پادری صاحبان کی گردن پر ہے۔"(ص ۱۰۹)اس منطق کا ماحصل یہ ہے کہ پادریوں نے آنضرت کی توہین اورتحقیرکرکے مسلمانوں کے دل دکھائے ۔ اس لئے مسلمانوں کو واجب ہوا کہ یہود کے ساتھ مل حضرت مسیح کی توہین اورتحقیر کرکے خود اپنے مسلمان بھائیوں کے دل دکھائیں اورگنہگارہوجائیں ۔ اور چونکہ ہزاروں کتابیں پیغمبر اسلام کی توہین میں شائع کی گئیں"(ص ۳۰۷) پس مسلمانوں نے اسلام کے ایک اولوالعزم نبی کی توہین میں ایک کتاب شائع کردی۔ کیا خواب آپ نے پادریوں کی اصلاح کی ؟گویا مرزا کہتا ہے کہ اے پادریومسلمان ہوکرمیں تمہارا مقابلہ نہ کرسکا ۔ پس اب اسلام ترک کرکے یہودی اورزندیق بن کر تمہارے مقابلے کو آتا ہوں یعنی تمہارا شگون بگاڑنے کو اپنی ناک کاٹتا ہوں۔

آفریں بردست وبازدے تو

گو ہم مسلمانوں کے دل دکھانے والوں کے لئے معذرت نہیں کرتے مگر اس قدر کہہ دینا بے موقع نہیں کہ جن کے دل دکھے ان کو خود معلوم ہوگیا کہ مخالفوں کو اشتعال دینے والا قادیان کا ملا اوراس کا مکتب تھا اوراس کی گردن پر اس گناہ کی مناسب جگہ ہے۔

مرزا کی اس تقدیر سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ عیسائی تو عدم عصمت انبیاء میں بالکل نیک نیتی سے بحث کرتے ہیں اوردلیل میں ان کتابوں کو پیش کرتے ہیں جو اہل اسلام کی مسلّمہ ہیں۔مگر

مرزا محض ضد پرتلا ہوا ہے "اوریہودیوں کی کتابوں کی مدد سے "صرف ایسی بات زبان سے نکالتا ہے جس کو نہ خود مانتا ہے اورنہ اس کے مخاطب ۔ اوریہ ایک ایسا شرم ناک مکابرہ ہے جس کوکوئی اہل ِحق جائز نہیں رکھ سکتا۔ اورشاید اسی لئے مرزا نے اختیارکیا ہے۔

ہم نے آج تک نہیں سنا کہ مسیح کے حق میں یہود کی بدزبانی اور بدگمانی کا جواب کسی عیسائی نےحضرت موسیٰ کو برا بھلا کہہ کردیا ہو یاکسی ایمان دارسنی نے صحابہ کی حمایت میں شیعوں کا جواب دینے کے لئے حضرت علی کوگالیاں دی ہوں۔

مولوی سید احمد حسن شوکت اس چال کو تاڑگئے اورسچی اسلامی غیرت سے لکھتے ہیں "وہ لوگ کس قدرقسی القلب ہیں جو حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم نبی کو برا کہتے ہیں جن کی عظمت درفعت وقربت اورجن کی والدہ ماجدہ کی غفلت وعظمت کی گواہی خود قرآن مجید نے دی ۔۔۔برخلاف اس مردود قادیانی عیسیٰ کوگالیاں دے کر دوزخ کاکندہ بنتا ہے اوراپنے کو عیسیٰ مسیح سے بہتر بتلا کر دارالبوار کو اپنا مسکن بناتا ہے۔۔۔کوئی حکمیت عملی کوئی مصلحت ضرورہے کہ مسیح کی طرح آنحضرت پرکھلم کھلا سب دلعن نہیں کیا جاتا اگرچہ ضمناًاورمعنیً کل انبیاء پر سب دلعن ہوچکا ہے ۔کیا معنی کہ جس شخص نے ایک نبی عیسیٰ مسیح کو گالی دی اس نے قرآن کے خلاف کیا اورتمام انبیاء کو گالی دی" (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶ مئی ۱۹۰۳)۔

حضرت خضرپرنکتہ چینی

اوربات بھی ایمان کی یہی ہے کہ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ سوانح مندرجہ انجیل شریف کی بناپر حضرت مسیح کی عصمت پر حرف گیری کرے۔ جب قرآن کی شہادت سے وہ ان کو ایسے اعلیٰ درجہ پر معصوم مان چکا تو س کا فرض ہے کہ اگرکوئی وسوسہ کسی قول سے اس کے دل میں پیدا بھی ہوتو وہ تاویل کرکے اس کو قرآن کے مطابق کرے اورخود معترض کو جواب دے۔دیکھو حضرت خضر نے ایک بچہ مارڈالا اورگو قتل انسان بلا قصاص ہرحال میں حرام تاہم اس فعل پر حضرت موسیٰ کو بھی اعتراض کرنے کی مجال نہیں تھی۔اور اس کی ایسی تاویل کی جاتی ہے جو اس فعل میں حضرت خضر کے بے خطا ہونے کی منافی نہ ہو۔ پھر کیونکر کوئی مسلمان حضرت مسیح کے کسی عمل پر اعتراض کرسکتا ہے گو اس کا سّر اس پر پوشیدہ بھی ہو۔

مرزا کی مفروضہ امامت

حاشا ہم مرزا کو اپنا صحیح مخاطب نہیں سمجھتے کیونکہ اس کے خیالات مسلمانوں کے مقبول نہیں ۔ وہ ایک گمنام دینی خانہ بدوش گروہ کا پیشوا ہے جس کی مخصوصہ مسلمانی کا لب لباب مسیح کو گالیاں دینا ۔ مرزا کو مسیح موعود اورمہدی مسعود کہنا اورچاروں طرف ڈینگ مارنا ہے۔ عمر بھر توآپ نے قرآن پڑھا مگر سمجھے اتنا بھی نہیں جتنا کبیر داس سمجھتے تھے۔ پھر انجیل نہ سمجھنے کی ان سے کیا شکایت وہ توآپ کے تعلیمی نصاب میں بھی داخل نہ تھی آپ کی انجیل دانی "سری کیول لال کلنک اوتار" کی قرآن دانی سے کچھ زیادہ ہے اوربرہمچاری دھرم پال جی۔بی۔اے عرف عبدالغفور کی قرآن دانی سے کچھ گھٹ کر۔ ایک آریہ دوست نے ان صاحب کا رسالہ ترک اسلام مجھ کو نذرکیا جب حُور کی پیدائش پر میں نے ان کے اعتراض سنے تو مجھ کو ہنسی آئی اوریہ سوال دل میں پیدا ہوا کہ اعتراض کرنا مرزا نے برہمچاری جی سے سیکھا یا انہوں نے مرزا سے۔ ہر کتاب ایک ہی اصول تفسیر کی محکوم ہے۔ جو اصول مرزا نے قرآن کی تفسیر کا بیان کیا بجنسہ وہی اصول انجیل کی تفسیر کا ہے۔اور ایک حق پسند شخص تھوڑے صبر ودیانت سے صحیح معنی تک بہ آسانی پہنچ سکتا ہے۔ جس مضمون پرہم نے یہاں قلم اٹھایا اس سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ جولوگ شریر دشمنوں کے شبہات کی وجہ سے کسی شبہ میں پڑگئے ہوں اس سے نکل آئیں۔ ورنہ مرزا کے ہر سخن سے روح اللہ کے ساتھ اس کی قلبی عداوت ونفرت ٹپکتی ہے حتی کہ اس کا سارا بیان ہدیان ہے اورجواب کا مستحق نہیں۔

مرزا کا مسیح کے حق میں حسُن ظن

بعض اقوال آپ کے قابل شنید ہیں" ہماری راست پسندی ہمیں مجبورکرتی ہے کہ ہم گواہی دیں کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق بھی عقلی طورپر ثابت نہیں ہوسکتا " (ص ۷۱) تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہیں ہوسکتی (ص ۷۲)۔ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ نعوذ باللہ یہ انسان درحقیقت ایک دنیا پرست اورمکارتھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوا نہ پیشن گوئی سچی نکلی" (ص ۲۰۲)۔(آپ کی زبان پر یہ نعوذ بااللہ بھی کیسا بے محل آیا)پھرآپ حضرت مسیح کی عصمت پر "شریر دشمنوں " ص ۱۱۶ ،"شریر یہودیوں ص ۱۰۵،عیسائی قوم کے نکتہ چینیوں" ص ۱۵۶،اور"فرقہ فری تھنکر"یعنی

دہریه جولندن میں موجود ہے " جو خدا کی ذات کا منکر روح کی بقا کا منکر اور معاد کا منکر بریڈ لا دہریه کا پیرو ہے (ص ۱۵۵) ان سب لوگوں کے اعتراضات بڑے مزے سے انہیں کی زبان میں بیان کرکے یہ بھی فرماتے ہیں که جس قدر گستاخی سے حضرت مسیح اوران کی ماں کی نسبت انہوں نے عیب شماری کی ہے ایک مسلمان کی قلم سے وہ باتیں نہیں نکل سکتیں" ص ۱۵۲۔ اورپھر بھی وہ باتیں آپ کے قلم سے بڑی تفصیل کے ساتھ نکلیں۔ اورآپ نه صرف مسلمان بلکه مسلمانوں کا مہدی ہونے کا دعویٰ ہے۔

سر تسلیم خم

اُدھر تو وہ شورا شوری اورادھر یه بے نمکی ملاحظه فرمائیے۔ اس تمام نقل کفر کے بعد آپ دنیا کو اپنے مریدوں کی طرح بیوقوف سمجھ کر فرماتے ہیں۔ " ہم نے یه طویل عبارات اس واسطے نقل کی ہیں تاکه ناظرین کو معلوم ہوجائے که ہمارا مدّعا ان اعتراضات کا حواله دینے سے کیا تھا"۔ اورآپ اطمینان دلاتے ہیں که " ہم نے یه طریق اس لئے اختیار نہیں کیا که نعوذ باالله حضرت عیسیٰ کو ایک برا آدمی ثابت کیا جائے ۔کیونکه ہم اس کو خدا کا راستباز رسول سمجھتے ہیں" (یه تو عین بنده نوازی تھی) ہمارا مطلب صرف عیسائی مشنریوں کو شرم دلانا ہے"صفحه ۳۰۶، ۳۰۔ اے کاش تھوڑی سی شرمشنریوں سےآپ بھی مانگ لاتے!۔

ہم پوچھتے ہیں که جب ان اعتراضات کے طوماروں سے خود تمہارے نزدیک حضرت مسیح ایک بُرے آدمی ثابت نه ہوسکے اورتم ان کو برابر خدا کا ایک راست باز رسول سمجھتے ہی رہے توپھر ان کو کسی عیسائی یامسلمان کی نگاہ میں کیا وزن حاصل ہوسکتا ہے؟ اور وہ کیوں ان مردود اعتراضوں کی تردید کرنے کی تکلیف گوارا کرینگے؟آپ نے غلطی کی اگر بجائے" شریر یہودیوں کے اعتراض سنانے کے آپ شریر مسلمانوں کے ایسے اعتراض ایک جگه جمع کرکے ہم کوسناتے جوآپ کے اورقادیان کے مسلمانوں کے مسلمه ہوں تو ہم خوشی سے ان کی تردید کرتے۔ پھر کیا دراصل آپ کو یقین ہے که لوگ آپ کے اس لغو قول کو باورکرلینگے۔ که" میں شریر انسانوں کی طرح خواہ نخواہ کی رعایت نہیں کرتا اورنه کسی خدا کے مقدس اورراستبازپر" بیہوده حمله کرنا چاہتا ہوں"صفحه ۱۱۶۔

بہر حال ہم مناسب سمجھتے ہیں که ان بڑے بڑے اعتراضوں کی جن میں مرزا جی مسیح کے " شریر دشمنوں" کےساتھ متفق معلوم ہوتے ہیں اس جگه بطریق ایجا زتردید کریں اوراس کی پرواہ نه کریں

که بعد میں وہ کہہ دینگے کہ یہ اعتراض تو ہمارا نہ تھا۔ ہم مسلمان ا
س کو کب مانتے تھے وہ تو ایک " فاضل" یہودی یا فری تھنکر کا تھا۔

دومہ۔ مسیح کا دعویٰ عصمت

(۱) جس طرح قرآن وحدیث میں ہم مسیح کو کبھی اقرار ذنوب یا استغفار کرتے ہوئے نہیں پاتے اسی طرح صحف اناجیل بھی اس باب میں بالکل ساکت ہیں۔ مسیح کے تمام مشرح حالات زندگی، ان کی دعائیں ،ان کے وعظ، دوستوں اوردشمنوں کے ساتھ ان کے مکالمے سب مندرج ہیں مگرایک حرف ان کی زبان سے کبھی نہیں نکلا جس سے گمان بھی ہوسکے کہ اپنی نسبت ان کو کسی خطا یا عدول حکمی کا شبہ بھی رہا ۔ وہ ہرایک ایمان دارکا فرض بتلاتے ہیں کہ خدا کے سامنے اقرارکرے کہ" جس طرح ہم اپنے قصوواروں کو معاف کرتے ہیں تو ہمارے قصورمعاف کر" مگر وہ کبھی اپنے کسی قصورکی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے لمہ یذکرلہ ذنب یہاں بھی ان پر صادق آتا ہے۔

من آنم کہ من دانم

انسان اپنی نیکی ہو یا بدی کچھ آپ ہی خوب سمجھتا ہے۔ کسی نے یہ کیا خوب کہا ہے کہ من آنم کہ من دانم، اگر اس معیار سے ہم حضرت مسیح کی زندگی کو جانچیں اوران کے اپنے ضمیر کے حق میں خود ان کی گواہی سنیں تو یہ مسئلہ بالکل حل ہوجاتا ہے۔ ان کو " زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے"(متی ۹: ۶)مگر اپنی نسبت وہ اپنے دشمنوں کو علانیہ تحدی کرتے ہیں کہ " تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے "(یوحنا ۸: ۴۶) وہ صم وبکم رہ گئے تو خود فرمایا " میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اسے پسند آتے ہیں"(یوحنا ۸: ۲۹) " میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں "(یوحنا ۵: ۳۰)

میں اپنے رفیقوں کو جو شب وروزآپ کے چشم دیدگواہ تھے ان کی تسلی کے لئے یاد دلاتے ہیں " میں نے اپنے باپ کے حکموں پر عمل اوراس کی محبت میں قائم ہوں"(یوحنا ۱۵: ۱۰) اوردعا میں اپنے خدا کو مخاطب کرکے جو دلوں کے بھیدجانتا ہے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ عرض کرتے ہیں " جوکام تونے مجھے کرنے کو دیا تھا اس کو تمام کرکے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہرکیا (یوحنا ۱۷: ۴)۔

پلاطوس کی شہادت

پلاطوس ایک ایسا حاکم تھا جس کے سامنے تمام رطب دیا بس شہادت جو مسیح کے جانی دشمن اس کے خلاف پیدا کرسکتے

تھے بڑے شددمد کے ساتھ لائی گئی تھی اور وہ تاکید سے یہودیوں سے پوچھتا رہا تھا۔ "کیوں ۔ اس نے کیا برائی کی ہے "؟(مرقس ۱۵: ۱۴) تو دشمن لاجواب رہے اورجب پلاطوس نے شہادت کو جانچا تو برملا یہ کہنے پر مجبورہوگیاکہ :

" میں اس کاکچھ جرم نہیں پاتا"(یوحنا ۱۸: ۳۸)۔

دشمن جان کی شہادت

یہودا اسکریوطی جو اپنے گناہ کے لئے طرح طرح کے عذر وحیلہ ڈھونڈھتا تھا اس کے ضمیر نے بھی اس کو ملزم ٹھہرایا اورزندگی کو ناقابل ِبرداشت بنادیا کیونکہ وہ شب وروزمسیح کے ساتھ رہ چکا تھا اوراپنی آنکھوں سے اس کی آسمانی زندگی دیکھے ہوئے تھا"۔آخر بڑے صدق دل سے دم واپسین کےساتھ اس نے یہ شہادت ادا کی " میں نے گناہ کیا کہ بے قصورکو قتل کے لئے پکڑوایا "(متی ۲۷: ۴)۔

اہل ِعصر کی شہادت

پھر ان تمام معاصرین کی شہادت جو مسیح پر ایمان لائے تھے وہ تو ہمیشہ جہان کے سامنے رہی ہے اورہر زبان کہتی سنی گئی۔

گرمن آلودہ دہنم چہ عجب   ہمہ عالم گواہ عصمت واست

" جو پاک اوربے ریا اوربیداغ ہو اورگنہگاروں سے جدا اورآسمانوں سے بلند کیاگیا تھا"(عبرانیوں ۷: ۲۶)۔

سومہ۔ مرزا کے اہم اعتراض ۔ سالہاسال مرزا نے مسیح کی مخالفت میں دہریوں اورملحدوں کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کئے اورہم دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے واقعات سوانح مسیح میں اپنے ان استادوں سے یاد کر لائے ہیں کہ جو اسلام کے معیار سے عصمت حقیقی کے منافی ٹھہر سکتے ہوں۔

مرزا کے اعترضات کا خلاصہ

آپ بہت بڑے دعوےٰ کے ساتھ لکھتے ہیں " مسیح کی سرگذشت میں گناہ کا اقراربھی موجود ہے ۔ گنہگاروں کی طرح توبہ بھی موجود ہے اورگنہگاروں والے افعال بھی موجود ہیں"۔ صفحہ ۱۱۰۔ اوراگر ایسا ہے توپھر مرزا کادعویٰ یقینی ثابت ہوچکا مگر ابھی ابھی ہر شخص پر روشن ہوجائیگا کہ یہ بڑا بول اپنے حصے میں ایک دروغ بے فروغ ہے۔

نیک استاد

پہلے " گناہ کا اقرا" ۔ اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں " اس مقام میں حضرت مسیح کا اپنا ہی قول ایک فیصلہ کرنے والا قول ہے کیونکہ

انجیل میں لکھا ہے کہ ایک نے آ کے مسیح سے کہا۔ اے نیک استاد میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگرایک یعنی خدا ۔ (دیکھو انجیل متی ۱۹باب : ۱۷آیت) آیت مذکورہ بالا سے صاف ظاہرہے کہ مسیح نے نیک ہونے سے انکارکیا ہے۔ اس کے معنی بجز اس کے اورکچھ نہیں کہ مسیح اپنے تئیں گنہگار سمجھتا تھا" صفحہ ۱۰۶۔ مگر اپنے اس لغو قول کو جو شاید محض عیسائیوں کی ضد میں آپ نے کہا تھا مرزا فوراً فراموش کرکے خودہی ایک دوسرے معنی مسیح کے ان الفاظ کے ہم بتلاتے ہیں" آیت کے سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے اس مقام میں اپنی فطرتی سعادت کی وجہ سے انکساردکھلایا اوراس شخص کو اس بات پر متنبہ نہ کیاکہ حقیقی نیکی کا سرچشمہ خدا ہے اورجوکچھ تو مجھ میں نیکی دیکھتا ہے وہ میری طرف سے نہیں ۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ ایک معرفت کا سبق تھا جو مسیح نے اس کو دیا" (صفحہ ۱۰۸)۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے پہلے قول کو باطل کردیا۔ مگرہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک ہی آیت سے دو متضاد معنی کیونکر" صاف ظاہر، ہوگئے تھے ۔ آپ کی باطنی آنکھ صاف نہیں۔

ہم اب تم کو سمجھادیں کہ یہ آیت میں مسیح نے " نیک ہونے سے انکار" نہیں کیا۔ بلکہ نیک ہونے کے ایک معنی بتائے جو صرف خدا پر صادق آتے ہیں اوراس معنی میں نیک ہونے کا انکارکیا۔

خدا کس[1] معنی میں نیک ہے؟ اس معنی میں نہیں کہ وہ بے گناہ ہے یا معصوم یعنی گناہوں سے محفوظ کیاگیا۔ کیونکہ خدا کی ذات کے لئے گناہ کا امکان نہیں خدا نیک بالذاتہ ہے اورتمام نیکی کا سرچشمہ ہے اوراسی معنی میں فرمایا " نیک توکوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا"۔ پس خدا ئی نیکی کا انکارنہ توانسانی نیکی کا انکار ہے یعنی اس نیکی کا جو بندہ کے لئے ممکن ہے اورنہ کسی طرح انسانی گنہگاری کا اقرار۔ کیونکہ نیکی بمعنی عصمت وبے گناہی اس کا تومسیح کوبڑے زور سے دعویٰ ہے جیسا ابھی ثابت کرآئے۔ آپ نے خاک تحقیق نہیں

---

[1]. یہودیوں میں استادوں اوربزرگوں کو عام طورپر نیک کہتے تھے جیسے اس ملک میں لفظ نیک اوربھلا مانس کہتے ہیں سیدنا مسیح نے ان کی غلط العامی کی اصطلاح کی کہ بلا سوچے سمجھے کسی کو نیک نہ کہو حقیقی طورپر خدا ہی نیک ہوسکتا ہے اورتم مجھ کو الہٰی مرتبہ میں سمجھتے ہو تو یہ خطاب درست ہے اوراگر محض انسان سمجھ کر کہتے ہو یہ درست نہیں ۔ (ایڈیٹر)

اورآیت کو بالکل نہیں سمجھا اوراس میں انبیاء کے استغفار کی نظیر عبث تلاش کرنا چاہی۔

اورپھر اگراس قول کو وہ قرات قبول کی جائے جس کو ٹشنڈرف نے مانا ہے یعنی" نیکی کی بابت مجھ سے کیوں پوچھتا ہے" ۔ جو سائل کے سوال کے ساتھ" میں کونسی نیکی کروں" مطابق ہے توایسے وہموں کا ازالہ ہوجاتا ہے جو بد شعوری یا نا فہمی سے پیدا ہوسکیں پس اب مسیح کے اقرار گناہ پر آپ کے ہاتھ میں کون سی دستاویز باقی رہ گئی؟

توبہ کا اصطباغ

دوسری ۔ گنہگاروں کی طرح توبہ "۔ مسیح نے یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا اصطباغ لیا جس میں اعتراف گناہ کا ہے۔ پس اصطباغ کیا لیا گویا گنہگارہونے پر مہرلگادی "۔ اگرمسیح معصوم تھا تو اسے توبہ کی کیا ضرورت تھی ؟ دوسرے کی خدمت میں ایک ذلت کے ساتھ حاضر ہونا اورگناہ کا اقرارکرنا بجز اس صورت کے کب ہوسکتا ہے کہ انسان اپنےدل میں محسوس کرتا ہو کہ میں گنہگار ہوں"(صفحہ ۱۰۹)۔ انجیل شریف کہتی ہے کہ اسے بپتسمہ ملا اوراس نے تمام رسم کو ادا کیا جس کا بڑا حصہ گناہوں کا اقرار تھا۔اس کو بے معنی رسم اقرار دینا گویہ کہنا ہے کہ جب اس نے گناہوں کا اقرارکیا تو وہ کہتا کچھ تھا اوراس کے دل میں کچھ تھا"۔ لوقا نے صاف طورپر بیان کیا ہے کہ یسوع نے بھی دیگریہودیوں کی طرح بپتسمہ پایا اوردوسرے گنہگاروں کی طرح ضروراپنے گناہوں کا اقراربھی کیا"۔ اور" یسوع پر روح القدس نازل نہ ہوئی جب تک اس نے یوحنا کے سامنے عجز ظاہر نہ کیا اوراپنے گناہوں کا اقرارکرکے اس کے ہاتھ پرتوبہ نہ کی"صفحہ ۵۰۶، ۵۰۷۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی خدا اوراس کے بندوں سے شرم چھوڑدے تو یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے۔ مرزا بتلائے کہ کہاں" لوقا صاف طورپربیان کرتا ہے اورکہاں انجیل شریف کہتی ہے کہ مسیح نے " توبہ کا اصطباغ لیا"۔ " یوحنا کے ہاتھ توبہ کی "۔ اپنے گناہوں کا اقرارکیا"۔ اورپھر" دوسرے گنہگاروں کی طرح " اورضرور" ۔ کیا اس نے سمجھا تھاکہ " انجیل" صرف قادیان میں مقفل رکھی ہے؟

مسیح کے اصطباغ کی نوعیت

سچ صرف اسی قدرہے کہ مسیح نے یوحنا سے اصطباغ لیا۔ مگر نہ توبہ کا اصطباغ اورنہ اس نے ہرگز گناہ کا اقرارکیا نہ کوئی توبہ کی اورنہ وہ یہ کرسکتا تھا ۔ توبہ کے اصطباغ کا " بڑا حصہ گناہوں

کا اقرارتھا"۔ اوران تمام لوگوں نے جنہوں نے یوحنا کے ہاتھ پرتوبہ کا اصطباغ لیا۔ صاف صاف لکھا ہے کہ فرداً فرداً ان سب نے " اپنے گناہوں کا اقرارکرکے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا" متی ۳: ۔ مگرمسیح کی نسبت اورتو سب کچھ لکھا ہے کہ یوحنا کے ساتھ یہ باتیں ہوئیں ۔ بپتسمہ سے پہلے کیا گزرا اورپیچھے کیا گزرا مگرایک لفظ بھی چاروں اناجیل میں کہیں نہیں آیا جو اس پر دال ہو کہ اس نے بھی گناہوں کا اقرارکیا یا توبہ کی ۔ بھلا کیونکر ہو سکتا تھا کہ اگر مسیح نے " توبہ کا اصطباغ کیا ہوتا تو اورسب کچھ بیان ہوجاتا مگر اس کا بڑا حصہ گناہوں کا اقرار" یہی متروک کیا جاتا ؟ بلکہ حق تو یہ ہے کہ بجائے گناہوں کے اقرارکرنے کے اسی جگہ بڑی صفائی سے مسیح نے اپنی بے گناہی ونیک کرداری کا اقرارکیا"ہمیں اسی طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے"(متی ۳: ۱۵)۔یعنی مسیح راستبازی کی میزان کل کو پورا کرنے کا دعویدار ہوا۔ اورا س سے زیادہ اورکیا درکار ہے ؟ پھراس کے بپتسمہ دینے والے کو بھی اس کی بے گناہی وعصمت بسروچشم تسلیم ہے۔

یحیٰ کی گواہی

دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا" دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دنیا کے گناہ اٹھا لے جاتا ہے "۔ یوحنا ۱: ۲۹ یعنی مسیح اہل جہان کے گناہوں کو دورکرنے والا اور مرض عصیاں کا حاذوق طبیب ہے اب اس سے زیادہ زوردار اورکون سے الفاظ انسان لا سکتا ہے ؟

عیسیٰ کی فضیلت یحییٰ پر

پھر نہ یہی سچ ہے کہ مسیح یوحنا کی خدمت میں ایک زلت کے ساتھ حاضر ہوا اورنہ انجیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یوحنا یسوع کا روحانی باپ بننے کے لائق تھا" (صفحہ ۵۰۷)۔کیا یہ قادیان کے لئے جھوٹ بولنا منصبی فرض ہے؟کیونکہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ جب یوحنا اوروں کو توبہ کا بپتسمہ دیتا تھا تو مسیح کی طرف بڑے ادب سے اشارہ کرکے کہتا تھا" میں تو تم کو توبہ کےلئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زورآور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کےلائق نہیں وہ تم کو روح القدس سے آگ سے بپتسمہ دے گا"۔ متی ۳: ۱۱۔ لوقا ۱: ۱۶ اورجب مسیح اس سے بپتسمہ لینے پر مصر ہوئے تو" یوحنا یہ کہہ کر اسے

منع کرنے لگا کہ میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تومیرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے اس سے جواب میں کہا کہ اب توہونے دے کیونکہ ہمیں اسی طرح ساری راست بازی پوری کرنا مناسب ہے۔ اس پر اس نے ہونے دیا"۔ اورجب مسیح بپتسمہ لے کرپانی کے باہر آئے توروح القدس ان پر نازل ہوئی اور"آسمان سے یہ آوازآئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں"۔ اوردیکھو یہ الہیٰ شہادت مسیح کی معصومیت پر تھی اوریہی تو مسیح فرماتے تھے" میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو باپ کو پسند آتے ہیں"۔

مسیح کی کامل راستبازی

یریدون لیطفوا نوراللہ بافواھم۔ مرزا یوں فرماتے ہیں " اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت وہ اپنی راستبازی کو ناقص خیال کرتا تھا " صفحہ ۵۰۷۔ اب ان کو کون سمجھائے کہ ناقص راستبازی اسی کو کہہ سکتے ہیں جس میں راستبازی کا کچھ خلاف مل جائے۔ اس میں راست بازی کا خلاف تم نےکس چیزکو قراردیا؟ جس طرح انسان کی عمر برسوں، مہینوں، دنوں اور لمحوں کا سلسلہ ومجموعہ ہے کوئی شخص ساری عمر پیش ازوقت بسر نہیں کرسکتا اسی طرح راستبازی ایک میزان کل ہے جو زمان ومکان کی قیود سے آزاد نہیں۔ جس کے اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے اورجب تک اس کی کسی کڑی میں ناراست بازی نہ مل جائے اس کو ناقص نہیں کہہ سکتے۔ مسیح فرماتے ہیں میں راستبازی کی زنجیر میں ایک ایک کڑی جوڑتا اس کو پورا کرتا جاتا ہوں۔ اوربپتسمہ بھی اسی میں شمارکرتے ہیں جو صرف اپنے وقت پر پورا ہوسکتا تھا۔پس کسی نوبت میں ان کی راست بازی ناقص نہیں ہوسکتی۔ وہ ہرلمحہ کے مناسب اپنا کل فرض ادا کرتے ہیں اوران کی زندگی کی نوبت ایسی نہیں جس سے سوائے راست بازی کے انہوں نے کچھ اورکیا ہو۔ اورراست بازی کا کمال یہی ہے۔ عصمت کے لئے اسی قدرلازم ہے۔ مگر افسوس مرزا کچھ نہیں سمجھتے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یحییٰ مسیح کے مرشد نہیں

مرزا نہایت ہی بے بصری کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ " یوحنا کی روحانی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جونہی یسوع نے اس کے پاس توبہ کی اسی وقت روح القدس کا انعام اس کو بخشا گیا " صفحہ ۵۰۷۔ ہر شخص جو ذی العقول میں شمار ہوسکتا ہے سمجھ لیگا کہ یوحنا کی روحانی طاقت جو کچھ تھی وہ تو ہمیشہ

بڑھتی رہی اورایک خلقت نے اس کے پاس توبہ کی۔ پھرکیوں یوحنا کے تصرف سے کسی اورکو روح القدس کا یہ انعام عطا نہ ہوا؟

مسیح مسجود یحییٰ

انجیل سے تو ثابت ہوچکا کہ یوحنا ہمیشہ حضرت مسیح کی فضیلت تسلیم کرتے رہے اورقرآن وحدیث سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ یحییٰ کی شان میں وارد ہے مصدی بکلمۃ من اللہ ۔ (آل عمران ع ۴)اوراس کی تفسیرمیں کہا گیا ہے ۔کلمۃ اللہ سے مراد اس جگہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ ربیع بن انس نے کہا سب سے پہلے جس نے عیسیٰ بن مریم کی تصدیق کی ہے یحییٰ ہیں۔ قتادہ نے کہا یحییٰ سنت ومنہاج عیسیٰ پرتھے۔ ابن عباس نے کہا یحییٰ برادرخالد زاد تھے۔ والدہ یحییٰ مریم سے کہتی تھی جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ سجدہ کرتا ہے اسکو جو تیرے پیٹ میں ہے (ترجمان القرآن ۔ نواب صدیق حسن خان ، تفسیر نیشاپوری)۔ بھلا جو شخص شکم مادر سے مسیح کے سامنے سربجسودرہے اسے مرزا ہی سا شخص مسیح کا روحانی باپ ومرشد وغیرہ کہہ سکتا ہے ۔

مسیح کو اصطباغ کی ضرورت

مرزا کا یہ سوال تھا کہ " اگر مسیح معصوم تھا تو اسے توبہ کی کیا ضرورت تھی اورنہ اس نے توبہ کی۔ پس اب صرف یہ سوال ہوسکتا ہے کہ مسیح کو یوحنا کے ہاتھ پر بپتسمہ کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس کا جواب انجیل یہ دیتی ہے کہ بپتسمہ کی ضرورت مسیح کو اپنی ذات کے لئے لاحق نہیں ہوئی تھی بلکہ خود یوحنا اوراس کے شاگردوں اورعموماً بنی اسرائیل کے فائدے کےلئے مسیح کو بپتسمہ لینا پڑا۔ یوحنا خود فرماتے ہیں " میں تو اسے پہنچانتا نہ تھا مگر اس لئے پانی سے بپتسمہ دیتا آیا کہ وہ اسرائیل پرظاہر ہوجاوے"۔ میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگرجس نے مجھے پانی سے بپتسمہ دینے کو بھیجا اسی نے مجھ سے کہا جس پر تو روح کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے "یوحنا ۱:۳۲)۔

پس معلوم ہوگیا کہ مسیح پر نزول روح القدس مطلق یوحنا کے تصرف سے نہ تھا۔ اوراس نے صرف اس لئے بپتسمہ لیاکہ وہ یوحنا پر اوراسرائیل پرظاہر ہوجائے۔ پس اس کو" بے معنی رسم" کہنا آپ کی زبردستی ہے۔ ہم نے اس جگہ مسیح کی عصمت پر

خود مسیح کا دعویٰ سنادیا۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی شہادت سنادی اورآسمانی گواہی بھی سنادی جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔

تیسری۔ " گنہگاروں والے افعال"۔ مرزا کہتے ہیں " انجیل لوقا ۷باب کی ۲۳، ۲۴ آیات میں یسوع نے صاف صاف اپنی شراب خوری کا اقرارکیا ہے۔۔۔۔۔ اس موقع پر یہ کہنا کہ ہاں اگرچہ یسوع شراب پیا کرتا تھا لیکن اس کا پینا اعتدال کی حد تک تھا محض ایک دعویٰ بے دلیل ہے۔۔۔ یہودیوں نے اسے مے خوار یعنی شرابی کہا۔ لیکن اس نے بجائے اپنی بریت ظاہر کرنے کے ملزم ہونا پسند کیا" صفحہ ۳۰۸۔

لب لباب اس تقریر کا یہ ہوا کہ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح کا شراب کا استعمال حد اعتدال سے بڑھا ہوا شراب خواری وبدمستی میں داخل تھا۔ یہ ایک ایسا لغو بلکہ بیہودہ دعویٰ ہے کہ مرزا ایک شوشہ انجیل کا ثبوت میں پیش نہیں کرسکتا۔

جواز مے

فقہ اسلام کا مسئلہ ہے کہ شراب صرف اسلام میں اوروہ بھی پیغمبر اسلام کے اواخر عہد میں حرام ہوئی ۔ اسلام کے اوائل میں بھی شراب نہ حرام نہ تھی۔ جلیل القدر صحابہ نہ صرف شرا ب پیتے بلکہ بڑی بے اعتدالی کے ساتھ پیتے تھے۔ حمزہ حضرت کے چچا شرا ب میں بدمست ہوتے تھے اورحضرت علی مخمور ہوکر نماز میں بہکتے تھے بلکہ قرآن میں آیت

(سورہ انحل آیت ۶۷) شراب خُرما وانگور کی تعریف میں وارد ہوئی ۔ اورامام رازی کا تو یہ خیال ہے کہ حضرت آدم نے شاید شراب کے نشے میں شجرہ ممنوعہ کھالیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ " یہ امر خلاف قیاس نہیں کیونکہ ان کو جنت کی تمام چیزیں حلال کی گئی تھیں سوائے ایک درخت کے۔ پس اگریہ درخت گیہوں کا درخت تھا تو ان کو شراب پینے کی بھی اجازت تھی"۔ تفسیر فازلھما الشیطان منہا (سورہ بقر) پس کسی مسلمان کو حق نہیں کہ مومنین شرائع سابقہ کو محض استعمال شراب کے باعث ملزم ٹھہرائے۔

یہود کا الزام

مرزا نے " خود اعتدال کی حد تک " پینے میں اور" شراب خوری" میں تمیز کی ہے۔ وہ صرف حضرت مسیح کے حق میں

اعتدال کو روانہ رکھ کر جھوٹ بولتے ہیں کہ" یسوع نے صاف صاف اپنی شراب خواری کا اقرارکیا"۔ اورانجیل لوقا کا حوالہ دیتے ہیں۔

انجیل میں لکھا ہے " اس زمانہ کے آدمیوں کو میں کس سے تشبیہ دوں اوروہ کس کی مانند ہیں؟ ان لڑکوں کی مانند ہیں جو بازار میں بیٹھے ہوئے ۔۔۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا نہ تو روٹی کھاتا ہوا آیا نہ مے پیتا ہوا اورتم کہتے ہو کہ اس میں بدروح ہے۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اورتم کہتے ہو کہ جودیکھو کھاؤ اورشرابی آدمی محصول لینے والوں اورگنہگاروں کا یارلیکن حکمت اپنے سب لڑکوں کی طرف سے راست ثابت ہوئی "۔(لوقا ۷: ۳۱تا ۳۵)۔

حضرت یحییٰ کی روزہ داری

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت یوحنا آزادی سے کنارہ کش ہوکر" یہودیہ کے بیابان میں " جارہے تھے۔" اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے" اورآپ کی خوراک ٹڈی وجنگلی شہد تھی"۔ متی ۳: ۱تا ۴۔ آپ شہر میں آتے نہ معمولی پوشاک پہنتے نہ روٹی وغیرہ عام غذا کھاتے ۔ اوراس میں بھی حکمت الہیٰ تھی۔ برخلاف اس کے حضرت مسیح شہروں، دیہاتوں میں جا بجا منادی کرتے کھانا پینا جو اور لوگ استعمال کرتے آپ بھی کھاتے پیتے تھے۔لوگوں کی صحبت سے آپ نفور نہ تھے۔ تمام دنیا کے گنہگاروں کے ماوا وملجا تھے۔ اسے ملتے جلتے اوران کو راہ خدا کی ہدایت کرتے اوراگر کوئی منکراعتراض کرتا تو جواب دیتے کہ" تندرستوں کو حکیم درکارنہیں بلکہ بیماروں کو"۔ یعنی انبیاء کی بعثت کا مقصود گنہگارہیں نہ کہ راست باز، اوراس کل روش میں بھی حکمت الہیٰ مخفی تھی۔

منکر جو تھے وہ کسی کو نہیں مانتے تھے حضرت یوحنا کی تحقیر میں ان کو دیوانہ کہتے تھے کہ اس پرتو بدروح ہے جو بیابانوں میں مارا مارا پھراتی اورخوراک وپوشاک سے محروم کراتی ہے۔ اوروہ حضرت مسیح کی بھی توہین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ کھاؤ اور شرابی ہے جس کو گنہگار لوگ گھیرے پھرتے ہیں۔ حضرت مسیح کس صفائی سے ان دونوں الزاموں کی تردید فرماتے ہیں کہ منکروں کے الزام یوحنا پرمجھ پر محض طفلانہ ہیں وہ یوحنا کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں اور میری شان میں بھی۔ اصلی حقیقت صاحبان حکمت پر روشن ہے نہ یوحنا پر بدروح ہے اورنہ میں کھاؤ یا شرابی ہوں۔

مسیح کی غذا

جس شخص نے انجیل کو پڑھا ہے اسے معلوم ہوگا کہ جسمانی غذا کی مسیح کے پاس کس قدر قلت تھی۔ وہ اکثر بھوکے رہتے تھے ۔ گو ہزاروں کو معجزانہ طور سے سیر کیا۔ آپ کا مقولہ تھا " آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منه سے نکلتی ہے"۔ متی ۴: ۴ " میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اوراس کا کام پورا کروں"۔ یوحنا ۴: ۳۴۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہودیوں کی سند پر آپ کا یہ کہنا کہ وہ تمام" عمر شراب کے مرتکب رہے" سوائے معصیت کے اوپر کچھ نہیں ہے۔ جب آپ نے اتنابڑا دعویٰ کیا تھا تو لوگ یہ سمجھے تھے کہ آپ انجیل سے یہ ثابت کردینگے کہ کبھی کسی نے مسیح کو مخمور یا شراب کے نشے میں متوالا دیکھا۔ پس شراب خوری کا الزام مسیح پر وہی لگا سکیگا جس نے بے شرمی کا آسرا کرلیا ہو اوریہودیوں کے ہاتھ بک چکا ہو۔ سچ صرف اسی قدر ہے کہ آپ کو مے کے استعمال سے قطعی انکار نہ تھا ۔ آپ کبھی کبھی اس کا استعمال کرتے تھے اوروہ مے بھی " انگور کا رس" تھا (متی ۲۶: ۲۹)۔

قانائے گلیل کا معجزہ ۔ مرزا کہتے ہیں کہ یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب میں یہ واقع درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دلہا نے براتیوں کے لئے شراب کافی مہیا کی تھی ۔ لیکن جب ذخیرہ ختم ہوگیا تو مخمور جماعت نے شراب کےلئے شورمچایا۔ یسوع نے جو معہ شاگردوں کے اس جماعت میں شامل تھا اس موقعہ کو غنیمت جان کر پانی کے چھ مٹکوں (کل ۱۲۲ گیلن) کی اعلیٰ شراب بناڈالی۔ اوراس طریقہ سے تمام براتیوں کو بذات ِخود شراب بنا کر مخمورکیا۔۔۔ لوگ پیشتر ہی مخمور تھے۔ جبکہ یسوع نے بڑی فیاضی سے ۱۲۲ گیلن شراب جواکیلی تمام جماعت کے مخمورکرنے کےلئے مکتفی تھی اوران کے لئے مہیا کردی"۔صفحہ ۳۰۸۔

یہ جھوٹ ہے کہ " دلہا نے براتیوں کےلئے شراب کافی مہیا کی تھی" اگر کافی شراب موجود تھی تو جلسے کے آغاز میں لوگوں کو احتیاج کیونکر لاحق ہوئی اورکیوں کہا جاتا کہ " ان کے پاس مے نہیں رہی"۔ اسی سی معلوم ہوتا ہے کہ یا تو شراب مہیا نہ کی گئی تھی یا ضرورت سے بہت ہی کم مقدارمیں تھی اورخیرخواہوں کو منظور نہ تھا کہ دولہا والوں کی براتیوں کے آگے سبکی ہو۔ اورجب مے شرعاً حرام نہ تھی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ مثل دیگر رزقائم حسناً کے

مہمانوں کے لئے اگر ممکن ہو بہم نہ پہنچائی جائے۔ اوراس لئے حضرت مسیح نے اپنے میزبان کی ایک مشکل کے وقت میں اپنی اعجازی قدرت سے دستگیری فرمائی۔

یہ بھی جھوٹ ہے کہ ان براتیوں میں کوئی " مخمور" ہورہا تھا اگر مخمور کے اصطلاحی معنی بے ہوش یا بدسمت قرارلئے گئے ہوں۔ مرزا پتہ کہ ان میں سے کون لڑتا تھا یا بہکی باتیں کرتا تھا یا لڑکھڑاتا نشے میں چُورتھا؟

میر مجلس کادولہا سے یہ کہنا ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اورناقص اس وقت جب پی کر نشے میں آگئے مگر تونے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی"۔اول توایک ظریفانہ فقرہ تھا جس سے منطق اخذ کرنا آپ کی خوش فہمی ہے۔ دوم یہ ایک مثل تھی جس سے حاضرین مجلس کی کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ صرف سوال تھا کہ اگرایسی مے تمہارے پاس موجود تھی تو خلاف قاعدہ اب تک کیوں براتیوں کو نہ دی؟

۱۶۲ گیلن شراب جو اکیلی تمام جماعت کے مخمورکرنے کے لئے مکتفی تھی " ۔ مرزا صاحب کا شراب کا پیمانہ درست ہی سہی توبھی ۱۶۲ گیلن کو تمام جماعت کے مخمورکرنے کو کافی کہنا غلط ہوتا ہے"۔مخمورکرنے کےلئے مکتفی" ہونا دوباتوں پر منحصر ہے۔ اوّل جماعت کی تعداد پر، اورمرزا کو نہیں معلوم کہ اس برات میں کتنے پینے والے موجود تھے اورفی کس کےلئے پائنت پڑی۔ مگر ہم کو خوب معلوم ہے کہ باوجود چھ مٹکوں کے اس برات میں ایک شخص بھی نشے میں نہ تھا اورہمارے قیاس کے خلاف مرزا ایک لفظ بھی انجیل شریف کا نہیں لا سکتا ۔ دوم۔ قسم شراب پر انگوری شرابوں میں پورٹ ہے جس کی بہت بڑی مقدارمیں بھی بہت کم نشہ ہوتا ہے۔ پس یہ مرزا کافرض ہے کہ وہ ثابت کرے کہ جو شراب ان برائیوں کو پلائی گئی وہ بڑی نشیلی شراب تھی۔ اورجب اس تمام جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نشے میں نہیں ملتا تو تمہارا یہ کہنا کہ مسیح نے تمام براتیوں کو" مخمورکیا" یا جیسا کہ اپنے انگریزی رسالے میں لکھتے ہو" غضب کا مخمورکیا"۔ صفحہ ۳۰۲۔ کیسے بڑے غضب کا جھوٹ ہے ۔

شراباً طہوراً

بلکہ جو شراب مسیح نے معجزے سے پیدا کی اس کو اس قسم کی شراب تصورکرنا جو کلواربھٹیوں میں کشیدکرتے ہیں انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ جس طرح موافق شہادت قرآن کے حضرت

مسیح نے اپنے شاگردوں کو معجزہ نزول مائدہ میں آسمانی خوراک کھلوائی۔ اسی طرح اس معجزے میں انہوں نے اپنے رفیقوں کو آسمانی شراب پلائی جس کے مسلمان جنت میں امیدوار ہیں۔ سقھم ربہم شراباً طھوراً ۔ یعنی بہشت کا کھانا پینا انہوں نے اپنے لوگوں کواسی دنیا میں چکھادیا ۔ اوراسی لئے اس معجزہ کے حال کے بعدلکھا ہے کہ " یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانائے گلیل میں دکھلاکر اپنا جلال ظاہر کیا اوراس کے شاگرد اس پر ایمان لائے ۔ بہت خوب کہا اِن فی ذالك لایۃ تقوم یعقلون مگر ہم ان کو کیسے سمجھائیں جن کی یہ تعریف ہے فی قلوبھمہ مرضاً فزا دھمہ اللہ مرضاً۔

شرابی گنہگار

مرزا نے عشائے ربانی پر بھی اعتراض کیا ہے۔ کہتا ہے " عشائے ربانی سے مسیح نے شراب خوری کو دین کی جز ٹھہرایا"(صفحہ ۱۱۴) اورمنجملہ مرزا کی درغگوئی کے یہ بھی ہے۔ نہ ہر شخص جس نے شراب کا استعمال کیا شرابی یا شراب خور کہلاتا ہے۔ یہ لفظ اصطلاحاً بدمست پر بولے جاتے ہیں۔ عیسائی دین نے شراب کواس معنی میں تو حرام نہیں کیا کہ اگر ایک قطرہ زبان پر یاایک گھونٹ حلق کے نیچے اترجائے تو آدمی گنہگار ہوجائے۔مگر انسانی فعل کو ضرورحرام ٹھہرایا یعنی جس طرح ہر چیز کا ناجائز وغیر مناسب استعمال انسان کو گنہگار کرتا ہے "اسی طرح شراب کا بھی۔ شراب کو حرام نہیں بتلایا۔ مگر شراب بدمستی کو ضرورحرام بتلایا۔ یہ فتویٰ عیسائی دین کا ہے"۔ شراب میں متوالے نہ بنو کیونکہ اس سے بدچلنی واقع ہوتی ہے"۔ افسیوں ۵: ۸۔" مے خوری اورنشہ بازی کو " شہوت پرستیوں اور مکروبت پرستیوں" کی جنس میں شمارکیا (۱پطرس ۴: ۳)اورحکم دے دیا کہ " شرابی " بھی کلیسیا سے خارج کردیا جائے " جس کے ساتھ کھانا کھانا بھی" روا نہیں۔ (۱کرنتھیوں ۵: ۱۱) حتیٰ کہ اس کو " بت پرست زناکار عیاش " کے ہم پلہ قراردے کر کہہ دیا تھا کہ وہ بھی خدا کی بادشاہی کا وارث نہ ہوگا"۔ (۱کرنتھیوں ۶: ۱۰) مگر مرزا کی جہالت وجرات قابل داد ہے کہ وہ اپنے انگریزی رسالے میں لکھتا ہے " عیسائی صحف مقدسہ میں کوئی ایک آیت بھی نہیں " جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ شراب خوری سے کوئی گنہگار اللہ کی ناراضگی اور غضب کا مورد ہوتا ہے"۔(نمبر۳صفحہ ۱۷۷،۱۸۱۔

عشائے ربانی کی حقیقت

عشائے ربانی کی حقیقت صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ آخری کھانا کھایا تھا جس میں " روٹی اورانگور کا رس" بھی تھا(لوقا ۲۲: ۱۴تا ۲۳) اسی کی یادگاری میں عیسائی اپنی عبادت گاہوں میں جاکر ایک ہی طشت سے اورایک ہی پیالہ سے سب مل کر تبرکاً ایک ایک ٹکڑا روٹی اورایک ایک گھونٹ انگورکا رس جس میں پانی ملاہوتا ہے لیتے ہیں اوراسی کی طرف قرآن میں شاید اشارہ ہے تکون لنا عیداً ولنا وآخر ناکہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اورپچھلوں کو۔ اس رسم میں شریک ہونے والے بھی روزہ دارہوتے ہیں اوریہ عبادت کا ایک جز ہے۔ جس وقت لوگوں کے دل اپنے شفیع کی موت کی یاد سے بھرے ہوتے ہیں۔

شیرہ انگور سے یادآگیا خونِ شفیع

توڑی جب روٹی مسیحا کابدن یادآگیا

پس اس کو شراب خوری کہنا سراسر خباثت ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس قسم کی شراب حضرت مسیح نے کبھی استعمال کی وہ " انگورکا رس" یعنی ایک قسم کی نبیذ تھا جونشے کے طورپر نہیں بلکہ شریعت کے طورپر پیا جاتا تھا کیونکہ انگورکی اس ملک میں افراط تھی۔

چہارمہ ۔ مرزا کے اعتراض کا جواب ۔ یہ تو ہم پہلے ہی دکھا چکے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم مسیح کی عصمت پر کیا ہے کہ انجیل شریف اس بارے میں کیا گواہی دیتے ہیں اورکہ مرزا کا دعویٰ کہ مسیح نے اقرار گناہ کیا گنہگاروں کی طرح توبہ کی اورگنہگاروں والے افعال کئے کیسا شرمناک اورجھوٹا تھا۔ اورہم کو اب کچھ ضرورت نہیں رہی اورجھوٹا تھا۔ اورہم کو اب کچھ ضرورت نہیں رہی تھی کہ ہم اس کے اورخرافات اقوال کی تردید کرتے مگر اتمام حجت کے لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ لگے ہاتھوں اس کے دوسرے اعتراضوں کی بھی جانچ کرکے مرزا کو اس کے مکان کے دروازے تک پہنچائیں۔ اورناظرین پر یہ بات روشن کردیں کہ یہ شخص اپنے اس قول میں بھی کہ " میں شریر پر انسانوں کی طرح خواہ مخواہ کی رعایات نہیں کرتا اورنہ کسی خدا کے مقدس اورراستباز پر بیہودہ حملہ کرنا چاہتا ہوں " صفحہ ۱۱۶ سچا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا نے ان اعتراضوں میں لغویت اوربیہودگی کو انتہا پہنچادیا اوراس میدان میں " شریرانسانوں سے گوئے سبقت لے گیا۔

اس طوالت کو ہم اس لئے گورا کرتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہے کہ مسلمانوں میں عموماً ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ان اعتراضوں کو جوبظاہر حمائت اسلام کے پردے میں کئے گئے سنا تو مگر ان کی جانچ کرنے کا ان کوکبھی موقع نہیں ملا۔ اوراس سے عیسائیوں کو بھی معلوم ہوجائیگا کہ ان کا یہ مخالف کس مادہ اورطبعیت کا شخص ہے حتیٰ اس سے ہم کلام ہونا بھی ایک عارکی بات ہوگی ۔

نقل کفر

مرزا لکھتا ہے اورہم اس نقل کفر کے لئے معافی چاہتے ہیں " اناجیل میں مسیح کے کئی ایک دیگر اقوال وافعال دیکھے جاتے ہیں جن سے اس کی معصومیت بالکل ملیا میٹ ہوجاتی ہے ---. باوجود جوان اورمجرد ہونے کے اس کی آشنائی بعض بدکارعورتوں سے تھی جو ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھیں۔ بلکہ ایک جگہ وہ بدکارعورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے (متی ۲۱: ۳۱) اس نے ایک کنچنی سے تیل ملوایا جو اس کی حرامکاری کی کمائی تھی۔اورارادتاً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی (لوقا ۷: ۳۸) وہ اپنے والدین کی بے ادبی کرتا تھا اوراپنی ماں کی اس نے بے ادبی (متی ۱۲: ۴۸) جو شریعت موسوی کے مطابق سخت گناہ ہے۔ اس نے ایک بے گناہ شخص کے جس نے اسے کچھ نقصان نہ پہنچایا تھا قریباً دوہزارسورؤں کو تلف کردیا (مرقس ۵: ۱۳)۔ اس نے اپنی حاضری میں اپنے شاگردوں کو بغیر رضا مندی مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی اورجس واقعہ پر تینوں معتبر اناجیل متفق ہیں۔(متی ۱۲: ۱۔ مرقس ۱۲: ۲۳۔ لوقا ۶: ۱) اس نے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیں اوربہت نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اوربٹمار کہا (یوحنا ۱۰: ۸)۔ اوراس بات کا خیال نہ کیا کہ اس کی تمام تعلیم انہیں سے چرائی ہوئی ہے۔ اس نے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جبکہ اسے یقین تھاکہ اس کی موت ٹل نہیں سکتی۔ اس نے چورسے وعدہ خلافی کی جو اس کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ (متی ۲۳: ۴۳) سے ظاہر ہے کہ یسوع نے چورکو کہا "آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہوگا ۔ لیکن یسوع خود تین دن دوزخ میں رہا اوریہ بھی شکیہ امر ہے کہ آیا وہ چورکوبھی ساتھ دوزخ میں لے گیا یا نہیں۔ بہشت میں جانے سے تو وہ ناکارہا۔ پس کم سے کم اسے مناسب تھاکہ اس چورکو دوزخ میں لے جاتا "(صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹)یہ زٹل قافیہ مرزا جی کی (جوبقول خود

مسلمان کے مہدی مسعودہیں) معارف شناسی حق پسندی اور راست گوئی کا عمدہ نمونہ ہے اورہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱۔) روح اللہ کے ساتھ مرزا کی عداوت حد کو پہنچ گئی "۔ خدا کے مقدس اورراستباز پر بیہودہ حملہ" تو درکناریہاں تو اس نےدل کھول کرگالیاں دی ہیں۔ جس کے لئے کسی سند کا حوالہ بھی اس کوبہانہ نہیں رہا۔

مرزا گالی دیتا ہے

ناظرین اس کفرکو دیکھیں " اس کی آشنائی بعض بدکارعورتوں سے تھی"۔ نہ یہ انجیل مقدس کا کوئی اقتباس ہے نہ اس کے لئے کوئی سند قرآن وحدیث کی ہے۔ یہ گالی ہے جس کا جواب سوائے اس کے اورکچھ نہیں ہوسکتا هذا انك مبين۔ اورقرآن میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے پاکدامنوں اورپارساؤں پر عیب لگایا ۔ لغو فی الدنیا والا خرة ولهمه عذاب عظیمه۔ تو ان پر دنیا اورآخرۃ میں لعنت پڑ چکی اوران کے لئے سخت عذاب تیارہے۔ اوردنیا کی لعنت توڈنکے کی چوٹ پرہورہی ہے آوازہ خلق نقارہ خدا ہے۔

ایک اوربہتان

(۲۔) " وہ بدکارعورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے " اورہم کواس کے لئے متی ۲۱: ۳۱ کا حوالہ دیا گیا ہے۔وہا ں لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے یہودیوں کے سرداروں کو جو حضرت یحییٰ کے منکر ہوئے تھے تنہاً فرمایا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ محصول لینے والے اورکسبیاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ یوحنا راستبازی کی راہ سے تمہارے پاس آیا اورتم اس پر ایمان نہ لائے۔ مگر محصول لینے والے کسبیوں کوایمان ہوا۔اورتم یہ دیکھ کر پیچھے بھی نہ پچھتائے کہ اس پر ایمان لاتے " ۔ اب تم ہی شرم کرکے بتاؤ کہ یہ " بدکارعورتوں کی تعریف" ہے یاایمان دار عورتوں کی تعریف ہے۔ جنہوں نے خدا کے پیغمبرپر ایمان لانے میں روسائے یہود پر سبقت کی اورجو اس کے ہاتھ پر اپنی بدکاری سے توبہ کرکے جنت کی وارث ہوگئیں۔

مرزا کی خباثت

(۳۔) ناظرین کو چاہیے کہ اس واقعہ کو انجیل لوقا باب ۷ آیت ۳۶ سے ۵۰ تک پڑھیں اورمرزا کی خباثت کودیکھیں ۔ یہودیوں کے کسی سردار نے حضرت مسیح کی دعوت کی تھی"۔ ایک گنہگار

عورت جو اس شہر کی تھی یہ جان کرکہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگ مر مر کی ڈبیا میں عطر لا ئی اوراس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہوکر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی۔ اوراپنے سر کے بالوں سے پونچھے اوراس کے پاؤں بہت چومے اوران پر عطر ڈالا "۔ حضرت مسیح نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا ۔ اس عورت کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے اوراس عورت سے کہا " تیرے گناہ معاف ہوئے ۔۔۔۔ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کردیا۔ سلامت چلی جا"۔

ایک گنہگار عورت جس کو خشک زاہد ہمیشہ درکارتے رہے مگر جو خود اپنے گناہوں سے نادم تھی ۔

گنہگار اندیشہ ناک ازخدا بہ ازپارسائے عبادت نما

اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اوراپنی پچھلی خراب خستہ حالت پر روتی ہوئی نجات کی تلاش میں خدا کے رسول اورکلمہ کی زیارت کرنے کو شوق اورصدقِ دل سے حاضر ہوئی اورفرط محبت سے اس کے قدموں پرگری اورعاجزی کے ساتھ اپنے تیئں ذلیل کیا اورجواپنے گناہوں کی معافی کی خوشخبری سن کر اورمرض گناہ سے شفا ئے ِکلی حاصل کرکے اوربہت بڑے ایمان داروں میں شمار ہوکر اپنے گھر واپس گئی۔ اس کی نسبت ایسی شیطنت کے کلمات زبان سے نکالنا کہ " ارادتاً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی"۔ یہ صرف وہی کہہ سکتا ہے دل سے ایمان وعرفان ملیا میٹ ہوچکا ہو۔

یہ عورت جو کلمۃ اللہ کی خدمت میں کھڑی ہے اس وقت سے مومنہ ہوچکی تھی جب اس نے توبہ کے ساتھ آپ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اوراخلاص اورعقیدت کے افعال جو بے اختیاری اوربے خودی کی حالت میں اس عورت سے (جس کو ابھی نئی نئی دولت ایمان حاصل ہوگئی تھی) ایک مجمع عام میں سرزد ہوئے فی الواقع ایسے نہ تھے کہ خدا کا رسول جو گنہگاروں اوربدکرداروں کو تقرب الٰہیٰ حاصل کرانے میں اس جہان میں آیا تھا ان کے لئے اس کو سرزنش کرکے اس کو دل شکنی روا رکھتا۔ پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ عطر " حرامکاری کی کمائی تھی"؟ اورکب مسیح اس کو اپنے تصرف میں لائے ؟ یہ عورت کا اپنا فعل تھا کہ اس نے آپ کے قدموں پر اس عطر کو ڈال دیا۔ ہم کو صرف یہ معلوم ہے کہ اس وقت جب یہ عورت سیدنا مسیح کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی وہ ایک ایمان دار اورتائب عورت ہوچکی تھی لقد تاب توبۃ لو

قسمت بین امتروسعتہم جس نے ایسی توبہ کی تھی کہ اگرایک اُمت کے درمیان تقسیم کی جاتی تو وہ توبہ سب کوکفاتی کرتی۔ غرضیکہ یہ جو کچھ تھا عورت کا اپنا فعل تھا جس سے اس کی بے ریا محبت وایمان کا اظہار ہوا۔ جب بڑے سے بڑے گنہگار کو بارگاہ الہیٰ میں رسائی حاصل ہے تو اگر خدا کے مسیح کی قدمبوسی ایک تائب عورت کو نصیب ہوگئی تو تم کو کیوں برا معلوم ہوا؟ اگر عورت نے مسیح کے قدم چھولئے تو کیا چھوت کا اندیشہ تھا؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ حضرت مسیح کے جسم مقدس سے اعجازی قوت جاری رہا کرتی تھی (لوقا ۸: ۴۶) جس سے بیمار شفا پاتے تھے؟ چنانچہ ایک لا علاج مریضہ جو اپنا سارا مال حکیموں پر خرچ کرچکی تھی صرف سیدنا مسیح کی "پوشاک کا کنارہ" چھو کر اسی دم اچھی ہوگئی (لوقا ۸: ۴۴) پس کیا تعجب ہے کہ عورتیں اورمرد جو روحانی اورجسمانی بلاؤں میں گرفتار تھے آپ کے بابرکت اورمقدس جسم کو چھونے کے لئے قدموں پر گرتے اوراپنی مرادیں حاصل کرتے تھے۔ یہ کچھ تو آپ لوگوں نے ہمارے منہ سے سنا۔ اب اس ناپاک اعتراض کی حقیقت ہم خود مرزا جی کی زبان مبارک سے بھی آپ کو سنوائیں۔آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸ میں آپ نے یہ لکھا ہے " یادرہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء کے ظہور میں آتے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام ہے۔ اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لادے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا تو ایسے خبیث کی نسبت اورکیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اورشیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اورخمیر ہے"؟ آخر کبھی تو سچ بولو۔ بھول کر سہی۔

ماں کی بے ادبی

(۴۔) "اپنی ماں کی اس نے بے ادبی کی (متی ۱۲: ۴۸) یہاں صرف یہ لکھا ہے کہ وعظ کے سلسلے میں حضرت مسیح نے یہ فرمایا تھا "کون ہے میری ماں اورکون ہیں میرے بھائی۔ اوراپنا ہاتھ اپنے شاگردوں کی طرف بڑھا کر کہا دیکھو میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے وہی میرا بھائی اوربہن اورماں ہے"۔ یعنی سچے ناطہ دار ایمان دار لوگ ہیں۔ بھلا اس کو ماں کی بے ادبی سے کیا علاقہ؟

مرزا سوروں کے حامی

(۵۔) "ایک بے گناہ شخص کے جس نے اسے کچھ نقصان نہ پہنچایا تھا قریباً دوہزار سوروں کے گلہ کو تلف کردیا" مرقس ۵: ۱۳ یعنی حضرت مسیح نے دوہزار سوروں کو تلف کردیا ! ناظرین ذرا اسی کا بھی لحاظ فرمادیں کہ مرزا اس سوروالے کو" بے گناہ" کہنے پر تو اس قدر مصر ہے اور روح اللہ کو گنہگار کہنے کے خیال سے نہیں ڈرتا؟

مسیح کا معجزہ

اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک بڑا دیوانہ تھا " جس میں ناپاک روح تھی"۔ جو قبروں میں رہا کرتا تھا " اور کوئی اسے قابو نہیں لاسکتا تھا"۔ وہ ہمیشہ رات دن قبروں اورپہاڑوں پر چلاتا اوراپنے تیئں پتھروں سے زخمی کرتا تھا"۔ اوریہ بھی لکھا ہے کہ " اس نے بڑی مدت سے کپڑے نہ پہنے تھے" (لوقا ۸: ۲۷) اورایسا خطرناک اورتند مزاج تھاکہ " کوئی اس راستے سے گزرنہیں سکتا تھا"۔ متی ۸: ۲۸۔ ایسے خطرناک دیوانہ کو جوننگا مادرزاد پھرتا تھا جس سے خلق خدا کی عافیت تنگ تھی جس نے راہیں بند کررکھی تھیں حضرت مسیح نے چنگا کردیا۔ جب آپ نے اس دیوانہ سے حکماً کہا " اے ناپاک روح اس آدمی میں سے نکل جا"۔ اوراس وقت " وہاں پہاڑ پر سوروں کا ایک بڑا غول چرتا تھا" تو اس ناپاک روح نے اس "آدمی میں سے نکلنے کی یہ شرط کی کہ" ہم کوان سوروں میں بھی بھیج تاکہ ہم ان کے اندر جائیں۔ پس اس نے انہیں اجازت دی اورناپاک روحیں نکل کر سوروں کے اندر گئیں اوروہ غول جو قریب دوہزار کے تھا کڑاکے مار کے اوپر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اورجھیل میں ڈوب مرا"۔

مسیح نے صرف بدروحوں کو ایک آدمی میں سے نکالا تھا اورچونکہ یہ بدروحیں بغیراس کے نہیں نکل سکتی تھیں کہ وہ کسی دوسرے پر قبضہ کریں اس لئے ان کو اجازت دی کہ انسانوں کو چھوڑ کر سوروں میں داخل ہوں اس سے زیادہ کی اجازت مسیح کی طرف سے ان کو نہ تھی۔ اب اگر ان بدروحوں نے اپنی شیطنت سے ان سوروں کو ہلاک کیا یا سور خود بھڑک کردریا میں جاگرے تو یہ فعل مسیح کا نہیں تھا۔ اوریہ کہنا نرا جھوٹ ہے کہ مسیح نے سوروں کے گلہ کو تلف کردیا۔

انسان کا صدقہ حیوان

مگرہم پوچھتے ہیں کہ اگرایک انسان کی جان بچنے کے لئے یہی ضروری تھا کہ دوہزار سورتلف ہوجائیں (معلوم ہوتا ہے کہ تمام

شہر کے سور ایک ہی گلہ میں چررہے تھے اور متفرق مالکوں کے تھے) توبھی اس میں کیا قباحت تھی جبکہ ایسا دیوانہ اچھا ہونے والا تھا جو تمام شہر کے لئے عذاب بنا ہوا تھا؟ اے مرزا تم کیسے مسخ ہوگئے کہ سوروں کے ساتھ تمہاری ہمدردی ایسی بڑھی اورانسان کی جان پر تم کو ترس نہیں ؟ ضرورتم کو مسیح کے ساتھ عداوت ہوناچاہیے۔ بھلا کچھ تو ہم جنسوں کے ساتھ مروت دکھلاؤ۔

اگر کسی محلہ میں آگ لگے اور سارا شہر خطرے میں پڑجائے اورچند آدمی مل کر اہل محلہ کے پانی کے گھڑے بلا اجازت مالک کے لے کر آگ پر انڈلینا شروع کریں اورپڑوس کے چند مکانوں کے چھپر وغیرہ بھی گرادیں اوراسی طرح آگ فروکریں۔ تو شاید کوئی مرزا ہی سے دل ودماغ کا معترض ان نیک نیت اشخاص کو الزام دے گا کہ انہوں نے پرایا پانی صرف کرڈالا لوگوں کا نقصان کیا۔

پس ثابت ہوگیاکہ نہ مسیح نے کسی کو نقصان پہنچایا اورنہ سوروں کو تلف کیا۔ انہوں نے صرف ایک بے قابو دیوانہ کو چنگا کرکے اہل شہر کے لئے اس کو خدا کی رحمت بنادیا۔ اوراگر کسی کو مالی نقصان پہنچ گیا یا کوئی حیوان ہلاک ہوا تو اس فعل کے بانی شیاطین تھے۔مسیح نے صرف اسی قدرکیا کہ خدا کے ایک بندہ پر سے بدروحوں کو ہانک دیا اورا ن کی راہ انسانوں پر بند کردی اوربس۔ اوراس فعل کو یا تو وہی شیاطین برا سمجھینگے جو نکالے گئے تھے یا وہ لوگ جن کے درمیان انہوں نے بودوباش اختیارکرلی ہو۔

قتل خنزیر

مگر تھم جاؤ ہم نے فرض کرلیا کہ حضرت مسیح نے ان دوہزار سوروں میں سے ایک ایک کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کر ڈالا تو آپ اعتراض کرنے والے کون؟ حدیث شریف میں لکھاہے کہ حضرت مسیح اپنے نزول ثانی میں یقتل الخنزیر تمام جہان کے سوروں کو قتل کر ڈالینگے تو اس وقت آپ ان سوروں اوران کے " بے گناہ" مالکوں کی وکالت کہاں کہاں کرتے پھرینگے ؟ پس جو فعل نزول ثانی میں ضرور ہونا ہے اگر اس کا کوئی جزو نزول اوّل میں حضرت مسیح نے پورا کردیا توآپ کس منہ سے اعتراض کرسکتے ہیں ؟

ہم کو یہاں ایک بات اوریادآئی۔ اس حدیث کوآپ نے اپنے اخبارالحکم کی پیشانی پر لکھتے ہیں اوراس کے خود مصداق بنتے ہیں۔ تو چاہیے کہ کم سے کم چند سوروں کوتوآپ نے بھی قتل کیا ہو۔

مرزا اوربلّی

اورچونکه آپ عیسائیوں کے ساتھ اپنی نفرت وبیزاری ظاہر کرنے کےلئے سب پرندوں سے زیادہ کبوتر کا کھانا پسند کرتے ہیں کیونکه وہ ابزعم جناب) عیسائیوں کا خدا ہے ـ ـ ـ ـ ـ اس کی نرم ہڈیاں دانتوں کے نیچے چباتے ہیں" صفحه ۳۴۷[1] تو کچھ عجب نہیں که ہندوؤں کے ساتھ بھی آپ اپنی نفرت وبیزاری کا ثبوت دیں کیونکه وہ لوگ باراہ یعنی سور کے اوتار کے قائل ہیں اوریوں آپ کے ساتھ ایک پینتھ دوکاج ہوجائیں۔

[1] آپ یه حرکت بھی قابل نفرین ہے۔ کچھ بھی توپاس آپ نے اس کبورکا نه کیا جس طرح غار ثور میں رسول کریم کی حمایت کی جس نے حضرت نوح کو بشارت دی جس نے سقف کعبه کو اپنا آشیانه بنایا۔ آپ کو اپنے عمامته البشری کا بھی کچھ خیال نه ہوا ہڈیاں چبانے لگے ۔ اورشاید اسی کا نتیجه ہے که مرزا صاحب نے خواب دیکھا جو البدر ۱۱ ستمبر ۱۹۰۳ء میں چھپا" میں نے دیکھا ایک بلی ہے۔ اورگویا ایک کبوتر ہمارے پاس ہے وہ اس پر حمله کرتی ہے اوربار بار ہٹانے سے بازنہیں آتی توآخر میں نے اس کا ناک کاٹ ڈالا" ۔ پھر بھی نه مانی توآخر میں نے کہا ۔ آؤ اسے پھانسی دے دیں" ۔ دیکھو کبوتر کی ہڈیاں چبانے والی نکٹی بلی کو پھانسی دی گئی۔

شاگردوں کا بالیں کھانا

(۶۔) آپ نے شاگردوں کو بغیر رضا مندی مالك کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی"۔ وہ کیا چیز تھی جو شرعاً ناجائز تھی؟ لکھا ہے " یسوع سبت کے دن کھیتوں میں ہوکر گیا اوراس کے شاگردوں کو بھوك لگی اور بالیں توڑتوڑ کر کھانے لگے اورانہوں نے کھیت میں اناج کی بالیں کھائیں اوراسی کو مرزا شرعاً ناجائز کہتا ہے۔ ہم کسی جاہل متعصب دشمن راستی کو کیونکر سمجھائیں۔ شاگردوں کا فعل بالکل شرعاً جائز تھا جس کےلئے مالك کی شرعی رضا مندی بھی موجود تھی۔ توریت کی کتاب استشنا باب ۲۳آیت ۲۴تا ۲۵ میں حکم ہے " جب تو اپنے ہمسایه کے تاکستان میں جائے تو جتنے انگور جتنے انگور چاہے پیٹ بھر کر کھانا۔ پر کچھ اپنے برتن میں نه رکھ لینا۔ جب تو اپنے ہمسایه کے کھڑے کھیت میں جائے تو اپنے ہاتھ سے بالیں توڑ پر اپنے ہمسایه کے کھڑے کھیت کو ہنسوانه لگانا۔ " ہر راہگیر کو اذن عام تھاکه چلتا ہوا انگورستان سے انگورکھائے اورکھیت سے بالیں کھائے جمع کرکے نه لے جائے۔ پس شاگرداسی شرعی اجازت کے موافق بالیں توڑتوڑ کھانے لگے۔ گو اس قسم کا رواج توہر ملك میں ہے مگریہودیوں میں

یہ رواج شرعی تھا۔ یہ اعتراض قادیان کے پیغمبر کے الہام اور عرفان اورمعلومات پر شاہد ناطق ہے۔

لُعِنَ الَّذِینَ کَفَرُواْ

(۷۔) " اس نے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیں اوربہت ہی نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے " ۔ اے یہودیوں کی عزت کے حامی ! قرآن بتلاتا ہے کہ

(سورہ مائدہ آیت

۷۸)کہ بنی اسرائیل میں جنہوں نے کفرکیا تھا دراصل وہ لعنت کے مستحق تھے ان پر زیادتی کچھ نہیں کی گئی اورحضرت عیسیٰ نے ان کے کفر کو دریافت کرلیا تھا۔ فلما احس عیسیٰ منہما الکفراوران کافروں کو خدائی غضب سے ڈرایا۔ گالیاں نہیں دیں۔ اورخود تم نے بھی تسلیم کرلیا ہےکہ ہم جانتے ہیں کہ مسیح کے سخت الفاظ بھی بیہودہ نہیں ہیں بلکہ اپنے محل پر چسپا ں ہوں گے اور محض گالیوں کےرنگ میں ہرگزنہیں ہوگے ۔ مگروہ دشمن جس کی نیت صاف نہیں ہم اس کوکیونکر سمجھاسکتے ہیں کہ وہ محل وموقع کے الفاظ میں نہ گالیاں" جلد ۱صفحہ ۳۶ تم یہ بھی کہہ چکے کہ " حضرت مسیح کے منہ سے الفاظ غصے کے جوش اورمجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر چسپا ں کئے جاتے تھے"(ضرورت امامت صفحہ ۶ دروغگو حافظہ نباشد۔ اسی کو کہتےہیں ایسے شخص کی تردید کرتے ہوئے افسوس آتا ہے۔

مرزا کی غلط فہمی

وہ اس نے تمام انبیا اوراولیا کوجو اس سے پیشتر گذرچکے تھے چوراوربٹمار کہا۔ یوحنا ۱۰: ۸ مسیح کا قول ہے " جو کوئی دروازہ سے بھیڑ خانہ میں داخل نہیں ہوتا اورکسی طرف سے چڑھ جاتا ہے وہ چوراورڈاکو ہے"(یوحنا ۱۰: ۱)۔جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اورڈاکوہیں مگربھیڑوں نے ان کی نہ سنی " ۱۰: ۸۔ جن لوگوں کومسیح نے چور اور ڈاکو فرمایا ان کے دونشان بتلائے۔ ایک یہ کہ وہ " دروازے سے بھیڑ خانہ میں داخل نہیں ہوئے"دوسرے یہ کہ " بھیڑوں نے ان کی نہ سنی "۔ پس ایسے لوگوں سے مراد" ۔ انبیاء اولیا ء سمجھنا یہ صرف مرزائی خوش فہمی ہے جس کے بطلان کے چنداں ضرورت نہیں۔ مسیح نے جھوٹے نبیوں اوررفارمروں کو جنہوں نے جھوٹ بنی اسرائیل کا چرواہا ہونے کا دعویٰ کیا چوراوربٹمار کہا وہ اس قسم کے لوگ تھے جن کی نسبت حضرت یرمیاہ نبی نے

فرمایا" ان چرواہوں پر افسوس جو میری چراگاہ کی بھیڑوں کو ہلاک وپراگندہ کرتے ہیں" ۲۳:۱۔ " میرے لوگ بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی مانند ہیں ان کے چرواہوں نے ان کو گمراہ کردیا" ۵۰:۶۔

نبیوں اور رسولوں کی جو مسیح سے پہلے گذرے ان کی تصدیق تو خود مسیح نے فرمائی آپ نے یہود کو سرزنش کی" خدا کی حکمت نے کہا کہ میں نبیوں اوررسولوں کو ان کے پاس بھیجوں گی وہ ان میں سے بعض کو قتل کرینگے اوربعض کو ستائینگے لوقا ۱۱: ۴۹، اوربڑے زور سے فرمایا" اے یروشلیم اے یروشلیم تو جونبیوں کو قتل کرتا اورجو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسارکرتا ہے " متی ۲۳: ۳۷آپ نے موسیٰ کی گدی کو قابل تعظیم ٹھہرایا اورفرمایا" فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پربیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرواورمانو" متی ۲۳: ۲تا ۳۔ اور" توریت اورنبیوں کی کتابوں کو" آپ نے تسلیم کیا (متی ۵: ۱۷، اوراپنے شاگردوں کو موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کرکے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں وہ ان کو سمجھادیں" (لوقا ۲۴: ۳۶) پس کتنا بڑا جھوٹ ہے یہ کہناکہ مسیح نے تمام " انبیاء اوراولیا کو جو اس سے پیشترگزرے چوراوربٹمار کہا" ۔ کیاآپ قرآن کا وہ اصول تفسیر بالکل بھول گئے جو ہم کو سکھلایا تھا؟

مسیح کی دعا

(۹۔) " اس نے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی"۔ مسیح کی دعا یہ ہے اے میرے باپ ! اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو"۔ پھر دوبارہ اس نے جاکریوں دعا کی " اے میرے باپ اگریہ میرے پئے بغیرٹل نہیں سکتا تو تیری مرضی پوری ہو"اوروہی بات کہکر تیسری باردعا کی " متی ۲۶: ۳۹تا ۴۵ اوراسی کو مرزا کہتا ہے کہ" خدا کی مرضی کے خلاف دعا کی "۔ اس کو نہ دعا کی ماہیت سے خبر ہے نہ یہ جانتا ہے کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔ اس پر ہم آگے چل کر مفصل بحث کرینگے۔

ناجی چور

(۱۰۔) اس نے چور سے وعدہ خلافی کی "۔ لوقا ۲۳: ۴۳ میں لکھا ہے کہ مسیح نے چور سے جواس پر ایمان لایا فرمایا "آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا"۔پس جو لوگ مسیح کے قول کو حق

سمجھتے ہیں اورجن کی تعریف میں یومنون بالغیب آیا ہے ان کو تو پورا یقین ہے کہ بلاشک وہ چوراسی روزبہشت میں داخل ہوگیا۔

مرزا کہتا ہے کہ " وہ خود تین دن دوزخ میں رہا "۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین ۔

مسیح عالم ارواح میں

سیدنا مسیح کے بہشت میں اورعالم ارواح میں جانے کا زمانہ وہ ہے جو مابین مصلوبیت وقیامت کے واقع ہوا اوردوبارہ زندہ ہوجانے کے بعد چالیس دن تک زمین پر اپنے شاگردوں کےساتھ رہے وہ دوسرا زمانہ ہے۔ اورآپ کا یہ قول " میں اب تک اپنے باپ کے پاس اوپر نہیں گیا"(یوحنا ۲۰: ۱۷)۔ آپ کے رفع جسمانی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب آپ اسی جسم کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوکر آسمان پر صعود فرماگئے۔نہ اس رفع روحانی کی طرف جب محض روح کے ساتھ بلاجسم آپ بہشت بریں پر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کا جسدِ مبارک لحد میں استراحت فرماتا تھا۔ اس اعتراض میں مرزا جی نے اس دوسرے چورکا ساتھ دیا جوآحر دم تک حضرت مسیح سے منکر رہا۔

پنجم ۔ مرزا نے اپنے اوپر صرف یہی ظلم نہیں کیا کہ حضرت مسیح کی مقدس زندگی کے اوپر انجیل کے بیان کی بنیاد پرایسے اوربیہودہ اعتراض کئے جن کو کوئی صداقت پسند شخص چاہے کسی مذہب وملت کا ہوایک دم کو جائز نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ اس نے انجیل نویسوں کے سکوت پر بھی بمصداق المرء لعیس علےٰ نفسہ اپنی بدگمانی کو جولانی دی ہے۔

مسیح کی طفلی کا مبارک عہد

وہ کہتا ہے کہ " انجیل نویسوں نے دیدہ دانستہ اپنے پیش کردہ یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارۃًبیان کرنے سے بھی پہلوتہی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر ارادتاً پردہ ڈالا گیا تھا۔ اس پہلی تیس سالہ زندگی کو بیان کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اگر اس زمانے کی نسبت جہاں انجیل نویسوں نے خاموشی اختیارکی ہے۔ دوسرے ذرائع سے پتہ لگایا جائے اورمخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی سوانح میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کا نمونہ نہیں ملتا۔ بلکہ مخالفین کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت عیوب سے خالی نہ تھا۔ مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ " ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہوگیا

جس وجه سے اس کے استاد نے ناراض ہوکر اسے عاق کردیا"۔ صفحه ۵۰۳، ۵۰۴۔

انجیل نویسوں نے پیشتر وہی حالات قلمبند کردئیے ہیں جو حواریوں کی آنکھوں کے سامنے اس زمانے کے بعد وقوع میں آئے جب وہ حضرت مسیح پر ایمان لاچکے تھے۔ یعنی بعد اس کے که حضرت مسیح تیس برس کی عمر میں بنی اسرائیل پرظاہر ہوئے۔ مگریه سراسر جھوٹ ہے که انہوں نے "یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارۃً بیان کرنے سے بھی پہلوتہی کی ہے"۔ گوانہوں نے بچپن کے حالات کی تفصیل تو نہیں بیان کی اوریه ان کے مقصود کے بھی خلاف تھا۔ مگر انہوں نے ایمان داروں کی تسکین ومعرفت کے لئے کافی ووافی بیان کردیا ہے۔ آپ کی والدہ صدیقه آپ کو گود میں لے کر مقدس ہیکل میں لائیں اوروہاں جمله شرعی رسوم ادا ہوئیں۔ اس کے بعد لکھا ہے"۔ جب وہ خداوند کی شریعت کے موافق سب کرچکے توگلیل میں اپنے شہر ناصرت کو پھرگئے اوروہ لڑکا (یسوع) بڑھتا اورقوت پاتا گیا اورحکمت سے معمورہوتا ہوگیا اورخداوند کا فضل اس پر تھا"۔ (لوقا ۲: ۳۹تا ۴۰)دیکھئے یه لب لباب آپ کی بچپن کی مقدس زندگی کا انجیل نویسوں نے بیان کیا۔ الہیٰ حکمت سے معمورہونا اورخدا کے فضل میں ترقی کرنا۔ حکمت سے معمور ہونے کی طرف قرآن میں بھی اشارہ دیا ہے۔

(سورہ مائدہ آیت ۱۱۰) اورفضل خدا پر بھی آیه نعمتی علیك شاہد ہے۔ جب حضرت مسیح بارہ برس کے ہوئے تو اس الہیٰ حکمت کا فضل وظہوریوں دیکھا که لوگوں نے آپ کو" ہیکل میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے ان کی سنتے اوران سے سوال کرتے ہوئے پایا اورجتنے اس کی سن رہے تھے اس کی سمجھ اوراس کے جوابوں سے دنگ تھے" (لوقا ۲: ۴۶تا ۴۷)۔ اس عمر کودیکھئے اورآپ کا خدا کے گھر میں خدا کی شریعت پر شرع کےعلماء سے سوال وجواب کرنا دیکھئے اور دیکھنے والوں کی حیرت ملاحظه فرمائیے۔ اسی کی تائید میں قرآن میں وارد ہوا ہے ۔ یعلمه

-

مسیح کا عہد شباب

اس بارہ برس سے تیس برس تک کی زندگی کا خلاصه انجیل نویس یوں بیان کرتے ہیں" یسوع حکمت اورقدوقامت میں اورخدا اورانسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا" (لوقا ۲: ۵۲)۔ پس وہ جو سعید نے سفینه سے مروانیوں کی درغگوئی کی بابت کہا تھاکه کذبت

استاہ بنی ذرقاً یعنی جھوٹ بولتی ہیں وہیں ان کی ۔ وہی ہم قادیانی کو اس جھوٹ کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ اس کی جوانی کے ایام پر ارادتاً پردہ ڈالا گیا"۔ نہیں بلکہ پردہ اٹھادیا گیا اورمسیح کی مبارک زندگی کی جھلک اہل ایمان کو دکھلائی گئی کہ کس طرح" جوانی کے ایام" میں آپ خدا اورانسان کی مقبولیت میں ترقی "کررہے تھے اوراس سے زیادہ پاک زندگی تصورمیں نہیں آسکتی۔

مرزا کہتا ہے کہ اگراس زمانہ کی نسبت جہاں انجیل نویسوں نے خاموشی اختیارکی ہے ۔ دوسرے ذرائع سے پتہ لگایا جاوے " خاموشی کی نوعیت توہم نے دکھلادی کہ کس طرح وہ آپ کی عصمت پر ناطق ہے۔ رہے" دوسرے ذرائع" ۔ ہم ان کے مخالف نہیں۔

من الصالحین

مسلمانوں کے لئے دوسرے ذرائع میں سب معتبر ذریعہ قرآن شریف ہے اوراس میں حضرت مسیح کی مبارک زندگی کا خلاصہ یہ بیان ہوا (آل عمران آیت ۴۵، ۴۶) (سورہ مریم ۲۱، ۳۱)پس جب ہر وقت اورہر جگہ آپ کا وجود برکت والا قرار دیا گیا اورآپ ہمیشہ صالح رہے تو بچپن اورجوانی کی نسبت بدگمانی کی گنجائش کہاں باقی رہی؟ مگر افسوس مرزا کے " دوسرے ذرائع" تو وہی مردود اورملعون یہودی ذرائع ہیں جن کے حوالہ دینے سے یہودی بھی شرماتے ہیں۔ اوروہ بہتان عظیم کبھی کسی ہم عصر یہودی کی بھی زبان سے نہیں نکلا نہ کسی معتبریہودی تاریخ میں درج ملتا ہے۔ ہاں صدیوں بعد جب یہودیوں اورعیسائیوں کے درمیان عداوت کا بازارگرم ہوا تو عیسائیوں کو رنج دینے کی غرض سے کسی ناپاک طینت یہودی مناظر نے جس سے آپ کو موافقت ہے یہ کہکر اپنی عاقبت خراب کی۔ اوراس کا یہ کفر اسی قسم کا ہے جیسا یہود کے اوراشرار نے مقدسہ مریم کی شان میں بکا اورجس کے لئے قرآن نے ان کو ملعون ٹھہرایا۔ اوربڑا تماشہ یہ ہے کہ مرزا خودبھی ایک جگہ ایسے الزام کو" یہودی لوگوں کی شرارت اورخباثت پر مبنی بتلا کر" صفحہ ۱۴۶ مان چکا ہے کہ وہ لوگ" اپنی جبلی شرارتوں سے حضرت مسیح اوران کی والدہ کے چال چلن پر ناجائز جملہ کیا کرتے ہیں"صفحہ ۱۵۰ مگرپھر بھی یہاں اس کو ان یہودیوں کے کفر پر کتنا بڑا

وثوق ہے کہ باربار اس کا حوالہ دیتا ہے اورتاکید کرتا ہے کہ " یہ وہ روایت ہے جو یہودی پیش کرتے ہیں (صفحہ ۵۱۸ آپ یہودیوں کے اس اُلش کونوش جان فرمائیے اوراپنا کہا بھول جائیے کہ" انہی بہتانوں کی وجہ سے یہود پر پھٹکار پڑی صفحہ ۱۵۰۔ مرزا نے کہا کہ " اگر مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے ہم کہتے ہیں تو اس وقت قرآن کے بیان کو لغو ماننا پڑیگا کیونکہ کسی یہودی لڑکی پر عاشق ہوجانا اوراستاد کا ناراض ہوکر عاق کردینا ایدنا بروح القدس کی تفسیر

نہیں ہوسکتا۔ بھلاہم پیر قادیان کو کیا جواب دیں جو نہ قرآن سے راضی نہ انجیل سے راضی اورنہ حدیث سے راضی اورجو صرف یہودیوں کو اپنا پیرومرشد بنائے ہوئے ہے۔ جن کی شان میں قرآن نے پکارکر کہا کہ دیا بل طبع اللہ علیہا بکفرھمہ فلا یومنون ۔مہر کردی اللہ نے ان کے دل پر ان کے کفر کے باعث پس وہ ایمان نہیں لاتے۔ اب ہم یہ مضمون عصمت مسیح کا ختم کرتے ہیں۔

مسیح کی موت وبعثت کا اثبات

اورمرزائے قادیانی کے اوہام کا ابطال

مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کےلئے مرے اوردفن ہوئے اورتیسرے دن کتاب مقدس کے مطابق جی اٹھے (۱کرنتھیوں ۱۵: ۳)۔

ہمارے آقاومولا سیدنا مسیح کی صلیبی موت ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس سے نہ توکبھی دوستوں نے انکارکیا نہ دشمنوں نے۔ دوست توانکارکرنہیں سکتے۔

مسیح کی موت پر اہل جہان کا اتفاق

کیونکر وہ اپنے خداوند کے احسانوں کو فراموش کردیں؟ جس نے اپنی جان بھی ان کے لئے دریغ نہ کی۔ ہمارے ہی گناہوں کی خاطر وہ گھائل کیا گیا اور ہماری ہی بدکاریوں کےلئے کچلا گیا ۔اور دشمن بھی کیوں انکارکرنے لگے؟ خداوند کی موت تو ان کی عداوت وخباثت کی معراج تھی۔جس میں جہان کے نورپر گویا ایک دم کے لئے تاریکی کی قوتوں کو فتح نصیب ہوگئی۔ دوست تو شکر کے ساتھ

اور دشمن فخر کے ساتھ دنیا کی تاریخ کے اس عظمیٰ تریں سانحہ پر ہمیشہ گواہی دیتے رہے۔

نادان دوستوں کا خیال

ہاں نادان دوستوں میں بعض گذرے جن کو پطرس کی طرح یہ خیال گوارا نہ ہوسکا کہ کوئی معصوم مقبول بارگاہ دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ کر ایسی دردناک موت سے مرے۔ اوراس کو نبی کی عظمت اورخدا کے انصاف اوررحمت کے خلاف سمجھ کر واقعہ صلیب کے حقیقی ماننے میں انہوں نے تامل کیا۔ مگر وہ بھی کبھی اس امر سے انکار نہ کرسکے کہ جو شخص صلیب دیا گیا اور صلیب پر مرا وہ صورت اورشکل میں بالکل مسیح کا مثنی تھا۔اورتمام لوگوں نے اس کو مسیح ہی سمجھا۔ ان کی محبت نے اوردل کی آرزو نے صرف یہ وہم پیدا کرلیا جس کا خارجی ثبوت ممکن نہیں کہ کسی نا معلوم اور معجزات طریق سے خدا نے اصل مسیح کو ہر ایک جسمانی درد، دکھ اورتکلیف سے بالکل محفوظ رکھا اوردشمنوں کے ہاتھ سے بچاکر آسمان پر اٹھالیا ۔ اوراس کی جگہ ایک نقلی مسیح کو صلیب وموت ہوگئی۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کا یہی خیال ہے آج تک ان کا علماء لاکن شبلہم کی تفسیر میں بیان کرتے چلے آئے ہیں۔مگر جب یہ بلا عذر تسلیم کرلیا جاتاہے کہ اکثر انبیاء جھٹلائے گئے۔ اذیتیں اٹھاکر خدا کی راہ میں شہید ہوئے اوردشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے ۔ یقتلون النبین بغیر الحق توپھر جسمانی ابتلاء درد تکلیف موت وشہادت فی سبیل اللہ مسیح کے حق میں کیونکر ذلت کا باعث متصور ہوسکتی ہے ۔ بلکہ یہ توایک خاص الخاص پہلو کی رفعت وعظمت کا ہے۔

عیسائی جو سیدنا مسیح کی شہادت وموت کے قائل ہیں وہ آپ کی ظفرمند قیامت کے بھی قائل ہیں اور رکھتے ہیں کہ بعد ثبوت تیسرے دن خدا نے آپ کوقبر سے زندہ کرکے ایک جلالی جسم میں اٹھایا اورگورا ورموت پر فتح بخشی اورآسمان پر معہ جسم مرفوع کیا اوریہ سب سے بڑا معجزہ تھا۔ بلکہ قرآن میں جو لکھا ہے

(سورہ زخرف آیت ۶۱) یعنی عیسیٰ قیامت کا علم ہے ۔ اس کےمعنی یہی سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذات سے علم حاصل ہوتاہے کہ قیامت کیا چیز ہے ۔ کیونکہ جسم قبر سے دوبارہ زندہ ہوکر ہمیشہ کے لئے غیر فانی اورجنت میں داخل ہونے کے قابل ہوجاتا ہے ۔ مگر ملحدین منکرین معجزہ جواس کو نہیں مانتے وہ ہمیشہ آپ کی موت کے قائل رہے اورقیامت وبعثت کے منکر۔

نادان دشمنوں کا خیال

ان منکرین کے گروہ میں اِکا دُکا ایسے خام خیال بھی گذرے ہیں جن کی دقت۔ نظر حاصل نہ تھی اوراسی لئے ان کے خیالات ان کے گروہ میں بھی نا مقبول رہے جنہوں نے مسیح کا اپنے شاگردوں کو بعد صلیب ودفن نظر آنا ایک واقعہ مسلمہ مان لیا مگرمعجزے کوباطل کرنے کی غرض سے جس کے وہ منکر ہیں یہ وہم ایجاد کیا کہ مسیح صلیب پر مرے ہی نہ تھے صرف غش کھاگئے تھے جس کو لوگ موت سمجھے اورپھر ہوش میں آکر اورکچھ دنوں زیر علاج رہ کر اچھے ہوگئے اوراسی کو شاگردوں نے دوبارہ زندہ ہوجانا مشہور کردیا۔ یہ خیال ایسا فاسد بلکہ بودا تھا کہ منکرین کی نگاہ میں بھی جچا اوراس کو اسٹراس جیسے سرآمدہ ملاحدہ یورپ نے ردک کے سمجھا دیا کہ مطلق قابل التفات نہیں۔

ماخذ معلومات قادیانی

مگر ہمارے مرزا جی جو ملحدوں اور دہریوں کے عیسوئیت کی مخالفت میں کاسہ لیس ہیں اوران کے ردکئے ہوئے فضلہ کو شیر مادر کی طرح ہضم کرنے میں مشتاق ہوگئے اوراس مردود ولا وارث خیال کو ان کی کتابوں سے مسرقہ کرکے بڑے مطراق کے ساتھ اپنے پٹھوؤں کے ذہن نشین کررہے ہیں اوراس کو ایک عظیم الشان مضمون "صفحہ ے اور" اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات " صفحہ ۲۳۲ کا نام دے کر گویا فرماتے ہیں کہ ایں خیال اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔ اورحق یہ ہے کہ بیہودگی اورحماقت میں بھی مرزا جی کو جدت نصیب نہ ہوئی اگرآپ کبھی دوہریہ یا ملحد کے یہاں منڈ یر[1] بھی تو وہ بھی کوئی شامت کا مارا گھٹیا کابل کا گدھا نکلا۔ پس مسیح کی صلیبی موت سے انکارکرنے میں توآپ نے الحاد کے کٹھ ملانوں کی تقلید کی اورمسیح کے ملک شام سے ہندوستان میں سفر کرنے کے خیال میں آپ نوٹووش روسی سیاح کے مرید ہوئے جس نے تھوڑے دن ہوئے واقعی کچھ جدت اورہنرمندی کے ساتھ ہم کو مسیح کی نئی سوانح عمری کا دلچسپ ناول صحیح تاریخ کے نام سے سنایا تھا ۔ مگر اس کا نرا افسانہ ہونا ثابت ہوگیا اوریورپ سے جب یہ دونوں خیال مردود ہوچکے تو مرزا جی نے ان کو اپنی اندھیر نگری میں جہاں کے آپ بوجھ بوجھکڑ ہیں رائج کرنا چاہا۔

---

[1]چنانچہ البدر ۱۱ستمبر ۱۹۰۳ء میں آپ کے کسی پیر کے مضمون کا ترجمہ بعنوان" کسر صلیب" درج کیا گیا جس میں راقم " معجزات " اورسیدنا مسیح کے زندہ موجود ہونے" اور"کنواری مریم" کا مضحکہ اڑاتا ہے۔

یہاں قابل غوریہ امر ہے کہ نہ تو مرزا کو نادان دوستوں کا یہ خیال جچا ہے کہ خدا نے مسیح کوہرطرح کے دکھ درد ورسوائی سے بچالیا کیونکہ یہ قلبی محبت پرمبنی تھا ۔ نہ اس کو فہمید ہ دوستوں کا خیال جنچا کہ مسیح خدا کی راہ میں ہر طرح کے مصائب سہ کر شہید ہوئے اورسب سے اعلیٰ ثواب کو فائز ہوئے کیونکہ یہ واقعات پر مبنی تھا ۔ نہ اس کو دانا دشمنوں کا خیال جنچا کہ مسیح موت تو یقینی تھی مگر ان کا دوبارہ لوٹ کر آنا شاگردوں کا وہم وخواب تھا کیونکہ اس کے لئے بھی فہم وفراست درکارتھی۔ اس کو جنچا تو نادان دشمنوں کو خیال جنچا کیونکہ اس میں قرآن کا یہ سخن پورا ہوتا ہے۔

(سورہ انعام آیت ۱۱۲)۔ہم نے رکھے ہر نبی کے دشمن آدمیوں اورجنوں میں شیطان لوگ جو جاتے ہیں ایک دوسرے کو جھوٹی باتیں مکاری کی ۔ یہ مسیح کے حق میں آپ اورآپ کے استادوں کی دشمنی ہےکہ مسیح کے لئے دوموتیں تجویز کرنے کو خیال چلایا گیا ہے کہ ایک دفعہ تو مسیح صلیب پر چڑھائے گئے ۔ ہر طرح کی رسوائی درد دکھ سہے اور صدمات کی شدت میں غش کھاگئے حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کو مردہ تصورکرلیا اوریہ ایک مدت کے برابر مصیبت اٹھا کر دوبارہ ہوش میں آئےپھر مدت تک بیماری میں مبتلا رہے مرہم پٹی ہوتی رہی اورچنگے ہوکر ایک مرتبہ پھر کبرسنی کو پہنچ کر موت کا مزا چکھا۔

مرزا کا یہی زخرف القول غروراً جوجنوری فروی ومئی وجون کے ۱۹۰۳ء کے چارنمبروں میں کوئی ۴صفحے سیاہ کئے ہوئے۔ مجذوبوں کی بڑکی طرح بےربط اورشیطان کی آنت کی طرح پیچ درپیچ ہے ہماری دانست میں اپنی ترید تھا۔ مگر اس نے شورمچادیا کہ" ہمارے مضامین کو شائع ہوئے ماہ کا عرصہ گزرچکا ہے لیکن عیسائیوں کی طرف سے ان کی تردید میں ہم نے کچھ نہیں دیکھا صفحہ ۱۹۰۔ عیسائیوں نے ایسی لچرتقریر کی جس کو مسلمان بھی مردود مانتے ہیں اورعیسائی بھی کچھ پرواہ نہیں کی تھی مگر وہ تمہارا یہ کفربھی توڑے دیتے ہیں۔ لواب اپنی دونوں آنکھیں کھول کر یہ نہیں تو اپنی ایک ہی آنکھ کھول کر خوب دیکھ لیجئے کہ آپ کے " عظیم الشان" محل کو عیسائی کس طرح زمین سے ملائے دیتے ہیں۔

ہم اپنے آرٹیکل کے اس نمبرمیں مختلف عنوانوں کے نیچے صرف یہ ثابت کریں گے کہ انجیل شریف کے بیان کے مطابق سیدنا

مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار ممکن نہیں اورکہ مرزا کے تمام اوہام نہ صرف باطل بلکہ دانستہ کذب پر مبنی ہیں۔

مرزائی دلائل کا لب لباب

مرزا کہتا ہے کہ اب یہ قصہ جو انجیلوں میں بیان کیا گیا ہے قابل غور ہے۔ ایک آدمی تین گھنٹے صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اورکوئی تاریخی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ صلیب پر تین گھنٹے میں کوئی آدمی مرگیا ہو۔ صلیب سے اتارے جانے کے بعد اس کی ہڈیاں توڑی نہیں جاتیں۔ جو آدمی کے ساتھ ہی صلیب پر چڑھائے گئے اورساتھ ہی اتارے گئے وہ زندہ ہی تھے۔ جب اس کی پسلی میں ذرا نیزہ کا سرا چبھویا گیا تو وہاں سے خون نکلا۔ کوئی طبی شہادت نہیں لی گئی کہ واقعی یہ شخص مرچکا ہے "۔ ان واقعات سے تو صاف اور سیدھا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اس قدر تھوڑے وقت میں کوئی انسان صلیب پر ہی نہیں سکتا۔ ہر عقلمند صاف سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں ملتے بلکہ بھاگ کر کہیں اورپناہ گزین ہوئے " (صفحہ ۵۵،۵۶)۔

اوّل۔ کتنی مدت تک صلیب پر رہے۔ پہلے تو مرزا نے " مسیح کا تین گھنٹے صلیب پر رہنا" مانا صفحہ ۴۹ پھر کہا کہ " تین گھنٹے کے اندر صلیب پر سے اتارا گیا" جلد اوّل صفحہ ۳۴۲۔ پھر اس سخن کی بھی اصلاح کی اور کہا کہ " قریباً دوگھنٹے سے بھی کم وقت رہے" صفحہ ۴۹ یعنی مسیح کو دوگھنٹے سے بھی کم وقت صلیب پر گذارا اوربلاآخر زیادہ سوچ سمجھ کر آپ نے اصلاح میں ترقی کی اور" مسیح کے صلیب پر نہایت تھوڑے عرصے رہنے پر قطعی حکم لگا دیا" (صفحہ ۱۹۲۔

کسی دیہاتی اہل دل کا قول تھا۔ع ماٹی اوڑھنا ماٹی بچھونا ماٹی کا سرہانا ہے۔ ہم کو یہاں مزا جی زبان حال سے یہ پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہیں " جھوٹ اوڑھنا جھوٹا بچھونا جھوٹ ہی سرہانا ہے"۔ تین گھنٹے " وہ لغو تھا"۔ قریباً دوگھنٹے"۔ لغوتر ہوتا اورپھر یہ نہایت تھوڑا عرصہ" قرین تھا۔ نہیں ہم بھول گئے ۔آپ کی لغویت مبالغہ سے بھی بڑھی ہوئی ۔آپ تو یہ لکھ چکے ہیں " چند منٹ ہی مسیح کو صلیب پر سے اتارلیا"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۱۔

مرقس باب ۱۵ آیت ۲۵میں لکھاہے کہ " پہردن چڑھا تھا جب انہوں مسیح کو مصلوب کیا"۔ لفظی ترجمہ یونانی عبارت کا یہ ہے " وہ تیسرا گھنٹہ تھا"۔ یہودی حساب سے دن صبح سے شام تک ۱۲گھنٹوں میں منقسم ہے اورصبح سے تیسرا گھنٹہ ہندوستانی پہلا

پہر۔ رومی اور انگریزی حساب سے ۹ بجے صبح کا وقت تھا۔ یعنی مسیح صبح ۹ بجے صلیب دیئے گئے ۔ مگر مرزا جی کی اعجازی جہالت کی شامت دیکھو۔ جہاں چھٹے گھنٹے یعنی ۱۲ بجے دن کا ذکر آیا ہے وہ لکھتے ہیں یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے"۔ صفحہ ۴۶، ۵۰ کیا خبط ہے۔ نہیں دیکھ سکتے کہ " چھٹا گھنٹہ" دن کے وسط کا وقت ہے جو صبح وشام سے چھ چھ گھنٹے بعید ہے۔

پھر آیت ۳۴ میں لکھا ہے " تیسرے پہر یسوع بڑی آواز سے چلایا ایلی ایلی لما شبقتنی " لفظی ترجمہ ہے " نویں گھنٹے " پر جو تیسرا پہر یعنی ۳ بجے کا وقت ہے۔ پس ۹ بجے صبح سے لے کر ۳ بجے دن تک پورے چھ گھنٹے ہوئے ہیں اوراس وقت تک مسیح صلیب ہی پر ہیں اورزندہ ہیں۔ پھر اس کے بعد کچھ وقفہ ہوا۔ نہیں معلوم کس قدر ، اورتب " یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم دیدیا"۔ آیت ۳۷۔ پس معلوم ہوگیا کہ صلیب دیئے جانے سے جان دینے تک سیدنا مسیح کو چھ گھنٹے سے بھی زیادہ مدت گزرچکی تھی اوراس وقت تک آپ صلیب پر سے نہیں اتارے گئے بلکہ قریباً تین گھنٹے موت کے بعد بھی مسیح کا جسم مبارک صلیب پر ہی لٹکتا رہا۔ کیونکر صاف لکھا ہے " جب شام ہوگئی ۔۔۔ ارمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا۔۔۔ اورپیلاطس کے پاس جاکر یسوع کی لاش مانگی"۔ آیت ۴۲، ۴۳ اورجب اجازت مل گئی تو وہاں سے لوٹا اورصلیب پر سے اس کو اتارکر مہین چادر میں لپیٹا " لوقا ۲۳: ۵۳۔ پس روشن ہوگیا کہ شام ہوجانے تک خداوند کا لاشہ صلیب پر ہی لٹک رہا تھا۔ ۹ بجے صبح صلیب دی گئی اورشام کے بعد یعنی ۶ بجے کے بعد لاش صلیب پر سے اتاری گئی ۔ اب کسی سے گنوالو کہ یہ مدت ۹ گھنٹے سے زائد ہوئی کہ نہیں۔ اوراسی کوآپ نے قریباً دوگھنٹے" اورنہایت تھوڑا " اورچند منٹ " بتلایا۔ آپ نے اس پرانے ٹکسالی پیشہ ورجھوٹے کوبھی ہرادیا جو بچارہ صرف اسی پر اکتفا کرتا تھا ۔ع کہ

دوپیمانہ آب ست دیک چمچمہ دروغ

دوم۔ آیا طبعی طورپر یہ مدت مسیح کے حق میں زندگی فنا کردینے کو کافی تھی ؟

مسیح کی اذیتیں صلیب سے پہلے

سیدنا مسیح کو صرف ایک صلیب ہی سے بدنی صدمات نہیں پہنچے تھے بلکہ صلیب سے پہلے خبیث دشمنوں نے آپ کو پوری طرح خستہ اورقیمہ کر ڈالا تھا۔ جمعرات کی شام کو آپ نے

اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کا کھانا کھایا تھا اورپھر اس کے بعد نہ ایک دانہ اناج کا آپ کے منہ تک پہنچا نہ ایک قطرہ آب زبان تک پہنچا۔ صبح ہوتے ہی زحم پر زخم پہنچائے گئے اورسارے دن بھوکے پیاسے رہے ۔ اور طبیبوں کو معلوم ہے کہ تشنگی کا غلبہ زخمیوں پر کس درجے ہوتا ہے پیاس کی شدت اوراذیت ۔الامان، تمام شب مصیبت وپریشانی میں کٹی۔ ایک جھپکی آنکھوں کو نصیب نہ ہوئی ۔ رات ہی کو ناخدا ترس دشمنوں نے گرفتارکرلیا اورادھر سے اُدھر دوڑایا۔ تھکا کر بدن کو چورکر ڈالا ۔ روحانی اذیتوں کی کچھ انتہا نہ تھی ۔ ہر طرح کی ذلت وخواری سمی براُ چاہنے والوں کی دل آناری اٹھائی۔ جن کو زندگی کی راہ بتائی وہی جان کے گاہک ہوگئے بلکہ موت کی راہ میں بھی کانٹے بچھائے ۔ کانٹوں کے تاج نے آپ کا مبارک سر لہو لہان کردیا اورسرکنڈوں کی مارنے جراحت پر جرات پہنچائی اوراس سب کے اوپر یہ ستم کے آپ کا مقدس جسم جو جنت کے پھول سے نازک تر تھا کوڑوں سے پٹوایا گیا(متی ۲۷: ۲۷تا ۳۱)۔

دُرے کی سزا

ہم مرزا کی قساوت قلبی کو دفع نہیں کرسکتے ۔ مگر صرف ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ رومیوں کے درمیان کوڑے کی سزا نہایت ہی ایذادہ اورسنگین تھی۔ کوڑے کے لڑوں میں لوہے ،ہڈی یا سیسے کی ٹکڑے اس ترکیب سے پروئے ہوئے تھے کہ ان کی خوفناک ضربوں سے گوشت پارہ پارہ ہوکر پشت قیمہ ہوجاتی تھی اوراکثرملزم کوڑے کھاتے ہوئے مرجاتے تھے۔ جب یہ سزا جس کے تصور سے بدن لرزتا اورروح کانپ اٹھتی ہے مریم کے فرزند بھگ چکے۔ توبھاری صلیب جو شہتیروں کے دوکندوں سے بنا ہوتا تھا آپ کی مجروح پشت پرلا داگیا۔ اور" اپنی صلیب آ پ اٹھائے اس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے" یوحنا ۱۹: ۱۷۔ اورتب آپ کو صلیب دی گئی ۔

مصلوب کرنے کا طریقہ

یہ ایک دردناک عمل تھا۔ پہلے صلیب کو زمین پر دھرتے اورپھر اس پر ملزم کو لٹا کر موٹی موٹی لمبی لوہے کی سیخوں سے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اورپیروں کے تلوں کو چھید کر لکڑی میں ٹھونک دیتے تھے پھر اس کو زندہ جسم سمیت سیدھا کرکے زور سے گڑھے

میں دھر کر گاڑدیتے تھے ۔ اورسارا جسم چارزخموں کے سہارے سے لٹکتا تھا جس سے جسم کا ایک ایک رگ وپٹھا تانت کی طرح کھینچ جاتا تھا۔ اس اذیت میں جس کے بیان سے ہر شخص جس کو ذرہ بھی اخلاص وعقیدت خدا کے نبی کے ساتھ ہے بیتاب ہو جاتا ہے۔ مسیح نے جن کو قرآن روح اللہ یعنی خدا کی جان کے لقب سے یاد کرتا ہے پورے چھ گھنٹے رہ کر جان دی۔ مرزا کہتا ہے " یہ نہایت صاف بات تھی کہ تین گھنٹے صلیب پر لٹکانے سے کبھی کسی کی جان نہ نکل سکتی " صفحہ ۸۔ وہ لوگوں کو دھوکا دے کر یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ گویا مسیح کو دشمنوں نے یکایک چنگا بھلا پکڑ کر تین گھنٹے تک صرف ایک رسی سے باندھ کر لٹکا رکھا تھا اوراس لئے یہ وقت ایسی حالت میں موت کے لئے کافی نہیں ہوا۔ مگر ہم ثابت کرچکے کہ صلیب تک تو مسیح نیم مردہ پہنچے تھے اورمطلق کوئی حیرت نہ ہوتی اگر آپ کی جان کوڑے کھاتے ہوئے نکل جاتی۔ یا اس وقت جب آپ زخمی پشت پر صلیب لادے لارہے تھے یا جس وقت آپ کو صلیب پر ٹھونک رہے تھے یا صلیب دینے کے عین بعد ہی۔ مگر جب آپ پورے ۹ گھنٹے صلیب پر لٹکے چکے تو سخت منکر کو بھی موت کا یقین ہوگیا پر مرزا کے انکار کا علاج ہم نہیں کرسکتے ۔ منکر نکیر کریں تو کریں۔

سوم۔ نیزے کی ضرب کا کیا نتیجہ ہوا ۔ مرزا لکھتا ہے کہ " اس کی پسلی میں ذرہ نیزہ کا سرا چبھویا گیا تو وہاں سے خون نکلا "۔ زخم محض کوئی چھوٹا سا خراش تھا" یہ کہیں نہیں لکھا کہ زخم بڑا گہرا تھا(صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا لہر بن موسے جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ بولنے میں ایک بلبل ہزار داستان ہے۔

انجیل کے الفاظ یہ ہیں " ایک سپاہی نے بھلے سے اس کی پسلی چھیدی" یوحنا ۱۹: ۳۴۔ اول تو لفظ چھیدنا استعمال ہوا جو خود زخم کے گہرے ہونے پر کافی ہے۔ دوم آلہ ضرب بھلا بتایا نہ کوئی سوئی یا سلائی اوریونانی لفظ کا اطلاق اس لمبے نیزے پر ہوتا ہے جو سواروں کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ اور بھالے کی نسبت چھوٹا بولنا شاید قادیان کے گنواروں کی زبا ن ہو۔ جوزخم ایسے آلہ لگایا گیا جس کے زد کے لئے کوئی روک بھی نہ تھی اس کو خراش " بلکہ محض کوئی چھوٹا سا خراش " بتلانا جھک مارنا ہے ۔ سوم ضرب جھلی سے نازک مقام پر لگائی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپاہی

نے اپنے نیزے کا پورا وارکیا اورایک گہرا زخم لگایا جو اس کا مقصود تھا ۔ چہارم انجیل میں لکھا ہے کہ زندہ ہوکر یسوع نے اپنے شاگرد سے کہا " اپنا ہاتھ پاس لاکر پوری پسلی میں ڈال " یوحنا ۲۰: ۲۷۔ جو زخم اس طرح کا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈالا دے اس کی نسبت یہ جھوٹ بولناکہ " کہیں نہیں لکھا کہ زخم بڑا گہرا تھا" حق اورانصاف کا خون کرنا ہے۔ ہم تو ثابت کرچکے کہ زخم نہ صرف گہرا بلکہ بڑا چوڑا بھی تھا اورہم آگے چل کر ثابت کردینگے کہ یہ ایک گہرا زخم تھا جو دل تک پہنچا ہوا تھا۔ اوراگر بالفرض محال دوسرے صدمات کو اس سے پہلے مسیح برداشت کرچکے تھے دراصل موت کے لئے کافی نہ بھی ہو چکے ہوتے تو صرف یہی زخم زندگی کو فنا کردینے کے لئے کافی سے زیادہ تھا اورکوئی بشر اگر اس میں سات جانیں بھی ہوں ایسے کاری ومہلک زخم سے بچ نہیں سکتا۔

چہارم۔ دونوں چوروں کا جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے کیا حال ہوا۔ مرزا کہتا ہے کہ" یہ قریب قیاس نہیں ہے کہ دونوں چورجو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے مگر مسیح صرف دوگھنٹے تک مرگیا" دونوں چورصلیب پر سے زندہ اتارے گئے "صفحہ ۵۳ کوئی شخص وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ چورزندہ ہی اتارے گئے اورمرزا تو خود انجیل سے نقل کرچکا (صفحہ ۵۶" کہ یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جاویں۔ ۔۔۔۔پیلاطس سے درخواست کی ان کی ٹانگیں توڑدی جائیں اورلاشیں اتارلی جائیں"(یوحنا ۱۹: ۳۱)جس سے مستنبط ہوتا ہےکہ وہ لوگ مرچکے تھے اور لاش ہوچکے تھے اورٹانگیں ان کی صرف اس لئے توڑی گئی تھیں کہ شاید ان کی جان ابھی ابھی نکلی تھی۔ اورسپاہیوں نے چاہا کہ اگر کہیں چھپی چھپائی کچھ جان باقی رہ گئی ہو تو پتہ لگ جائے اوروہ بھی بالکل فناکر دی جائے اورہرطرح کا شبہ مٹ جائے کیونکہ اورزیادہ وہ لاشوں کو صلیب پرنہیں رکھ سکتے تھے۔

انسانی جسموں میں فرق

پر اگریہی فرض کرلیا جائے کہ چورنہ مرے تھے تو بھی ان کی سخت جانی کی مشابہت مسیح میں ڈھونڈنا پرلے درجہ کی حماقت وکورباطنی ہے کیا قادیان میں سب دھان ۲۲ پنسیری ہیں؟ کیا انسانی جسموں میں سختی اورنزاکت کا فرق نہیں؟ کیا ہم روزمرہ دیکھتے کہ نفیس ونازک طبعیتوں کو ذراسی کرکری یاذرا سی بدبویا ذراسی بے سری آوازیا گندگی کی ایک نظر بھی بڑے دکھ کا باعث

ہوتی ہے۔ مگر ایسے ناہنجارلوگ بھی ہیں جو ایک ٹکے کے لئے اپنے جسم کو چاقوؤں سے کاٹتے ہیں اورآگ سے جلاتے اور ہر طرح کے اگھورپن کرتے ہیں جس کو دوسرے لوگ دیکھنا بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ پس چوروں اورڈاکوؤں کی سخت جانی سے جو قتل وغارت گری کے عادی تھے جوشبانہ روزاس قسم کی تکلیفیں خود اٹھاتے اور دوسروں سے اٹھواتے رہے تھے مسیح کا مقابلہ کرنا صرف ایک کافرانہ بے بصری ہے۔ اعلیٰ درجے کی پاک ذات اورمقدس روحوں کے لئے پروردگارعالم نے اعلیٰ درجے پاکیزہ وجسمانی مسکن بھی بنائے ہیں۔ اوران کے حواس خمسہ جن کے ذریعہ رنج وخوشی کااحساس ہوتاہے ایسا اعلیٰ منزل پرہوتے ہیں کہ کچھ تعجب نہیں اگرایک بھونڈی طبعیت کا شخص نہ سمجھ سکتا ہو۔ پس جو ایذا ان ایک چھڑی کی ضرب سے پہنچ سکتی تھی عوام کو وہ تلوارکے گھاؤ سے نہیں پہنچ سکتی۔ اوریہی توجہ ہے کہ نبی کو تھوڑی سی ایذا دینا بھی اللہ کے یہاں قتل انسان سے بڑا سمجھا گیا ۔ اورخودقرآن میں لکھا ہے والذین یوزون رسول اللہ لہم عذاب الیمہ۔ اورمسیح کا تو حال ہی بالکل دوسرا تھا۔ آپ نرالی صورت سے پیدا ہوئے ان کے جسم کی نظیر دنیا میں موجود ہی نہیں ۔ اس طرح دکھ درد کا احساس ان کو ہوا کسی کو بھی نہیں ہوسکتا۔ مرزا جی کی حالت عجب شان کی ہے۔ عوج بن عنق سے بھی آپ کئی بانس اونچے ہیں۔

پنجم۔ مسیح کی موت پر عینی شہادت

مرزا کہتا ہے " مسیح صلیب پر نہیں مرا۔۔۔۔۔۔ بلکہ غش کی حالت ہوگئی جو مرنے سے مشابہ تھی" صفحہ ۵۱ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہوگیا" صفحہ ۲۳۳۔

" سکتہ یا غشی کی حالت اورحقیقی موت میں امتیاز کرنا اس قدرمشکل امر ہے کہ اس زمانہ کا ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھاسکتا تھا" صفحہ ۱۹۴۔

پیلاطس نے اپنے زمانہ کے قواعد وضوابط کو پوری پابندی کے ساتھ مسیح کی حقیقی موت کی تصدیق وتحقیق کرلی ایسی کہ اب کسی یا وہ گوکو مجال چون وچرا باقی نہیں رہی چنانچہ جب ارمتیہ کا رہنے والا یوسف مسیح کی لاش مانگنے گیا تو" پیلاطس نے جواب دیاکہ وہ ایسا جلد مرگیا اورصوبہ دارکو بلاکر اس سے پوچھا کہ کیا اس کو مرے ہوئے دیر ہوگئی ؟ جب صوبہ دارسے حال معلوم کرلیا تو لاش یوسف کو دلادی " (مرقس ۱۵:۴۴، ۴۵) یہ ان سپاہیوں کا افسر تھا جو صلیب پر تعینات کئے گئے تھے۔ جنہوں نے مصلوبوں

کی حقیقی موت کا پورا پورا امتحان کرلیا تھا ۔ دو کی ٹانگیں توڑدی تھیں اورایک کی پسلی چھید کر دل تک چیر دیا تھا اورسکتہ یا غشی اورحقیقی موت میں امتیاز کرلینے کے لئے یہ عمل کیا تھا تاکہ مصلوبوں کی موت میں کچھ دھوکا نہ رہ جائے۔ مگرمرزا پوچھتا ہے کہ کیونکر" ہم ایک جاہل پولیس کے آدمی کی رائے تسلیم کرلیں"صفحہ ۱۹۴ اورپھر یہ بھی لکھتا ہے کہ" عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا اورشبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدرمدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے" صفحہ ۵۱، ۵۲ یہاں مرزا جی نے بددیانتی کرنا چاہی ہے وہ انجیل کی عبادت کویوں نقل کرتے ہیں "پلاطوس نے متعجب ہوکر شبہ کیاکہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مرگیا" صفحہ ۵۱، شبہ کیا " یہ الفاظ اپنی طرف سے ملادئیے اورایسا جلد " کے لئے بھی کوئی لفظ اصل میں نہیں ہے اوراس پر زورنہیں دیا جاسکتا ۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ شبہ توکسی شخص کا بھی یہاں مفید نہیں۔مگرہاں تصدیق ضرورمفید ہے سوا اگرآپ کے گواہ پلاطوس نے بے سوچے شبہ کیا بھی تھا توا س نے حقیقت امردریافت کرکے اپنے شبہ کو بالکل رفع کرلیا۔ اورپلاطوس کا یقین آپ کو جھوٹا بنارہا ہے۔ یقین ایسے شخص کا ہے جس کوپورے مواقع یقین حاصل کرنے کے بہم پہنچ ہوئے تھے اور" جو عین صلیب کی گھڑی میں " تحقیق کے ذرائع کو عمل میں لایا تھا۔پلاطوس کو اپنے ماتحتوں اورکارکنوں کے حالات آپ سے زیادہ معلوم تھے۔ اس نے اپنے معتمد افسر کے قول کو حق مانا اورماننا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ پلاطوس کا تجربہ صوبہ دار کے تجربے سے افضل نہ تھا ۔پلاطوس اپنے اجلاس اورمحل میں حکم شد کا اختیار رکھتا تھا۔ مقتلوں میں جلادی کا کام نہیں کرتا تھا۔ ایسے موقعوں کا ذاتی اورعینی تجربہ صوبہ داراوراس کے ماتحت سپاہیوں سے زیادہ کسی کوبھی نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ تصدیق کرچکا کہ " مسیح کو مرے ہوئے دیر ہوگئی "۔ اس کی تصدیق پر یہودیوں نے بھی صادکردیا اورپلاطوس نے بھی اوراس کو" جاہل پولیس کا آدمی" کہنا خودآپ کو جاہل ثابت کرتا ہے کیونکہ اپنے خاص فن میں جاہل نہیں تھا"۔

مگرایک طرف ماجرا ہے ۔ مرزا جی یہ بھی لکھتے ہیں کہ" تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کردئیے تاکہ مسیح کی جان بچ جاوے اس کے علاوہ مسیح کی غشی کو حالت میں کردیا تاکہ ہر ایک کو مردہ معلوم ہو" صفحہ ۲۳٦ یعنی مسیح کو مردہ سا

بنا دینا ایک الہیٰ معجزہ تھا تاکہ" ہرایک کو مردہ معلوم ہو" پس اگر تمام جہان کے ڈاکٹر مسیح کی لاش کا معائنہ کرتے اوران کے ساتھ آپ اپنے حکیم الامتہ کو بھی ڈیپوٹ کرتے تو حکم خدا یہ تھا کہ وہ سب کے سب یہی کہتے کہ اسے لاشے میں جان نہیں یہ مردہ ہے۔ اس سے بڑھ کرعینی شہادت اورکیا ہوسکتی ہے؟ اوریہ تو خودآپ نے تسلیم کرلی اور کہہ دیا کہ جہان میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔ عالم ہویا جاہل ڈاکٹر ہو یا سرجن جو مسیح کو بجز مردہ کے کچھ اور کہتا اور خدا کومنظوریہی ہوا"۔ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کردئیے"پس عینی مشاہدہ مسیح کی موت کا توہر ایک کو ہوگیا اورغشی کی حالت پر صرف ایک آپ کو اطلاع ہوئی ہے۔ اوراس کا کوئی خارجی ثبوت آپ کے پاس نہیں اوراسی لئے آپ اس غشی کی نظیر ہم کو نہ دے سکے کہ غش کھاجانے کے بعد تین گھنٹے مسیح صلیب پر لٹکتے رہے تو ہوش نہ آیا۔ پہلو میں نیزہ مارا گیا تو ہوش نہ آیا۔ واقعی سچ ہے ۔ اگریہ غشی تھی تواعجازی غشی تھی ۔ یہ غشی موت کی تھی تا اللہ کا کہا پورا ہو" ہر ایک کو مردہ معلوم ہو"۔

ششم۔ سیدنا مسیح کی موت پرطبی شہادت

دفعہ سوم میں ہم نیزہ کا تذکرہ کرچکے ۔ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کاری زخم مسیح کی پسلی کو پھوڑکر دل تک اتر گیا تھا اورایسا زخم ہمیشہ مہلک ہوتا ہے۔ مرزا جی اس کو نہیں ماننا چاہتے ۔ کہتے ہیں" نیزہ کو عین دل کے مقام پر مارتاکہ اس سے خون باہر نکلے بڑے ہنر کو چاہتا ہے ۔ اورایک جاہل سپاہی سے یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ انسان کے بدن کی تشریح سے پورا واقف ہو"صفحہ ۱۹۵ ۔ معترض کس درجہ بدشعوروبدتمیز ہے اورشاید اوروں کو بھی اپنی ہی مانند سمجھتا ہے۔انسان کا دل جوشبانہ روز دھڑکتا رہتا ہے بدن کے کس حصہ میں ہے اس کے لئے علم تشریح میں مہارت چاہیے یہ ہم نے آج ہی سنا ہے ۔ پھر کتنا تعجب ہوتااگر کسی رومی نیزہ باز سپاہی کویہ معلوم ہوتاکہ انسان کے بدن میں نیزہ سے کون کون مقام کاری زخم پہنچانے کے ہیں۔ اورسپاہی بھی ایسا جو قتل گاہوں میں جلادی کا تجربہ رکھنے والا اورجس کا منصبی فرض یہی ہو کہ تحقیق کرلے کہ ملزم دراصل مرچکا ۔ اورتعمیل وارنٹ موت کی باضابطہ رپورٹ کرے اگراس سپاہی کوآپ نے اس معنی میں جاہل کہا کہ وہ اپنے فن سے ناواقف تھا توآپ نے اپنی جہالت کو الم نشرح

کردیا۔ پس بھالے کو پسلی کی طرف چلانے سے یہی مقصود ہوسکتا تھا کہ دل تک پہنچا دے ۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ یہ سپاہی نیزہ بازی میں ایسا خام نہ تھا جیسے مرزا جی علم مناظرہ میں۔

پھر انجیل میں اس زخم کی نسبت لکھا ہے کہ" فی الفور اس سے خون اورپانی بہ نکلا"یوحنا ۱۹: ۳۴ مرزا صاحب یوں رقمطراز اوراپنی اس تحقیق پر نازاں بھی بہت ہونگے کیونکہ آپ کا جہل مرکب ہے"۔ لہو کا نکلنا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسیح ابھی زندہ تھا کیونکہ مرنے کے بعد معاً خون کم ہوجاتا ہے" صفحہ ۱۹۴حیرت ہے ہزارہا دشمن صلیب کے گرد کھڑے ہوئے ہوں اورایسی موٹی بات کو مشاہدہ کریں اورا ن کو گمان بھی نہ ہو کہ مسیح بھی مرا نہیں۔ ہم کو تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مرزا جی سے کہیں زیادہ ہوشیار سمجھ دار تھے۔ وہ اس خون کو مسیح کی یقینی موت پر شاہد سمجھے۔

پھر آپ لکھتے ہیں " اگر زخم اس قدر بھی گہرا ہوتا کہ دل تک پہنچ جاتا تو بھی پانی کا نکلنا ممکن نہ تھا سوائے اس کے کہ مرض استسقا ہوتا " صفحہ ۱۹۴ آپ کو اور علوم کے ساتھ طب میں یدطولےٰ حاصل ہے۔

یہ " خون اورپانی" جو کثیر مقدار میں مسیح کی پسلی کے زخم سے یہ نکلا کیا تھا؟ کہاں سے آیا۔ اوراس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کے لئے ہم صرف علم تشریح الاجسام کی سند ڈھونڈینگے اورمرزا جی کے خرافات کو اہل ِنظر پر ماہر کرینگے۔ ڈاکٹر ولیم اسٹراوڈ۔ ایم ۔ ڈی نے ایک ضیغم کتاب " مسیح کی موت کے جسمانی سبب" پر تصنیف کی جس پر سرگرہ اطبائی انگلستان سر جیمس سمپسن ایم ڈی نے دیباچہ لکھا ہے ۔ اس میں انہوں نے علم تشریح کے اصول پر بحث کرکے دکھلایا ہے کہ سیدنا مسیح کی موت دل کے پھٹ جانے سے واقع ہوئی تھی اوربہت مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ جب انسان کو لگا تار جسم اورروح کو سخت صدمہ پہنچانے والی ایذائیں برداشت کرنا پڑتی ہیں تو ایک نوبت ایسی آتی ہے کہ دل یکایک شق ہوجاتا ہے اورایک چیخ کے ساتھ روح پروازکرجاتی ہے۔ چنانچہ انجیل نویس کا بیان بھی یہی ہے " پھر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا " مرقس ۱۵: ۳۷۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دل کے پھٹنے کے ساتھ ہی خون بکثرت کبھی کبھی ایک کوارٹ یعنی ۱۲چھٹاک کی مقدار سے پیری کا رڈیم یعنی اس جھلی میں جودل کو غلاف کئے ہوتی ہے جمع

ہوجاتا ہے۔ اوریہاں خون دوچیزوں پر جواس کی ترکیب میں داخل منقسم ہوتا ہے ایک جز کا نام کریسا منٹم ہے جو گاڑھا اور سرخ ہوتا ہے اوردوسرے کا نام سیرم جو سیال اورآبی رنگ کاہوتا ہے اور عوام ان دونوں چیزوں کو خون اور پانی ہی کہتے ہیں۔ سپاہی نے موت کے واقعی ہونے کی تحقیق کی غرض سے یا اگر موت صرف ظاہری ہوتو زندگی فنا کردینے کی غرض سے پاس آکر نیزہ سے قلب کے موضع پر وارکیا اوربائیں پسلی کے (کیونکہ داہنے ہاتھ کا دار مقابل کے بائیں طرف لگتا ہے)زیرین حصہ میں ایک ترچھا زخم مارا جس سے پیری کارڈیم جوپسلی کے تلے کریسا منٹم اورسیرم سے پر چکی تھی نیچے سے کھل گئی اورزخم کے رستے کل مواد پانی کی سی دھار کے ساتھ جس میں پھٹکیدار خون ملا ہوا تھا بہ نکلا۔اوردیکھنے والے نے عوام کی زبان میں اس کویوں بیان کردیاکہ " فی الفوراس سے خون اورپانی بہ نکلا" دیکھو صفحات ۳۹۹، ۵۸۷ طبع ثانی لندن ۱۸۷۱ئی یہی وجہ ہے کہ کوئی واقفکار دوست یادشمن نہیں گزرا جس نے مسیح کی حقیقی موت سے انکارکیا ہو۔ اورکسی جاہل ونادان کی بات کا اعتبارنہیں۔مگر مرزا جی کا حافظہ درست نہیں۔ اوپر تو وہ مسیح کی پسلی میں زخم کوبھی مان چکے گو اس کو صرف " کوئی چھوٹا سا خراش" بتایا اورپھر اس زخم سے خون نکالنے کے بھی قائل ہوچکے گواس کوبھی زندگی اورغشی پر دال کہا ۔ مگراس سب کے بعد آپ نے یہاایک جگہ یہ بھی لکھ دیاکہ " سپاہیوں کو اس قدر وسیع اختیارات حاصل نہ تھے کہ جس طرح چاہتے کسی کو مارڈالتے اگران کو ایک طریق سے مارنے کا حکم ہوتا تواس کی بجائے خود وہ ایک اورطریق اختیارکرلیتے۔ ان کو یہ ہدائت تھی کہ صلیب پر موت کے نہ واقعہ ہونے کے سبب سے تینوں کی ٹانگیں توڑدیں اوراس قانونی حکم کے بجائے وہ خود بخود کوئی دوسرا تجویز نہ کرسکتے تھے " صفحہ ۱۹۴۔ کیا زبردستی ہے کہ سپاہیوں کے یہ " اختیارات تو مانے جاتے ہیں کہ پسلی میں نیزہ چبھوکر خون نکال دیں مگر یہ اختیارنہیں مانا جاتا کہ وہ نیزکو ذرا اور گہرا کردیں۔ توکیا ان کاہاتھ آپ نے روک لیا تھا یا ان کو قانونی حکم بھی دیا گیا تھا؟ کہ مسیح کی پسلی سے صرف خون نکال کر تمام لوگوں دکھلاؤ کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں"۔ مگرا سکی نہ کسی حاکم نے بازپرس کی نہ دشمنوں نے شکایت جو مسیح کی موت کا فتویٰ حاصل کرچکے تھے۔ مرزا جی کو چاہیے کہ اب پہلو بدل دیں اس زخم سے بھی منکر ہوجائیں اور چوروں کی ٹانگیں توڑی جانے سے بھی۔ کیونکہ اگرمسیح بھی صلیب

پر نہیں مرے تھے جیسا مرزا جی کو اصرار ہے تو لازم ہے آئیگا کہ تینوں مصلوبوں کی ٹانگیں بالضرور توڑی گئیں اورقانونی حکم سے انحراف نہیں ہوا۔ اورمسیح نے بھی یقینی وفات پائی ۔ صلیب سے اورپسلی کے زخم سے نہ سہی ٹانگوں کے توڑے جانے سے سہی۔ اورمرزا جھوٹے ثابت ہوئے جو کہتے ہیں کہ وہ ملکوں ملکوں سیر سیاحت کرتے ہوئے کشمیر تک پہنچے۔ بات یہ ہے کہ مسیح کی مخالفت میں مرزا جی دیوانہ ہوگئے ہیں۔ ان کو کوئی قرینے کی بات سوجھتی ہی نہیں۔

" سپاہیوں کو کوئی حکم " مصلوبوں کی ٹانگیں توڑنے یا نہ توڑنے کا نہیں ملا تھا۔ یہودیوں نے ایسی درخواست کی تھی۔ ٹانگیں دو مصلوبوں کی صرف اس لئے توڑی گئیں کہ کوئی شبہ اوردھوکا ان کی موت میں نہ رہ جائے ۔ چوروں کی موت میں سپاہیوں کو شبہ تھا"۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آکردیکھا (لاش کا خوب معائنہ کیا آیا کوئی آثار زندگی کے تو موجود نہیں اوران کوپورا یقین ہوگیاکہ دیر ہوئی) کہ " وہ مرچکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں"۔ (کیونکہ یہ عمل غیر ضروری تھا جس میں صرف سپاہیوں کی تکلیف اورمحنت متصور تھی) مگر ان میں سے ایک سپاہی نے (جوشاید مرزا جی کی طرح عداوت میں تلا ہوا تھا جس کو زندہ اورمردہ میں امتیاز نہ تھا اور بڑا فکرمند تھا مبادا کوئی دھوکا رہ جائے)" بھالے سے اس کی پسلی چھیدی" (اوراپنا اوردنیا میں اپنے تمام ہم خیالوں کا شبہ ابد تک رفع کردیا (یوحنا ۱۹: ۳۳تا ۳۴) اس کا یہ فعل منشائے حکم قانون کے مطابق تھاکہ جس طرح ضروری اورمناسب ہواس امر کا اطمینان کرلیا جائے کہ ملزم جس کو سزائے موت دی گئی واقعی مرگیا۔

ہفتم۔ مرزا جی کی ایک اورغلط بیانی کو بھی ہم فاش کرتے ہیں۔ اس ثبوت میں کہ" بہت لوگ جو مسیح سے بہت زیادہ عرصے صلیب پر لٹکائے گئے وہ بھی جانبر ہوگئے " ۔ وہ " فاضل مورخ جوزیفس "کا نام لے کر کہتے ہیں کہ " اس نے قیصر سے تین شخصوں کے جو صلیب پر (کم ازکم ایک سے زیادہ عرصے سے جیسا کہ واقعات سے شہادت ملتی ہے) لٹکے ہوئے تھے چھوڑے جانے کے لئے درخواست کی اوروہ درخواست قبول ہوکر مناسب علاج سے تینوں میں سے ایک کی جان بچ گئی " صفحہ ۱۹۳، ۱۹۵۔ اس میں صرف ایک ہی فقرہ جوخطوط کے اندر ہے مرزا جی کے کچھ مفید ہوسکتا تھا ۔ مگر وہی فقرہ جھوٹ ہے پھر جوزیفس کا مصلوب

کیونکر مسیح کی نظیر ہوسکتا ہے ؟ اس کو کب کوڑے مارے گئے کب اس کی پسلی میں بھلا چھیدا گیا کب وہ ۹ گھنٹے صلیب پر لٹکا اور کب لوگوں نے اسے مردہ سمجھا اور قبر میں رکھا۔

یہاں مرزا جی نے ایک شرمناک جھوٹ بولا ہے ۔ اس وقت جوزیفس کی تصنیفات کی پوری جلد مطبوعہ چارلس گریفن ہمارے سامنے رکھی ہے مورخ اپنی سوانح عمری کے آخر میں صرف اسی قدر لکھتا ہے کہ" طیطس قیصر نے مجھ کو معہ سیر یلیس کے ہزارسواروں کے ہمراہ موضع تھیکوا کو یہ دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا کہ آیا وہ مقام لشکر گاہ کے مناسب ہے اورجب میں لوٹا تومیں نے دیکھا کہ بہت سے قیدی مصلوب کردئیے گئے ۔ انہیں کے درمیان تین میرے دوست نکلے"۔ اب مرزا جی بتائیں ان کو کن واقعات سے شہادت ملتی ہے کہ یہ مصلوب " کم ازکم ایک سے زیادہ " صلیب پر لٹک چکے تھے؟ بلکہ یہاں تو برعکس یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ لشکر کے جوار میں کوئی موضع تھا جس کے دیکھنے کو گھوڑی کی سواری پر جوزیفس گیا اورقیاس چاہتا ہے کہ جیسا دستور ہے صبح کے وقت ناشتہ وغیرہ کرکے یہ لوگ روانہ ہوئے ۔ اس وقت تک کوئی قیدی مصلوب نہیں ہوا تھا مگر جب چند گھنٹوں بعد واپس لشکر کو آئے تو یہ ماجرا دیکھا اوراس نے فوراً اپنے دوستوں کی جان بخشی کرائی۔ یہ مورخ یہ بھی لکھتا ہے کہ " قیصر نے فوراً حکم دیاکہ وہ لوگ صلیب سے اتارئے جائیں اوران کے علاج میں انتہا درجہ کی ہمت صرف کی جائے ۔ تاہم ان میں سے دو تو طبیبوں کے ہاتھوں میں فوت ہوگئے اور صرف تیسرا بچ گیا"۔ یہ تینوں مصلوب بالکل سادے طورپر صرف چند گھنٹوں کے لئے صلیب دیئے گئے تھے جن کو اورکوئی زخم نہیں لگا تھا اوران کا علاج بھی علانیہ طورپر شاہی حکم سے بادشاہی طبیبوں نے کیا۔ اس پر بھی دو مرگئے اوربچ نہ سکے۔ یہ ایک لطف کی بات ہے کہ دوست اور دشمن اس واقعہ کو اس امر کے ثبوت میں عموماً پیش کیا کرتے ہیں کہ باوجود اعلیٰ طبی امداد کے صلیب کے مارے کا جانبر ہونا محال ہوتا ہے۔ اورمسیح کے حق میں یہ قیاس بالکل بیہودہ ہے کہ ایسے ایسے زخم کھاکر ۹ گھنٹے صلیب پر لٹک کر اور تمام لوگوں کو دیکھتے مرکرپھر بھی وہ قبر سے زندہ بچ گئے ۔ مگر ہمارے مرزا جی تو اوندھی سمجھ کے ہیں ۔آپ نے اسی واقعہ کو مسیح کے نہ مرنے کی دلیل ڈبل جھوٹ بول کر بنالیا۔ ایک جھوٹ جوزیفس کے متعلق کہ اس کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصلوب "کم ازکم ایک دن

سے زیادہ " صلیب پر لٹکے۔ دوسرا جھوٹ مسیح کے متعلق کہ " وہ تجربہ کار طبیبوں کے زیر علاج رہا"۔ صفحہ ۱۹۷ ۔ جتنے جھوٹ ہمارے مرزا جی نے اپنے پیٹ سے نکالے اتنا جالا بھی کسی مکڑی نے نہ تنا ہوگا۔ ہم نے یہاں سیدنا مسیح کی موت پر سے مرزا جی کے تمام فاسد اورباطل اوہام کو اس سے زیادہ مضبوط دلائل سے رد کردیا جن کے وہ مستحق ہوسکتے تھے۔

سیدنا مسیح کی بعثت اورمرزا کا خبط ِکشمیر

سیدنا مسیح کا زندہ ہوجانا۔ جب یہ ثابت ہوگیاکہ سیدنا مسیح کی حقیقی موت صلیب پر واقع ہوچکی تو اب ہم کو مطلق ضرورت نہیں کہ مرزا جی کی ایسی غیر متعلق اورلغو بکواس پر کچھ بھی التفات کریں جس کے ثبوت میں انجیل شریف کی ایک آیت بھی پیش کرنے سے عاجز ہیں " مسیح کی قبر ایک "وسیع مکان "تھا جس میں ایک ہوا دار وسیع کوٹھا تھا جس میں ایک کھڑکی تھی"(صفحہ ۵۱، ۵۴، ۵۶ " جہاں دوستوں نے اس کی خبرگیری کی اور سب علاج کئے(صفحہ ۵۶ اورجہاں " اسی وقت سے وہ تجربہ کار طبیبوں کے زیر علاج رہا"صفحہ ۱۵۵[1]

---

[1] مرزا جی کا گلدستہ لغویات ۔ مرزا جی کا یسی فاش غلط بیانیاں ایک دونہیں بلکہ بیسیوں ہیں جن سے بحث کوکوئی سروکارنہیں ۔ مثلاً وہ لوگوں کو باورکرانا چاہتے ہیں کہ گویا انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے مرنے پر یروشلیم کے تمام مردے جوآدم کے وقت سے لے کر مسیح کے وقت مرچکے تھے زندہ ہوکر شہر میں آگئے "اورگلی کوچوں میں وعظ کرتے پھرے۔ جلد اول صفحہ ۳۴۲، جلد دوم صفحہ ۱۹۹)خدا تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظرآیا ۔صفحہ ۱۴۔ "مرزا" مجوسیوں ، جو زردشتیوں کی قوم ہے جنہوں نے مسیح کا ستارہ پورب میں دیکھا تھا" مشرقی اسرائیلی بتاتے ہیں صفحہ ۱۳۔ جس سے اس کی مراد کشمیری ہیں ۔ کہتے ہیں کہ" یہودیوں نے جس قدرنبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ زکریا نبی تک ختم ہوگیا اوران کو حضرت مسیح کے ہم عصر نبی یحییٰ کے قتل کا حال بالکل بھول گیا ۔ مسیح نے بھیس بدل کر باغبان کے کپڑے پہن لئے اسی طرح شکل بنالی صفحہ ۱۵۵ اورپھر اپنے دوران سفر ،ذیابیطس اور مراق کی معذرت میں خلاف واقع لکھتے ہیں کہ " مسیح پر بیماریاں اورعوارض معمولی لوگوں کی طرح آتے تھے " جلد اول صفحہ ۳۶۶ حالانکہ مسیح کا ایک دن کے لئے کبھی سر بھی نہیں دکھا۔ وہ تو سیرۃ پاشفا اوردوا تھے۔ پھر انہوں نے ان سے بھی بڑھ کر بیہودہ باتیں لکھی ہیں۔ کہتے ہیں" یسوع مسیح کے چاربھائی دوبہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اورحقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اورمریم کی اولاد تھی" باوجود یوسف نجارکی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئی " جلد اول صفحہ ۳۴۸ بھلا تم نے انجیل شریف کے کسی باب اورآیت کا توحوالہ دیا ہوتا جہاں یوسف کی دوسری جوروکا ذکر تھا اورسیدنا مسیح کے حقیقی بھائی اوربہنوں کا ۔بظاہر حیرت کی بات ہے کہ جو شخص اپنے منہ میاں مٹھو

مسلمانوں کا عظیم الشان امام بنے (جلد اول صفحہ ۳۷) وہ ایسے لغو اباطیل زبان سے نکالے اورخدا کے بندوں سے نہ شرمائے ۔ توریت سے انجیل سے قرآن سے حدیث سے دینی ودینوی تاریخ سے غلط حوالے دے لکھا کچھ ہو بیان کچھ کرے۔

مرزا جی کے بھائی کی روح ۔ مگر عقدہ حل ہوجاتا ہے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ مرزا جی کے کوئی مرحوم برادر غلام قادر بھی ہیں جن کی روح آپ کو خواب میں ستایا کرتی ہے اوروہی آپ کی ہر بے تکی بات کی جوابدہ بھی ہیں یہ کوئی پڑھے جن ہیں جنہوں نے کتب آسمانی میں تحریفیں کیں۔ محرف نسخے تیار کئے اورمرزا جی کو دکھلادئیے۔ مجھ کو ان کا زیادہ حال تو معلوم نہیں ابھی صرف اس قدرپتا لگا ہے کہ قرآن میں انہوں نے ایک بہت بڑی تحریف کرکے کشف کی حالت میں مرزا جی کو پڑھ کر سنادیا تھا۔ انزلنا قریباً من القادیان اورپھر" دائیں صفحہ میں شاید قریب نصب کے موقعہ میں یہی عبارت لکھی ہوئی"۔ اپنے نسخہ قرآن میں جوان کی تلاوت میں رہتا ہے۔ دکھلا بھی دی دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۔پس کیا عجب کہ یہ تمام جھوٹی باتیں بھی انہیں حضرت کی ساختہ پرداختہ ہوں جس طرح آپ مثیل مسیح ہے اسی طرح تائید روح القدس کی مماثلت میں آپ نے اس قادرکو تلاش کیا اسی سے اشارۂ قادرمطلق کی طرف ڈھونڈھا صفحہ ۸۷ ہم بھی کہتے ہیں کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔ مگر مرزا کو جگتے میں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے " کہ دائیں غائب جگہ جھوٹ اورجھوٹوں کی ہوا کرتی ہے اورعیسائی نہ اس انجیل کے قائل ہیں نہ مسلمان اس قرآن کے جوآپ کے برادرعزیز دافرتمیز کی تلاوت میں رہا کرتے ہیں۔ بھلا ایسے شخص کے ساتھ عقل ونقل سے بحث کرنا کیوں نہ فضول ہو ہم تو اپنی کتابیں دیکھتے ہیں۔ اوراس کے حوالے مرزا غلام قادرکے ایڈیشن پر مبنی ہیں"۔

لخر نہ ودمان۔ یہاں ایک اوربات بھی معلوم ہوگوی کہ مرزا جی قبلہ گاہ توکوئی ایسے شخص گزرے کہ خود فرزند ارجمند ان کی وفات پر گویا فرماتے ہیں ع ایں چنیں بدزندگای مردہ۔ پھر کوئی بھائی صاحب تھے جن کی نسبت آپ لکھتے ہیں " اورایسا ہی میرا بھائی مجھ پیش آیا

اچھا صاحب وہ قبر تاج گنج کا روضہ سہی مگر مردہ تو باغ عدن کی ہوا کھاکر زندہ نہیں ہوتا۔ دھنتر اورجالینوس نے بھی مردہ نہیں جلایا۔

پس اگر جیسا تم بڑی تاکید سے تسلیم کررہے ہو واقع صلیب کے بعد مسیح پھر اپنے دوستوں کو نظر آئے ۔ ان کے ساتھ کھایا پیارہے سہے ۔ تو وہ ضرورزندہ ہوگئے اورمرکر اٹھے اورہم کو تمہارے مقابلے میں اس کے ثابت کرنے کی بھی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

مگر اس زندہ شدہ جسم کے بارے میں مرزا جی نے چند غیر متعلق شبہات اٹھائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں " قبر سے نکلنے کے

اوروہ ان باتوں میں میرے باپ کے مشابہ تھا۔ پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی ۔ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اوراس نے مجھے کہا ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تا تجھ میں خصوصیت کرنے والے باقی نہ رہیں"۔ کیونکہ یہ لوگ زندگی میں مرزا صاحب کی جان کو روتے رہے اور اے بے ادبی سے سمجھا کئے کہ آپ کام چورنوالہ حاضر ہیں" جو صرف روٹی کھانے کا شریک ہوتا ہے" (لائف اورمشن ،ریویو جلد دوم صفحہ ۵۸) ان کو کیا خبر تھی کہ یہی فخرودومان ہیں۔ اورجو عرفی نے کہا تھا آپ ہی پر صادق آتا ہے ۔ع جوہر من کردورشن گوہر آبائے من پر ہم کو ضرور کہنا پڑا ہے کہ اگر مرزاغلام قادرمرحوم کتابوں میں تحریف نہ کرتے توبہت خوب آدمی تھے۔

بعد (مسیح کے) جسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی "صفحہ ۱۵مسیح اسی فانی اورمعمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا"۔ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے ۔ مسیح سے فانی جسم کے عادات صادرہونا اورکھانا اورپینا اورسونا اورگلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلیم سے قریباً ۷۰کوس کےفاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اورنامعقول بات ہے"۔ اس پر صلیب اورکیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور دردتکلیف ان کے ساتھ تھے جس کے واسطے ایک مرہم تیارکی گئی تھی "صفحہ ۵۰، ۵۱۔[1]

[1] آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قریباً ہزارطبی پرانی کتابوں میں ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسیٰ اورمرحم حوارئین اورمرہم شلیخا کے نام سے مشہورہے ان کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی" صفحہ ۴۱۹ جلد اول۔ اس قول کی لغویت بلادلیل عیاں ہے۔ جب کتابوں کا نام صفحہ وسطر بتاکر آپ سینکڑوں جھوٹ بول سکتے ہیں تو بلا نام ونشان کتابوں کے حوالے آپ نے کیا کچھ نہ بکا ہوگا۔ آپ کے تمام فاضل مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہوسکتے ہیں ؟ مسیح کے زخموں کا حال صرف تین فرقوں کو معلوم ہوسکتا تھا یا یہودی یا عیسائی اوریہ دونوں زخموں کے قائل ہیں مگرمرہم کے نہیں یا مسلمان اوریہ دونوں باتوں کے منکر ہیں۔ پس وہ کون لوگ تھے اورکس بنیاد پر لکھ گئے کہ" مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی اب رہی یہ بات کہ کسی مرہم کا نام مرہم عیسیٰ یا مرہم شلیخا رکھا گیا تھا تو دورکیوں جاتے ہو خود پنجاب میں علاوہ آپ کے پنٹنٹ کے " عرق مسیحا" اورمعجون

فانی اورجلالی جسم

ہمارا دعوےٰ صرف یہی تھاکہ مسیح کو صلیب دی گئی وہ مرگئے ۔ پھر زندہ ہوئے اوراپنے شاگردوں سے ملے۔ پہلی اور چوتھی بات کو تم خود مانتے ہو دوسری کوہم نے ثابت کردیا اورتیسری بات تمہارے اقراراورہمارے اثبات کا لازمی نتیجہ ہے۔ اب " فانی اورجلالی جسم" یہ بالکل ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کا حصل کرنا ہماری بحث کے لئے لازمی نہیں۔ مگر تمہاری خاطر ہم یہ بھی روا رکھتے ہیں ۔ جسم سب فانی ہیں بلکہ ایک معنی میں روح بھی فانی ہے۔ خدا نے روح پر سے فنا کا حکم ہٹادیا اوروہ غیرفانی بن گئی اسی طرح بہشتیوں کے جسم پر سے بھی خدا فنا کا حکم ہٹا کر اس کو " جلالی جسم" کردیگا۔ مگر ہم کو بالکل نہیں معلوم کہ فانی اورجلالی

مسیحائی" کے اشتہار چھپ رہے ہیں ہر حاذق طبیب کے علاج کو مسیحائی کہتے ہیں۔ شعرائی نے معشوقوں کو مسیحادم اورعیسیٰ نفس باندھا ہے ۔ پس اگرزمانہ سلف کے کسی ہالوے مرہم کا نام مرہم عیسیٰ رکھا گیا تھا تو اس سے یہ سمجھ لینا کہ اس کو عیسیٰ نے تجویز کیا اورحواریوں نے مرکب کیا سوائے حماقت اورا بلہی کے کچھ نہیں مگر ہم سمجھ گئے مطلب سعادی دیگر است ۔ مثیل مسیح بننے کےلئے گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح اوران کے حوارئین میں بھی ہماری طرح ایک " پاکٹ کیس ادویات" باندھے پھرتے تھے ۔ خوب ع گرنہیں وصل تو حسرت ہی سہی "۔

جسم کے درمیان کونسی " عادات" مشترک ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے ان اللہ یبعث من فی القبور" بیشك اللہ لوگوں کو قبروں میں اٹھائیگا وانہ یحی الموتی اوروہی جلائیگا مردوں کو۔ پس مسیح جو مرچکے تھے ان کو خدا نے جلادیا جوقبر میں داخل ہوچکے تھے ان کو اٹھا کھڑا کیا اوریہی ہمارا ایمان ہے۔ " بیشك مسیح مردوں میں سے جی اٹھا اوران میں سے (جوموت کی نیند) سوگئے تھے پہلا پھل ہوا"۔ اوراسی وجہ سے قیامت اورحشر کا علم۔ حشر کے بعدایمانداروں کے جسم جلالی ہوجائینگے۔ اس میں نہ کسی مسلمان کوشبہ ہے اورنہ کسی عیسائی کو پس مسیح کے زندہ جسم کے " جلالی جسم" ہونے میں کیوں شبہ کیاگیا؟ اس پربھی ہم کوتعجب آتا ہے کہ کوئی مسلمان اہل قرآن کلواواشربوھنیاً پر ایمان لا کرکھانے اورپینے " کو جلالی جسم کے منافی بلکہ " غیر ممکن اورنا معقول بات" بتادے۔ شاید نغمائے جنت سے وہ منکر ہوگیا۔

سیدنا مسیح کے زندہ شدہ جسم کے خواص کی بابت مرزانے ایسی غلطیاں کی ہیں جو خود اس کے مقبولہ خیال کی ضد میں ہیں ۔ جب جمعہ کی شام کو مسیح قبر میں درآئے اورحالت غشی میں تین دن یونس کی طرح بے آب ودانہ قعر زمین میں رہے اورتیسرے دن یعنی اتوارکی صبح کوکیونکرتازہ زخم موجودتھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اورتکلیف ان کے ساتھ تھی اورزخم بھی کیسے کہ میخوں کے وارپار۔ پاؤں کے تلوؤں میں۔ توایسے زخمی شخص کے لئے " جلیل کی طرف ایک لمباسفرکرنا جو یروشلیم سے قریباً سترکوس کے فاصلے پر تھا" کسی باہوش شخص کے ذہن میں کیسے آسکتا ہے؟ زخمی ومجروح پیراورسترکوس پا"پیادہ" مسافت صفحہ ۵۶ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن اسی کو کہتے ہیں ۔ محض اس ایک واقعہ سے ثابت ہوجاتاہے کہ اب مسیح کا کوئی فانی اور معمولی جسم" پر بطورعلامات شہادت نمودار تھے اوردکھلارہے تھے کہ آپ کے مبارک جسم میں کوئی بہت بڑی تبدیلی واقع ہوچکی تھی"۔

ہم افسوس کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک ایسا" عظیم الشان امام" ہوا جو اس درجہ جاہل ونادان نکلا کہ اس نہ عیسوئیت کی حقیقت سے آگاہ ہی نہ اسلام سے وقوف اورپھر بھی دعوےٰ ہمہ دانی۔ ابھی اس نے کھانے پینے کوجلالی جسم کے منافی کہا تھا اوراب مسیح کے زخموں پر اعتراض کرتاہے کہ" نئی زندگی کے ساتھ زخموں کاہونا ممکن نہ تھا" صفحہ ۱۸۱۔

مسیح کے زخموں کی حقیقت

بخاری ومسلم میں حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ شہدائی قیامت کو اپنے زخم جسم پرلئے ہوئے اٹھینگے مامن مکلوم یکلمه فی سبیل اللهه جائی یوم القیامۃ وکلمه یدمی اللهون دم والریح حسابٍ(مشارق الانوارنمبر۹۲۸) کوئی زخمی ایسا نہیں جو اللهه کی راہ میں گھائل ہوا ہو مگر وہ قیامت کے دن زخم بہتا آئیگا رنگ اس کا رنگ خون کا ہوگا اورجو اس کی مشك کی ۔ کس کو زخم مسیح کے زخموں سے زیادہ خدا کی راہ میں لگے؟ پھر کیوں تعجب کیا جاتا ہے کہ اپنی قیامت میں مسیح اپنے زخموں کو جسم پر۔ لئے ہوئے اٹھے؟

انجیل کی شہادت صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کے جسم پر پانچ زخم دوہاتھوں میں دو پاؤں میں اورایك پسلی میں موجود تھے جن کو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دکھلایا اورجن کی وجه سے انہوں نے آپ کو پہچانا کہ آپ ہی جسم کے ساتھ جی اٹھے۔ مگر ان زخموں میں نہ کوئی درد تھا نہ تکلیف نہ ان سے خون جاری تھا اورنہ وہ کسی مرہم کے محتاج تھے۔

یہ سچ ہے کہ زندہ ہوجانے کے بعد سیدنا مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ کھایا پیا مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ آپ کو کبھی بھوك یا پیاس لگی یا " بھوك اورپیاس کی درد بھی موجود تھی " جیسا مرزا جی نے لکھا صفحہ ۵۱۔ صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اپنی حقیقی بعثت کو اپنے شاگردوں پر ثابت کردینے کی غرض ہے تاکہ ان کے تمام شك وشبہ دورہوجائیں آپ نے ان کی تسکین کی خاطر اُن کے ساتھ کھانا کھایا (دیکھو لوقا باب ۲۴آیت ۴۳)۔ یہ ہرگز نہیں ثابت ہوسکتا کہ دراصل آپ کو جسمانی غذا کی احتیاج تھی۔

مسیح کے زندہ شدہ جسم کی تبدیلی

اب رہا سونا۔ سو انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ بعد زندہ ہونے کے آپ کبھی سوئے بھی جیسا مرزا کو اصرار ہے۔ یہ قول بھی مرزا جی کا بالکل باطل ہے کہ " قبر سے نکلنے کے بعد مسیح کے جسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی "۔

ایك تبدیلی پر تو وہ خود شاہد ہیں کہ ایسے بڑے زخم پاؤں کے تلوؤں پر لئے ہوئے مسیح " پا پیادہ " ۷ کوس کا سفر کرگئے اورنہ کوئی تکان پیدا ہوا نہ ماندگی ۔ کیا یہی فانی اورمعمولی جسم کے آثار ہیں؟ پھر لکھا ہے کہ مسیح اپنے شاگردوں کے ساتھ قصبہ عمواس میں ایك مکان کے اندر دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ یکایك " وہ ان کی

نظر سے غائب ہوگیا" (لوقا ۲۴: ۳۱) کہئے کیالطافت بھی معمولی جسم کا خاصه تصورکیا گیا ہے"۔

پھر لکھا ہے کہ ایک مکان کے اندر شاگرد جمع تھے جس کے " دروازے یہودیوں کے ڈر سے بند تھے" مگر دروازہ بند ہی رہا" اور" یسوع آکر بیچ میں کھڑا ہوا"۔ اور ایسا ہی ایک اور دفعه مسیح بند دروازوں میں سے شاگردوں کے درمیان آگئے ۔ یوحنا ۲۰: ۱۹، ۲۶ توکیا یہ بھی فانی معمولی جسم کی کوئی خاصیت ہے؟ اب کہئے آپ کا وہ سخن کیسا لغو تھا کہ مسیح بغیر پتھر کے ہٹائے جانے کے ماہر (قبر کے) نہ نکل سکتا تھا" صفحہ ۵۵ پتھر اس لئے ہٹایا گیا کہ مسیح کے دوستوں کی قبر تک رسائی ہوسکے ورنہ اس جلالی جسم کے لئے لکڑی اورپتھر کچھ سدراہ نہ تھا۔ پھر اس کے بعد رفع آسمانی کی بابت لکھا ہے کہ"ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھایا گیا اوربدنی نے اسے ان کی نظروں سے چھپالیا" (اعمال ۱: ۹) یہ کس جسم کی تعریف ہوئی ؟

پھر کئی برس بعد دن دوپہر بڑی چکا چوند دانی تجلی کے ساتھ آپ مقدس پولوس پرظاہر ہوئے اوران سے ہمکلام ہوئے (اعمال ۹: ۲۲) کیا تم اب بھی جلالی جسم کے قائل نہ ہوگے ؟

اوبماندہ درازمطلوب خویش سعی ضائع رنج باطل پائے یش

نوٹووش روسی کا افسانہ

مرزا کا خبط کشمیر (افشائے رازمزارِخان یار) نوٹووش روسی سیاح نے یہ افسانہ گھڑا تھا کہ لداخ میں سفر کرتے ہوئے میری ٹانگ ٹوٹ گئی اورمیں نے ہمس میں لاما لوگوں کی خانقاہ میں پناہ لی وہاں اماموں نے میرا علاج کیا اورمیں اچھا ہوگیا۔ وہیں مجھ کو خبر لگی کہ اس خانقاہ کے کتب خانہ میں ایک بہت قدیم قلمی نسخہ ہے جس میں نبی عیسیٰ کی سرگزشت درج ہے کہ کیونکر بعد بلوغ وہ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ کاشی جی میں باس کیا وہاں برہمنوں کے علوم حاصل کئے اورپھر تبت لوٹ آئے۔ جہاں بُدھوں نے آپ کو بُدھ کا ایک اوتارمان کر قبول کرلیا بعدازاں آپ اپنے ملک یہودیہ کو واپس گئے اوروہاں دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔

نوٹووش نے کہا وہ نسخہ میں نے دیکھا۔ اس کا ترجمہ کرایا اوراب یوروپ کی زبانوں میں اس کو شائع کرتا ہوں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تبت کے لاما نبی عیسیٰ کے ہمیشه سے قائل ہیں اوران کے نام سے خوب واقف ۔ مگر پیش بندی اورچالاکی سے اس نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ وہ لوگ کسی اورکو اپنی کتاب نہ دکھائینگے اوراگر کوئی اس

کو بارہ میں ان سے استفسارکریگا تو وہ صاف انکارکر جائینگے ۔ کیونکہ وہ کسی یورپین سے بات بھی نہیں کرتے ۔ میں نے توبڑی حکمت عملی سے ان کا یہ دینی رازپایا ہے (اس وقت یہ بیان میں اپنی یاد سے لکھتا ہوں نوٹووش کی کتاب میرے پاس موجود نہیں) یورپین محققین نے موقع پر جاکر تفتیش کی اوربالکل ثابت ہوگیا کہ نہ نوٹووش لداخ گیا نہ ہمس میں ٹکانہ اس خانقاہ میں کوئی اسے جانے۔ نہ وہاں ایسا کتب خانہ ہے۔ نہ لاما عیسیٰ کے متعقد ہیں نہ ان کے پاس کوئی سوانح عمری مسیح کی موجود ہے۔ نوٹووش نے روپیہ کمانے کوایک ناول لکھ کر شائع کیا اورجہاندیدہ بسیارگوید دروغ کا نمونہ دکھلایا تھا اب اسی پرانے مضمون میں تصرف کرکے ہمارے[1] مرزا جی نے اپنا قصہ بنایا مگربہت ہی نکما۔

مرزا جی کے دعوےٰ

۱۔ نہایت ہی مضبوط دلائل سے ثابت ہوگیا کہ پھر مسیح سیرکرتا ہواکشمیر میں آیا (۲۔) باقی حصہ عمر کا کشمیر میں بسر کیا" ۔جلد اول صفحہ ۳۴۲ (۳۔) اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیراورتبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں" یعنی (۴۔)بنی اسرائیل جو" مسیح سے ۲۱۷برس پیشتر"ہندوستان کی طرف آکر اس ملک کےمتفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے " صفحہ ۵، ۹۔ " مسیح نے جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تواس ملک میں خدا تعالیٰ نے ان کو بہت عزت دی" صفحہ ۲۳۳۔(۶۔) لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے " (صفحہ ۲۳۴)(۷۔) چونکہ حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کےلئے وصیت تھی اس لئے وہ دس فرقے جو اس ملک میں آکر افغان اورکشمیری کہلائے آخرکار سب کے سب مسلمان ہوگئے "صفحہ ۲۳۴۔

یہ سات متفرق دعوے مرزا جی نے کئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دعویٰ کے لئے آپ نے کون کون سے مضبوط دلائل دئیے ہیں۔

---

[1] جب ہمارا یہ مضمون چھپ چکا تو ایک دوست کی عنایت سے مرزا صاحب کا راز حقیقت ہمارے ہاتھ لگا اس میں آپ فرماتے ہیں کہ " حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جس کو لندن سے میں نے منگوایا وہ بھی جوان سے متفق ہے" صفحہ ۱۷۔ یہ کہتے شرم آتی ہے کہ وہ ہمارا پیر دستگیر اسی کی کتاب سے آپ یہ لغو قول بھی تحریر فرماتے ہیں " یہ بات یقینی اورپختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں مسیح کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے" ۔صفحہ ۱۱ تمام جہان کو ان کتابوں اورکتب خانوں کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ وہ عنقا کے ساتھ کوہ قاف میں ہیں۔

دعویٰ نمبر۱، ۲، ۳، ۵ کے لئے آپ " مضبوط " کیا معنی کوئی کمزوردلیل بھی نہیں لائے حالانکہ نمبر۵ آپکے بے دلیل دعوؤں کی لغوبنیاد ہے اورصرف اسی حرص میں کیا گیا کہ قادیان بھی کسی طرح اس خطے میں آجائے جس پر مسیح کے مبارك ومقدس قدم پڑے تھے۔مگر مرزا جی کو کم سے کم مقامی جغرافیہ توپڑھ لینا چاہیے کہ پنجاب اسم بامسمیٰ ملك صرف وہ حصہ ہندوستان کا ہے جو زیر کوہ پانچ دریاؤں کے بیچ واقع ہے اورکشمیر سے بالکل جدا۔ مگر آخر یہ طوالت وبدتمیزی کیوں ؟ مرزا غلام قادرکو چاہیے تھا کہ کشف میں وہ آپ کو نقشہ ہندوستان دکھلا کر انگلی سے بتادیتے کہ آپ کا دولت خانہ عین اس جگہ کے بیچوں بیچ کے درمیان واقع ہے جہاں حضرت مسیح ٹھہرے تھے۔ اورقادیان کا دوسرانام سری نگر ہے۔

دعویٰ نمبر۷ کا پہلا حصہ تو مسلمانوں کا اعتقاد ہے جس کے لئے ہم کوئی دلیل نہیں طلب کرسکتے مگر اس کو دوسرے حصے کے ساتھ لفظ " اس لئے " سے ربط دینا دلیل کا ضرورمحتاج ہے مرزا جی کو ثابت کرنا چاہیے کہ افغانوں اورکشمیریوں کے اسلام قبول کرنے کا باعث یہی تھاکہ ان کے پاس حضرت مسیح کی وصیت آنے والے نبی کے حق میں موجود تھی۔ کیونکہ بلا ایسی وصیت کے بھی اسلام قبول کیا جاسکتا تھا؟

مرزا جی مشکل میں پھنسے

یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا مگر اس سے آپ کی مشکلیں بہت بڑھ گئیں۔ جب کشمیری اورافغان بنی اسرائیل ہوئے اور انہوں نے لبیك کہکر اپنے تئیں مسیح کی رسالت پر سوجان سے قربان کردیا اوراسلام کی آمد تک سچے عیسائی بنے رہے بلکہ نبی موعود کے حق میں مسیح کی وصیت کو بھی رکھا کئے حتیٰ کہ ان کو قبول کرکے مسلمان بھی ہوگئے تو ثابت ہوگیاکہ اسلام اورعیسوئت کے درمیان ایك پورا یکا اورلگاتار سلسلہ ان کے ہاتھ میں رہا۔ پس ان کے پاس سے اسلام میں وہ انجیل عیسیٰ بھی آناچاہیے جس کی تصدیق قرآن شریف نے کی جو دست بدست ایمانداروں سے ایمانداروں کو پہنچی تاآپ کو ان اناجیل کا رونا باقی نہ رہے جوبقول جناب " اس قدرپایہ اعتبار سے ساقط ہوگئی ہے " اورآپ کے ہاتھ میں کوئی معتبر انجیل توآجائے۔ کیونکہ اگر اتنا کام بھی مثیل مسیح نے نہ کیا تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔ حیرت ہے کہ مرہم عیسیٰ تو آپ نے ڈھونڈھ نکالا مگر انجیل عیسیٰ کا پتہ نہ لگایا۔ پھرانہیں

لوگوں کے ہاتھ سے ہم کو حضرت مسیح کی صحیح احادیث بھی ملنی چاہیے اورقادیانی مدعی کے حق میں مسیح کی بشارات بھی۔ پھرکشمیریوں اورافغانوں نے جس طرح آنے والے نبی" کو بلاعذر قبول کرلیا اسی طرح وہ آنے والے مثیل کا خیر مقدم کرنے کےلئے چشم براہ بیٹھے ہوئے ملینگے۔ توپھر اے مرزا تم سچے اسرائیلیوں سچے عیسائیوں اورسچے مسلمانوں کے دیس یعنی افغانستان سے کیوں دورہو؟مسیح تو دوردراز سفر اختیارکرکے ان لوگوں کے پاس آئے اورتم پاس بیٹھے ہوئے ان سے اس قدرکیوں دور ہوتے ہو؟ کیوں تمہاری دعوت کی آوازکابل میں نہیں سنائی دیتی کیوں تم کوان لوگوں سے گریز ہے کم سے کم اسی بات میں مثیل مسیح ہونادکھلاؤ کہ جس طرحاصل مسیح کوافغانوں نے قبول کرلیا اسی طرح نقلی کو بھی قبول کرلیں اورتم کوتو اس قوم کی " خری وا بلہی وجہل" سے زیادہ امید رکھنا چاہیے ۔ علاوہ بریں اب تو مسلمانوں کی طرف سے تم کو پچاس ہزارکا انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اس شرط پرکہ تم کابل ہوآؤ۔ مگرشاید تم کو خاک پاک پنجاب سے جس کو مسیح نے اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تھا"مفارقت گوارا نہیں اور مسیحی سلطنت میں صلیب کے سایہ تلے مرنے کو سعادت دارین سمجھتے ہو۔ اسی وجہ سے تم نے اسلام کا سب سے بڑا فرض للنہ الناس حج البیت ترک کیا اوراسی لئے مسیح موعود بن کر اپنے نبی کو جھٹلایا جس نے خدا کی قسم کھاکر کہا تھا والذی نفسی بیدہ لیملن ابن مریمہ بضبح الروحائی حاجاً مسیح ضرورحج کرینگے (مسلم کتاب الحج) افسوس تمہارے دعوؤں پر۔ واویلا ان پر جو اسلام کا دم بھرتے ہوئے ان کو قبول کرلیتے ہیں۔

دعویٰ نمبر۴ کی دلیل صرف یہ ہے کہ برنیروغیرہ علمائی فرنگ کا خیال ہے کہ کشمیری یہودی ہیں صفحہ ۱۰ توپھراس میں آپ کا کیا احسان اوراس کو آپ کی لغو بکواس سےکیا علاقہ کہ مسیح اوران کی والدہ کشمیرکوآئے ان کو عیسائی کیا ان کے درمیان رہے اورحضرت مسیح نے ۱۲۵برس کی عمر پاکر خان یار میں انتقال فرمایا اور دفن ہوئے اوروہاں کاروضہ آپکی قبر ہے۔بھلے آدمی تجھے کچھ آگا پیچھا بھی سوجھتا ہے؟ تجھے آج تک نہ معلوم ہوا کہ میرے مقدمات کیا ہیں اورکیا نتیجہ نکالتا ہوں ؟ یہ بڑی دل لگی کی بات ہے کہ تمام دعوؤں کی دلیل کا خانہ توآپ نے بلینک یعنی خالی رکھا اوراس میں جلی قلم سے لکھ دیا۔ " نہایت مضبوط دلائل سے ثابت ہوگیا " ۔ نہ صرف دلیل سے بلکہ دلیل کی جمع دلائل سے ۔ اوردلائل

ثابت ہوگیا"۔ وہ کیسے جیسے گدھے کے سر پر سینگ۔ اب ساری ہمت آپ نے" قبر سری نگر کشمیر" پر صرف کردی اس کے دلائل سنئے۔

بوسیدہ کتابیں

پہلی دلیل " پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہیں " جلد اول صفحہ ۴۱۹۔

ارے میاں وہ کونسی کتابیں ہیں اورکب اور کہاں اورکس کی دستیاب ہوئیں؟ ان کا مصنف کون ہے اورپھر وہ کتنی پرانی ہیں ؟ وہ اصل یا جعلی ہیں اوراس کا ثبوت کیا؟ ان باتوں میں سے کسی ایک کا جواب نہیں دیا جاتا ۔ مگر ہم کو اندیشہ ہے کہ مرزا جی کا کوئی خلیفہ کسی آئندہ نمبر ریویو میں لکھ دے کہ " جواب کیوں نہیں۔ ان میں سب سے معتبر اورپرانی کتاب کا نام سلٹین بین الدفتین ہے۔ جو حضرت ملا دوپیازہ نور اللہ مرقدہ کو اس وقت دستیاب ہوئی تھی جب وہ اکبر بادشاہ کے ساتھ سیر کشمیر کو آئے تھے۔ اوراب وہ شیخ جعفر زٹلی طاب ثراہ کے کتب خانہ میں رکھی ہوئی ہے جس کا جی چاہے دیکھ آئے ایک لاکھ سے زیادہ لوگ اس کو پڑھ چکے اوراس کی ایک نقل مطابق اصل غلام قادر کی روح کے پاس بھی ہے جو نہ مانے مباہلہ کرے"۔

مٹے ہوئے کتبے

دوسری دلیل "پرانے کتبے کے دیکھنے والے بھی شہادت دیتے ہیں کہ یسوع مسیح کی قبر ہے" وہ کتبہ کہاں ہے؟ کس زبان میں لکھا ہوا ہے اس کا مضمون کیا ہے اورکس کس نے اس کو پڑھا اوراس کے پرانے ہونے کی کیا دلیل ہے؟

پہلے سوال کا جواب مرزا جی نے یہ دیا تھا کہ " وہ خان یار کی" قبر کے اوپر[1] ہے ۔

جب محققین نے لوگوں کو بتلایا کہ مفروضہ" قبر کے اوپر" کوئی بھی کتبہ نہیں تو مرزا دم بخود ہوگئے مگر ان کے مرید نے یہ فرمادیاکہ " یہ کتبہ مسیح کی قبر سے ایک میل کے فاصلے پر کوہ

---

[1] مرزا جی اپنے انگریزی دوورقہ اشتہار جس میں خودبدولت اورخان یاروالی قبر کے فوٹو بھی دیئے ہیں)صفحہ اول میں لکھتے ہیں کہ " لوگوں نے اپنی ہی آنکھوں سے ایک پرانا لیکن اب مٹا ہوا نوشتہ قبر کے اوپر پڑھا ہے"۔ نوشتہ قبر کے اوپر بیان کیا گیا ہے اوراس کے پرانے ہونے کی یہ دلیل بہت معقول کہ وہ مٹا ہوا ہے ۔ مگراس کی کوئی دلیل مرزا نے نہ دی کہ جن آنکھوں نے اسکو پڑھا وہ چوپٹ نہیں تھی۔

سلیمان کی چوٹی پر ایک قلعہ کے اندر پڑا ہے"صفحہ ۲۱۴۔ اب سری نگر میں رہنے والوں کو خوب معلوم ہے کہ وہاں قرب وجوار میں کسی "کوہ سلیمان" کا وجود بھی نہیں۔ پس وہ قلعہ اوراس کےاندر کا پڑا ہوا کتبہ سب مرزا جی کےد وران سر کے نتائج ٹھہرے۔ ہمارے باقی سوالوں کا جواب مرزا جی نے یہ دے دیا اورہم ان کے مشکورہوئے کہ کتبے پر کا" نوشتہ اب مٹ گیا"۔ اچھے موقع پر حرف غلط کی طرح یہ نوشتہ مٹ گیا کہ یاروں میں بات رہ گئی ۔ بھلا ہم کیسے مانیں کہ ایسے عزیز الوجود کتبے کو مرزا جی کے مریدوں نے " کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک قلعہ کے اندر پڑا"۔ رہنے دیا ہوگا۔ اس کو سر آنکھوں پر لا کر دارالامان قادیان جہاں عقل ونقل کے کسی فتنہ کی گذر نہیں مرزا جی کے گھر پہنچا دیا ہوگا۔ تو وہ سل جس پر برسوں مرزا جی کے گھر میں مصالح پسا اورجوبہت کچھ گھس گئی ہے وہ یہی کتبہ ہوگا۔ بھلا پتہ کیسے نہ لگتا"؟[1]

کئی لاکھ چشم دید گواہ

تیسری دلیل ۔" سری نگر اوراس کے نواح کے کئی لاکھ آدمی ہر فرقے کے بالاتفاق گواہی دیتے ہیں صاحب قبر عرصہ انیس سو سال کا ہوا ملک شام کی طرف سے اس ملک میں آیا تھا " جلد ۱ صفحہ ۴۱۹۔

ان گواہوں کو آپ بتلادیجئے کہ حضرت مسیح کو پیدا ہوئے ۱۹سوبرس ہوئیں پس کشمیر میں آنے کے لئے کم سے کم ۵۰برس تو ہونا چاہیے ۔ کیا گواہ آپ کے یہ سمجھے کہ مسیح کشمیر میں پیدا ہوئے ؟

اب راز حقیقت میں ان گواہوں کی گپ سنئیے۔ " قریباً ۱۹۰۰ برس سے یہ مزار ہے" صفحہ ۵۱ ۔ انیس سوبرس تو مسیح کو پیدا ہوئے گذرے ۱۲۵ برس آپ کی عمر ہوئی اور ۱۹۰۰ برس سے مزار موجود ہے تو سواس اس برس قبل مسیح کے مزار بن گیا" اوریہی معتبر لوگوں کی شہادت ہے"۔ کس مسخرے نے ان بیوقوفوں کو ۱۹۰۰ کا عدد رٹادیا ہے۔ اگرہم ان پر جرح کرتے تو بھی کہہ دیتے کہ ۱۹۰۰ برس سے ہم اس کو دیکھتے بھی آئے ہیں"۔

[1] ناظرین ابھی اورکتبوں کے لئے تیاررہے کیونکہ رازحقیقت میں مرزا جی اعلان دے چکے کہ غالباً اس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہونگے جوابھی مخفی ہیں"۔ غالباً دفینے کے طورپر اس قبر میں بعض چیزیں مدفون ہونگی"۔صفحہ ۱۸ یہ غالباً فائدہ یقیناً کا دیتے ہیں۔

گواہوں نے آپ کے جھوٹ بولا مگرہم سچ کہتے ہیں کہ " کئی لاکھ آدمی ہر فرقے کے بالاتفاق اورکشمیر کے رہنے والے بالخصوص " اس دروغ بے فروغ پر جوکچھ آپ کو کہہ رہے ہیں کسی کان رکھنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ مگر ذرا غورکروتو بقول مرزا یہ روایت تو ایسی مشہور اور قدیم اور سلسلہ وار اورکشمیر میں زبان زدخان وعام۔ اورپھر بھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے کہ قادیان کے لوگوں کواس کی خبرہوئی اورانہیں کے منہ سے پبلک کے کانوں تک پہنچی ابھی کل تک تو مرزا جی کوبھی اس کی خبر نہ تھی گوآپ فی ادنی الارض پنجاب میں کشمیر کے زیر سایہ ساری عمربسرکرچکے۔ وہ آپ ہی توہیں جو ازالتہ الاوہام صفحہ ۴۷۳ ، ۴۷۴ پر مسیح کی قبرکا پتہ یہودیہ دیس میں بتلاتے رہے اورلکھ چکے " مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہوگیا"۔ اورحواریوں کوکشفی طورپر مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جبکہ وہ گلیل میں جاکر کچھ عرصے کے بعد فوت ہوگیا .۴دن برابر نظرآتا رہا"۔ پس آپ نے ایسی مشہور اور مضبوط روایات سے کیسے انکارکیا تھا؟ کیا قدامت اورشہرت اسی کانام ہے؟

یہودی مرشد

چوتھی دلیل۔ "ایک یہودی نے بھی اس کی تصدیق کی قبر واقع سری نگریہودیوں کے انبیائی کی قبروں کی طرح ہے " جلد اول صفحہ ۴۹۱۔

باطل ست آنچہ مدعی گوید۔ جب کبھی آپ کو مسیحیت کے بارے میں کوئی شاہددرکار ہوا کوئی نہ کوئی یہودی فوراً فریاد کو پہنچ گیا۔ آپ نے اس یہودی سے پوچھا ہوتاکہ یہودیوں کی قبروں میں اورانبیائی کی قبروں میں اورپھر یہودی اورمسلمانوں کی قبروں میں کیا فرق رکھاگیا ہے جس سے ایک قبرکودوسری سے پہچان سکتے ہیں۔ آپ بھی بہت سادہ لوح ہیں اس یہودی نے آپ کو بنایا ہے۔ اول توآپ خود مان چکے ہیں کہ اس قبرکا " طرزدفن مسلمانوں اوراہل کتاب سے خاص ہے"۔پس کیوں جائز نہیں کہ یہ قبر کسی مسلمان کی ہے؟ دوم یہ قبر" مسلمانوں کے محلے میں واقع ہے اس سے بھی اس کا مسلمان کی قبرہونا ثابت ہے ۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ تم کہتے ہو کہ قبرکے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے ۔ یہ سوراخ کسی قدرکشادہ ہے اورقبرکے اندرتک پہنچی ہوئی "۔ اورتم خود اقرارکرتے ہو کہ " قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی

ملک میں رواج نہیں" رازحقیقت صفحہ ۱۷، ۱۸ ۔ پس آپ اپنے مسخرے یہودی سے پوچھ لیجئے کہ بچہ تم نے کیسے اس قبر کو" یہودیوں کے انبیائی کی قبروں کی طرح" کہدیا؟ کسی نبی کی قبر میں پول نکلا؟

اب یہ بات آپ کو ہم سمجھادیجئے کہ اس قبر کے پاس "قدم رسول" کہاں سے کہاں آگئے۔ مجردیہ لفظ رسول مسلمانوں کی اصطلاح میں صرف آنحضرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ پس یا تو یہ سب محض لغو باتیں ہیں بے سروپا یا آپ اب یہ تیاری کررہے ہیں کہ کہدیں شب معراج حضرت اس قبرعیسیٰ کی زیارت کو تشریف لائے تھے۔

محلہ خان یار کا چبوترہ قبر نہیں

خیر اب ہم آپ کی خاطر مانےلیتے ہیں کہ کسی نامعلوم طریقے سے یہ قبر یہودیہ کےانبیائی کی قبروں کی طرح ضرور ہوگی تو پھرکیا ہرچبوترہ جونبی کے قبر کے اندازکا بنا ہو نبی کی قبر قراردیا۔ جائیگا ۔ قبرکسی مستطیل یا ماہی پشت چبوترہ کو نہیں کہتے۔ قبر وہ ہے جس کے اندرکوئی مردہ دفن ہو۔ آپ کے دعویٰ میں دوجزو ہیں۔ پہلا یہ کہ محلہ یارسری نگرمیں جو چبوترہ ہے وہ قبر ہے یعنی اس میں کوئی مردہ گڑا ہے دوسرا یہ کہ مردہ مسیح کا لاشہ ہے۔ پس جب آپ یہ کہتے ہیں کہ" لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ کی قبرسری نگرکشمیر میں موجود ہے " تو آپ ہذیان بکتے ہیں۔ جوشے " جسم کی آنکھ سے" لاکھوں انسانوں نے دیکھی وہ صرف ایک تودہ خاک ہے۔ نہ انہوں نے کبھی مسیح کودیکھا نہ مسیح کے لاشے کو دیکھا۔ بلکہ انہوں نے تو اس لاشہ کو بھی نہیں دیکھا جو اس قبرمیں رکھا بیان کیا جاتا ہے ۔ بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ اس بات کا بھی کوئی جھوٹا یا سچا گواہ نہیں ہوسکتا ہے کہ اس تودہ خاک کے نیچے کوئی لاشہ بھی ہے یعنی ابھی یہ بھی نہیں ثابت ہواکہ جس کو آپ قبر کہتے ہیں وہ کوئی قبر ہے چہ جائے کہ وہ مسیح کی قبریا مریم کی قبر ہے۔

صدیقہ کی قبر

ہم چلتے ہوئے یہ سوال بھی کرینگے کہ ایسی مہمان نوازی بنی پرور قوم کشمیری نے حضرت مسیح کی قبرتو محفوظ رکھی مگر حضرت مریم جو بزعم شما حضرت مسیح کے ساتھ کشمیرتشریف لائی تھیں ان کی قبر کہاں گئی ! ان کی قبرتو ضرورملنا چاہیے کیونکہ ان کا انتقال تو حضرت مسیح کی حین حیات میں ہوا۔

ان کی قبر تو حضرت مسیح کی زیرنگرانی بنی ہوگی۔ آپ تو اس ملک کے " شہزادہ نبی " تھے سارے لوگ آپ کے معتقد تھے۔ یہ قبر تو ضرور یہودیوں کی انبیائی کی ماؤں کی قبروں کی طرح ہوگی۔ اوریہ بھی ویسی ہی قدیم اورمشہور ہونا چاہیے جیسے مسیح کی قبر۔ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ حضرت مریم کی قبر کا پتہ بتادیں۔ چاہیے تویہ ہے کہ کہ اسی روضہ صاحب میں جو دوسری قبر کسی سید نصیر الدین کے نام سے مشہور ہے اس کو آپ فوراً قبر مریم ثابت کریں ورنہ بنابنایا کھیل بگڑتا ہے ۔ ذرا اس مٹے ہوئے کتبے کو میگنی فلائنگ گلاس سے پھر تو پڑھیئے۔

علم اللسان

پانچویں دلیل اوریہ مرزا جی کی برہان قاطع ہے۔
اورشاید یہی عظیم الشان علمی تحقیقات " ہے جو " یورپ اورامریکہ کے محقق " لوگوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے جلد ۱ صفحہ ۴۱۹ یہ ضرور "علمی " دلیل ہے کیونکہ فیلالوجی یعنی علم اللسان کے متعلق ہے۔ ناظرین ذراہنسی روک کے سننا ۔ "حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے اورجیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سری نگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجب بات ہے کہ دونوں موقعوں پر سری کا لفظ موجود ہے یعنی جہاں حضرت مسیح صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے ۔ اورجہاں انیس صدیوں کے آخیر میں حضرت مسیح کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اورمعلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت جو کشمیر کے علاقہ میں ہے وہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے" صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵۔

ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو ایک لطیفہ میں کوئی مرزا طل الیوق القابہ کسی مرزا منصو بن موسیٰ کے صاحبزادے گذرے ہیں وہ آپ ہی کے کوئی علاقی بھائی تھے۔ اورہم نے جو اس دلیل پر غور کیا تو ہم کو روشن ہوگیا کہ مرزا جی سڑی ہوگیا اوراب قادیان کا مناسب نام سڑی نگر ہونا چاہیے۔ کہ عجب بات ہے کہ سری خرابی سے سیڑی بن جاتا ہے اورمرزا جی سری میں فتور ہے۔ ان کو خودبخود اقبال ہے کہ ان کو " دوران سر اورکمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے"۔ جلد اول صفحہ ۳۴۱ دوران سر کا ٹھیٹھ اردو ترجمہ " سر پھرنا" ہے اورسر پھرنے سے مراد سڑی ہونا ہوتا ہے اس سے سند استاد کے کلام کی لیجئے۔

فرہاد سے ہمسری کرے کون　　سرکس کا پھرا ہے یوں مرے کون

مرزا جی کی دلیل ہم کو نہیں جچتی ۔ ہم اس سے بہتر لطیفے سن چکے ہیں ایک پرانے استاد نے عورت کی ہجو میں کہا۔ لفظ زن مصدر زدن سے نکلا ہے۔

اگر نیک بودے سرانجام زن　　زنان رامزن نام بودے نہ نون

اگر ان کو معلوم ہوتا کہ زن کو سنسکرت میں ناری کہتے ہیں تو پھڑک اٹھتے اورسمجھ جاتے کہ بیدیا برہمن نے عورت کو جہنمی کہہ دیا۔ ان سے بھی بڑھ کر لوگ گزرے ہیں۔ ایک صاحب نے کانے کی مذمت میں نص قرآن پیش کردی اورنظم میں

کانے کی بات کا مت کرو یقین　　لکھا ہے قرآن میں کان من الکافرین

اب حقیقت اس سری کو سنو۔ جس مقام پر سیدنا مسیح کو صلیب دی گئی اس کا نام نہ سری ہے اورنہ گلگت بلکہ گول گتھا جو معرفہ ہے اورجس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ سے ہوسکتا ہے ۔ اورہماری اردو زبان میں جس کا ترجمہ" کھوپڑی کا مقام"(مرقس ۱۵: ۲۲) مگر وہ مقام ترجموں کے اعتبار سے جو ہمیشہ مختلف ہوتے ہیں مشہور نہیں ہوسکتا ۔بلکہ اصلی لفظ کے اعتبار سے جو گول گتھا ہے۔ اوروجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک ٹیلا تھا بے برگ وگیاہ کا سہ لیسی یعنی کھوپڑی کے مشابہ اورمقتل ہونے کے باعث وہاں مردوں کی کھوپڑیاں بھی پڑی رہتیں تھیں اوریہ ایک وحشت نام مقام تھا جس کو کوئی صوری یامعنوی مشابہت یا مناسبت کشمیر سے ممکن نہیں۔

مگر مرزا جی کی بد تمیزی کی داد دینا چاہیے ۔ سری اردوزبان میں کلم کو کہتے ہیں یعنی مذبوح جانوروں کے سرکو۔ پس چاہیے تھاکہ وہ سری اورکھوپڑی میں تمیز کرتا۔ پھر گلگت کو بھی گول گتھا سے کچھ مناسبت نہیں نہ لفظی نہ معنوی مرزا تو یہاں اس کا تب سے بھی بڑھ گئے جس نے قرآن شریف میں خرموسلی دخر عیسی پڑھا تھا۔گلِگت ایک شہر کا نام ہے جو اس نام کے دریا پر کوئی ۳۰میل پر کشمیر سے واقع ہے پس اگر ہمارا دیوانہ گول گتھا کو گلِگت بھی بنادیتا توبھی گلِگت سری نگر نہ بن سکتا۔ اورسنئے سری نگر کو مرزا جی " سری کا مکان" کہتے ہیں اورسری کو بمعنی کھوپڑی سمجتھے ہیں ۔ ان بچارے کو کیا معلوم کہ سری سنسکرت لفظ ہے۔ اورنام ہے لکشمی دیوی کا ہے۔ اورسری پتی یعنی لکشمی کا شوہر وشنو کو کہتے ہیں ۔ اورلکشمی سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس شہر کا نام سرینگر یعنی لکشمی کا شہر رکھا گیا۔ مرزا جی کی یہ دلیل نکمی ہے "

بلکه سو اور رائی سے مرکتب ہے جس کے معنی ہیں که میں اس کو بہت برا دیکھتا ہوں" جلد ۱صفحه ۶۵۔ اس دلیل میں ایک لطف یه ضرور ہے که مرزا جی نے دعویٰ کسر صلیب کا کیا تھا اس کی پاداش میں اس کو خوب اپنے ہاتھ سے سری نگر میں اچھا خاصه صلیب نصب کرنا پڑا اورسری نگر کو انہوں نے آپ کوگویا سیدنا مسیح کی یادگارقراردیا۔ خوب کہا ع

جادووہ جوسرپر چڑھ کے بولے

باب لدولداخ

یه لکھتے ہوئے ہمارا ذہن ایک اورطرف منتقل ہوگیا اوراب مرزا جی ہماری بات کو عنقریب لے لینگے۔ سری نگر سے یه گلگت پہنچے مگر مقصود ان کا لداخ تھا اوریه کشمیر کا علاقه ہے۔حدیث میں لکھا ہے که جب مسیح نازل ہونگے تودجال کو قتل کرینگے باب لد کے پاس فیقتله عند باب لد۔ مرزا جی کو ہندوستان سے باہر نکلنا نہیں گو مسیح کے معنی ہی آپ نے " نبی سیاح" بتائے ہیں صفحه ۲۳۵ ۔ پس کھونٹے سے بندھنے والا کیونکر مثیل مسیح ہوسکتا ہے۔

حدیثوں میں بیان ہواکه مسیح دمشق میں نازل ہونگے۔ کعبے کوتشریف لائینگے اورباب لد کے پاس دجال کو قتل کرینگے۔ پس مرزا جی نے قادیان کو کعبه قراردیا وہیں مناره دمشق بنایا۔ پنجاب کو بیت المقدس اورکشمیر کو مدفن مسیح بتایا۔پھر بھی لد کی کسررہی جاتی تھی ۔ لد کے معنی جھگڑا لو تو بنالئے تھے ۔ مگر اب لداخ ہوگا لداخ اوراگر جھگڑا لو نه ملا تو جھگڑا لو کا اخ یعنی بھائی مل جائیگا۔ اوریه لطیف اشاره عندباب لد کی طرف ہوا اس کو مرزا جی کے مرید سمجھ جائینگے لداخ میں پادری لوگ بھی ہیں اورپادریوں کو مرزا جی دجال بتاتے ہیں اورچونکه سرکاری عملداری سے لداخ دور ہے کیا عجب جو قصد ہوکر وہاں کسی پادری کو اکیلا دکیلا پاکر مارڈالوں اوراپنے چیلوں سے کہوں که لداخ سے باب لد کے پاس میں دجال یا اسکے بھائی کو مارآیا۔

غرضیکه کچھ تو ماحصل مرزا کی " پرانی کتابوں" ،" پرانے کتبے"،" اورلاکھوں انسانوں کی چشم دید شہادت " کا تھا اب آپ اپنے خواب پریشان کو ثابت کرنے کے لئے انجی اورقرآن اورحدیث کی طرف رجوع کرکے ایک اورہی نیا تماشه دکھلائینگے۔ مگرمرزا جی کے رازحقیقت کو پڑھ کر ہم پر ان کا ایک راز فاشق ہوگیا۔ آپ نے لکھا ہے که " قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں که اس سوراخ سے نہایت عمده خوشبوآتی رہی ہے یه

سوراخ کسی قدرکشادہ ہے اورقبر کے اندرتک پہنچا ہوا ہے عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر یہ خیال قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا" صفحہ ۱۷، ۱۸۔

عمدہ خوشبو آنا کیوں بند ہوگئی ؟ یا تو یہ نری گپ تھی یا مرزائیوں کے قدم کی برکت۔ بھلا اگرآج کل کثرت سے خوشبو نکلتی تو کوئی بات بھی تھی ۔ اس کا قادیانی مدعی کے عہد میں موقوف ہوجانا کسی نحوست کا نشان ہے اوربس اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرزا جی کو عوام کی اس بات کا پورا یقین ہوگیا ہے کہ اس قبر میں خزانہ گڑا ہے اب آپ اورآپ کے چیلے اس قبر کے معتقد بن کر وہاں کے مجاوربننا چاہتے ہیں اورلوگوں کو اس طرف سے غافل کرکے خزانہ کا خیال باطل ہے اور کہہ کر کہ" کتبے کے طورپر اس میں بعض چیزیں مدفون ہیں" اس قبر کو ایسے ایسے حیلوں اوربہانوں سے کھدواکر دیکھنا چاہتے ہیں تاکسی کو معلوم نہ ہو اورایک گنج قاروں ہاتھ لگ جائے۔ اوراسی حرص وطمع میں آپ قرآن پر دام تزویر ڈال رہے ہیں۔ یہ ہے رازِحقیقت۔

مرزا کا خبط کشمیر

اورشہادت انجیل وقرآن وحدیث

اول ۔ انجیلی دلائل

کاٹھ پر لٹکایا گیا

۱۔ جناب مرزا جی صاحب فرماتے ہیں" مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سولعنتی ہے اورلعنت کا ایک مفہوم ہے کہ عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اورنا انصافی ہے"۔ پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا" صفحہ ۱۰، ۱۱۔ صلیب خدا ئے تعالیٰ کی طرف سے جرائم پیشہ کی موت کا ذریعہ ہے پس جو شخص صلیب پر مرگیا وہ مجرمانہ موت مراد جو لعنتی موت ہے" صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱۔ وہ شخص کس درجہ شعوروعلم دین سے بے بہرہ ہوگا جو یہ مان لے کہ محض کاٹھ پر لٹکایا جاناکسی کو لعنتی کرسکتا ہے۔ کیا کوئی بے جرم برگزیدہ خدا کا فروں اورظالموں کے ہاتھ سے ملعون ہوسکتا ہے ؟ جس تارک نماز نے لاتقربوالصلواۃ

سے سند پکڑی تھی وہ فہم وفراست میں قادیان کے امام صاحب سے زیادہ تھا۔

اے ناظرین سن لو کہ کتاب مقدس میں کیا لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو مستوجب سزائے موت ہے اور وہ قتل کیا جائے اورتو اس کو درخت پر لٹکائے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر نہ لٹکنے پائے۔ بلکہ تو ضرور اسی کو سی دن دفن کردینا۔ کیونکہ جو لٹکایا گیا وہ خدا کا لعنتی ہے توریت کتاب استشنا باب ۲۱آیت ۲۲، ۲۳۔ اس سے روشن ہے کہ نہ ہرشخص جو قتل کیا گیا بلکہ وہی جوایسے گناہ کا مرتکب ہوکر قتل کیا گیا جو مستوجب سزائے موت ہے لعنتی ہوا ۔ اب بتاؤ کیا تم مانتے ہو یا کبھی کسی عیسائی نے کہا کہ معاذ اللہ حضرت مسیح کسی گناہ کے مرتکب ہوئے جس کی پاداش موت تھی اوروہ قتل کئے گئے اورپھر صلیب پر لٹکائے گئے ۔

صلیب کی شرمندگی

پھر ایسی بیہودہ تقریر کرکے کیوں چاردانگ عالم میں رسوا ہوتے ہو؟ ہاں اس قدر سچ ہے کہ یہودیوں کے درمیان " صلیب کی شرمندگی " بہت بڑی تھی کیونکہ یہ سزا قانوناً مجرموں کو دی جاتی تھی اورجو لوگ عدالتوں سے مجرم ٹھہر کر مصلوب ہوتے وہ دراصل بھی لوگوں کی نظروں میں مرتکب جرائم اورملعون سمجھے جاتے تھے۔ اسی غرض سے انہوں نے روح اللہ کو ذلیل کرنے کی خاطر نہ صرف صلیب کی سزا دلائی بلکہ مشہورچوروں کے ساتھ مصلوب بھی کروایا تاکہ عوام الناس اس سردارِجہان سے برگشتہ ہوکر اپ کا نام ہمیشہ رسوائی کے ساتھ یادکریں دشمنوں نے دراصل آپ کے مصلوب ہونے کی وجہ سے ملعون کہہ کر اپنے لئے ہمیشہ کی لعنت کمائی اوراہلِ عرفان پر اپنی خباثت اورشیطنت ثابت کردی۔ اورانہیں کی نسبت مقدس پولوس نے فرمایا ہے" میں تمہیں جتاتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے روح کی ہدایت سے بولتا ہے وہ نہیں کہتا کہ یسوع ملعون ہے"۔ (۱کرنتھیوں ۱۲: ۳)ناپاک کلام صرف اسی کی زبان سے نکلیگا جو شیطان لعین کا ہمزبان ہوگیا ہو۔

تاہم اس میں کوئی کلام نہیں کہ حق تعالیٰ اورحق العباد ادا کرتے ہوئے صلیب کے اوپر حضرت مسیح کا شہید ہوجاناان لوگوں کے سامنے بدنامی کے باعث ظاہر ہوا۔جوآپ کی رسالت اورمسیحیت اورآپ کی برگزیدگی اور عصمت کے قائل نہ تھے۔ پس ایک زمانے کی رسوائی اوربدنامی کو خدا کی راہ میں مسیح نے یوں

گوارا کرکے صلیبی موت کو اختیا رکیا گویا" ہمارے لئے لعنتی ہوا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا"۔ (گلتیوں ۳: ۱۳) اس نے شرمندگی کی پرواہ نہ کرکے صلیب کا دکھ سہا" (عبرانیوں ۱۲: ۳) اورخدا کے وعدوں کا صبر واستقلال سے انتظار کیا اورپھر وہ وقت دیکھا جب آپ کی بے گناہی اورعصمت کے سارے جہان نے ایک زبان ہوکر اقرار کیا اورصلیب کو خدا کی رحمت کا نشان مان لیا اوربجز ہلاکت کے فرزندوں کے کون ہے جو صلیب کو لعنت کرتا ہے۔

مصلوب ہونا اورمرنا

ہم یہاں مرزا جی سے یہ بھی پوچھینگے کہ کس سند سے تم نے" مصلوب نہیں ہوا" یعنی صلیب پر نہیں مرا " کہدیا۔ کیا مصلوب ہونا اورمرجانا ایک ہی بات ہے ؟ کیا تم نے خود نہیں لکھاکہ " صلیب پر لٹکا رہنے کے بعد بعض شخص جانبر ہوگئے" صفحہ ۱۹۳، کیا مصلوب صرف اسی کو نہیں کہتے جو صلیب پر کھینچا جائے خواہ مرے خواہ نہ مرے؟ کیا تم ہم کونہیں بتاچکے کہ "تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتارلیا "۔ اورہڈیاں توڑنے کے بعد "یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مرگیا"۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۱ اورعیسائیوں کا عقیدہ بھی تو یہی ہے کہ "مسیح صلیب پر کھینچا گیا۔ مرگیا"۔ پس تم کو اب کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ مصلوب ہونا اورمرنا جدا جدا باتیں ہیں ایک بات نہیں ہے۔

پھر قول غت ربود تو آپ نے پیش کیا تھا" جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے"۔ اورآپ بڑے زورشور سے مان چکے کہ مسیح ضرور صلیب پر لٹکائے گئے توآپ خود دیکھ لو کہ تمہاری تقریر کا نتیجہ لعنت ہوا یا نہیں؟

صلیب کے اوپر شہادت

مرزا نے اس لچر تقریر کوبار بار بہ تکرار اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں بیان کیا ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے منہ سے یہی سنتے ہیں " جو شخص صلیب پر مرگیا وہ مجرمانہ موت مرا جو لعنتی موت ہے"۔ اہل کتاب کی کتب مقدسہ سے تو مرزا کی جہالت ہمالیہ کی چوٹیوں سے بھی زیادہ بلند ہے ۔ لیکن اگر اس کو اپنی دینی کتابوں سے بھی واقفیت ہوتی توبھی وہ ایسا مردود سخن زبان سے نکالتے تامل کرتا کہ محض صلیب پر لٹک جانا انسان کو لعنتی کردیتا ہے۔ اس کے ذہن میں آتا ہی نہیں کہ بے گناہ مصلوب ہوجانا خدا کی نظر میں سوائے شہادت کے اورکچھ نہیں۔ ہم آج اس کو سمجھائے دیتے ہیں

تاپھر یہ کفر آمیز گفتگو اس کے منہ سے نہ سنیں۔ فرعون نے ان جادوگروں کو جو اپنے کفر سے توبہ کرکے موسیٰ پر ایمان لائے اورقوم کے سامنے علانیہ شہادت دی ہاتھ پاؤں کاٹ کر صلیب پر کھینچ دیا اورصلیب پر قتل کر ڈالا۔ لا صلبتکمه فی جذوع النخل (سورہ طہ ع ۳) اورمسلم شریف میں آنحضرت نے قصہ اصحاب الاخدود میں فرمایا کہ کس طرح ایک کافر بادشاہ نے ایک ولی کامل صاحب کشف وکرامات کو صلیب کے اوپر کھینچ دیا پھر اس کے ایک تیرمارا جو مصلوب کی کنپٹی پر جالگا اوروہ مرگیا ۔ صلبه علی جذع۔ ثمه رماے فوضع السہم فی صدعه فمات۔ اب مرزا بتلادے کہ وہ ان مومنین آل فرعون اوراس ولی اللهہ پرکیا حکم لگاتا ہے جن کو کافروں نے ایذائیں دے کر صلیب کے اوپر مارڈلا۔

پھر کیوں تجویز کیا جاتا ہے کہ مسیح کے لئے صلیب پر لٹکنا توضروری تھا مگر مرنا ضروری نہ تھا۔کیا محض اس لئے کہ خان یار کی تکیہ داری آپ کو مل جائے اورآپ سری نگر کے مجاوربن جائیں؟

حضرت مسیح کی دعا اوراس کی قبولیت

مسیح کی دعا۔ ہم کو مرزا جی کے کسی قول وفعل کا اعتبار نہیں۔ ابھی آپ فرماچکے تھے کہ مسیح نے "خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی"۔ جلد ۱صفحہ ۵۰۹ پھربھول گئے اورہم کو تاکید کرکے فرمادیا"یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جوگتسمنی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی "جلد ۲ صفحہ ۱۶۔ پھراسی دعا کو آپ نے"صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں "ایک بہت بڑی انجیلی شہادت قرار دے دیا۔ اورپھر خودہی یہ مان بیٹھے کہ مسیح مصلوب بھی ضرورہوا ہے۔ صلیب ہی پر"شدت درد سے بیہوش ہوگیا" جلد ۱صفحہ ۳۴۲ غرضیکہ کل عقوبتیں جھیلیں مگر مرے نہیں۔ پھر جب لوگوں نے سمجھا دیاکہ کیا بکے گئے" صلیب سے محفوظ رہنے "کے توکوئی معنی نہ ہوئے ۔ توآپ نے یہ فرمادیا کہ مسیح نے دعااس لئے کی تھی کہ"خدائے تعالیٰ اسے صلیب کی لعنتی موت سے بچالے"جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ اوراس قول کے لئے آپ نے استدلال اس کام سے کیا"جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سولعنتی ہے " اب ہم نے اس کا مطلب بھی آپ کو سمجھادیا " فکشعنا عنك خطاغك۔

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ موت ایسی چیزنہیں جس سے کوئی حفاظت مانگے کل نفس ذائقۃ الموت ۔ مگرموت کی سختی سے جان کندن سے جسمانی عذاب سے ضرورامان مانگی جاتی ہے اور خدا کی مرضی کی متابعت میں مسیح نے بھی ایسی دعا کی کہ"

اگرہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو" اوراس دعا کا راز بھی شاگردوں کو بتلایا " روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے" متی باب ۲۶ آیت ۴۱ یعنی مسیح نے عقوبت اورجسمانی عذاب کی تلخی سے مشیت ایزدی پر راضی ہوکر دعا کی تھی ہرگز موت سے امان نہیں مانگی اور وہ دعا ضرور مقبول ہوئی۔

اگر کسی شخص کے اوپر ایک بوجھ آپڑے اور وہ اس سے بچنے کا خواستگار ہو تو وہ طریق سے اس کی عرض قبول کی جاسکتی ہے۔ یا توبوجھ ہلکا کردیا جائے یا اس کے برداشت کرنے کے لئے کافی زوراورصبراس کو عطا کیا جائے۔ مسیح نے موت کے دردوں سے بچنا چاہا اور خدا کی مرضی کواپنی سپر ٹھہرایا پس خدا نے روحانی انتظام کردیا۔ابھی آپ دعا کررہی ہے تھے کہ "آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا" لوقا ۲۲: ۴۳ اوراس کا نتیجہ انجام کاریہ ہوا کہ آپ نے " اس خوشی کے لئے جو اس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروانہ کرکے صلیب کا دکھ سہا" عبرانی ۱۲: ۲۔ اگرآپ پر عقوبتوں کی یورش ہوئی تو خدا کے فضل سے آپ نے صبرو تحمل ، تسلیم ورضا سے جواب دیا اوران صفات کو ابتلا کی غایت میں اس فراوانی سے ظاہر کیاکہ جلاد بھی عش عش کرنے لگے ۔ دریائے رحمت میں آپ نے اپنے تئیں ایسا فنہ کردیاکہ قاتلوں کو مستحق شفاعت گردانا اوردرگاہِ کبریائی میں دعاکی" اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں" لوقا ۲۳: ۳۴ ۔مرزا جی اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں یہ تو ایسے عارفوں کے سمجھنے کی ہے جیسے حضرت شیخ الاکبر گذرے ۔ اس وقت عرش بریں سے کیا کیا رحمتیں آپ پرنازل ہوئیں۔

صلیب کی شان

کہ وہ کاٹھ جواوروں کے لئے لعنت کا تمغہ تھا آپ کے وجود باجود سے لگ کر نشان رحمت ہوگیا۔صلیب ہی تو ہے جس کے پرچم تلے آپ کا سردھڑ پرجما ہوا ہے۔ ذرا اس صلیب کے سایہ سے باہر نکل کر آزمالو ۔ صلیب ہی تو ہے جو تاج برطانیہ کو رونق دے رہا ہے جس کے آگے تم سرٹیک رہے ہو۔ اورجس کے اوپر سے صدقہ ہوجانا اپنی سعادت سمجھتے ہو۔تم اورکسر صلیب چھوٹا منہ بڑی بات ! یہ نخل عالم کے آب دیدہ کا سینچا ہوا اس کو حضرت مسیح آپ اکھاڑیں تو اکھڑے ۔ پس آپ کو جلد معلوم ہوجانا چاہیے کہ مسیح کی دعا استجابت کے لئے موت سے بچ جانا

اورسری نگر کوآنا مطلق ضروری نہیں۔ مسیح کی جوکچھ دعا تھی وہ صلیب ہی کے اوپر منظور ہوئی۔

ایلی ایلی لما شبقتنی

صلیب کی سختیوں میں حضرت مسیح کی زبان سے نکلا تھا " ایلی ایلی لما شبقتنی "۔ مرزا کی تعمیل کاری نے اس کو رخصت نہ دی کہ ذرا بھی اس کلام کا مفہوم سمجھ سکتا ۔ جھٹ بول دیا " مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا ایلی ایلی کرکے چیخیں مارنا شروع کردیں " جلد ۱صفحہ ۵۱۳۔ یہ کہہ کر مرزا نے اپنے قلب کی حالت ہم کو دکھلادی اورہم کو بہت افسوس آیا۔ کیونکہ مسیح زبان سے جو کلام نکلا وہ اس بات کاثبوت ہے کہ یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی" (فلپیوں ۲: ۲)۔

اگر کوئی کسی دیندار مسلمان کو بستر مرگ پرپڑا ہوا لب ہلاتے دیکھے اوروقتاً فوقتاً اس کے منہ سے دوچار ایسے کلمے سنے کل شئی احصینا انا نظیر ترازبکمہ اوراس کی وفات کے بعد لوگوں سے کہے کہ میں نے تواس مسلمان کو آخر تک مال اسباب گنتے اورتیمارداروں کو نامبارک کہتے دیکھا۔ تو وہ لوگ جو واقف ہیں کہ وہ مردِ مومن سورہ یاسین پڑھتا ہوا مرا اس شخص کی جہل ونادانی پر کس قدرتاسف کرینگے۔ مسیح کے کلام پر ایسا ہی ناشائستہ اعتراض مرزا نے کرکے واقف کاروں کو اپنے اوپر ہنسایا ہے۔ اس بیچارے کو کیا معلوم کہ ایلی ایلی لما شبقتنی حضرت داؤد کے بائیسویں زبورکا مطلع ہے۔ اس زبورکو تنگی اورمصیبت کے وقت ایماندار پڑھتے ہیں اوراس میں حضرت مسیح کے دردوں کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔ وہ سراسر آپ ہی کے حسب حال تھا اوراس وقت آپ نے اس کو پڑھنا شروع کیا تھا۔

اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیں

۳۔ تیسری دلیل آپ کی مسیح کے یہ اقوال ہیں" میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اورکسی کے پاس نہیں بھیجا گیا "متی ۱۵: ۲۴ "ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈھنے اورنجات دینے آیا ہے"لوقا ۱۹: ۱۰۔ آپ لکھتے ہیں" حضرت مسیح کے یہ الفاظ کہ میں گم شدہ کی تلاش کرنے آیا گم شدہ فرقوں کے سوائے دوسرے یہودیوں پر کسی طرح لگ نہیں سکتے" صفحہ ۱۲۔اور"ان گم شدوں" سے آپ صرف "وہ بنی اسرائیل جو دوردراز ملکوں میں جاآباد ہوئے تھے" مراد سمجھتے ہیں اورپھر ایک تیسری زبردستی سے آپ دور دراز ملکوں افغانستان اورخاص کر کشمیرہی کو شمار

کرتے ہیں لو عقدہ حل ہوگیا۔ مسیح کو رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کہا اس سے قرآن کی مراد یہ ہے کہ آپ کشمیریوں کے رسول ہیں اورانی قد جئتکمہ بآ یۃ من ربکمہ میں کم شدہ کشمیریوں کی طرف ہوا ۔ کیونکہ آپ سوائے " گم شدہ " یعنی جلاوطن یہودیوں کے کسی کے پاس نہیں بھیجئے گئے اورلاً جل لکمہ بعض الذی حرمہ علیکمہ سے یہ مراد ہوئی کہ میں کشمیری یہودیوں پروہ چیزیں حلال کردوں جو حضرت بدھ کی شریعت میں ان یہ حرام ہوگئی تھیں ۔ قرآن فہمی تو مرزا جی پرختم ہوگئی ۔

ناظرین پر واضح ہو کہ" کھوئی ہوئی بھیڑ" اورکھویا ہوا جب انسان پربولا جاتا ہے تو وہ ایک عام کتابی استعارہ روحانی گمراہی کے لئے ہے اورکھوئے ہوئے کو ڈھونڈھنے سے مراد ہدایت بحشنا ہے۔ زبورمیں ہے" میں کھوئی ہوئی بھیڑ کی مانند بھٹک گیا ہوں اپنے بندہ کو تلاش کر" ۱۱۹: ۱۷۶ مقدس پطرس عیسائیوں سے فرماتے ہیں پہلے تم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے مگر اب اپنی روحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس پھرآگئے ہو خط اول ۲: ۲۵۔ اوریہی محاورہ قرآن وحدیث میں بھی موجود ہے مثلاً آنحضرت کا یہ مقولہ المہ کمضلا لا فہد اکمہ اللہ بی وکنتمہ متفرقین فائفکو اللہ بی (مشارق الانوار ۱.۲۴) آیا نہیں پایا میں نے تم کو بھٹکتا ہوا پھر راہ پر لگایا۔ تم کو اللہ نے میری طفیل اورتم لوگ تتر بتر تھے پھر خدا نے تم کو بٹورلیا میرے طفیل۔

یہ معنی تو مسیح کے اس قول کے اندرموجود ہیں جس سے مرزا نے استدلال کیا۔ مسیح نے فلسطین کے ایک یہودی خراج گیرزکائی کو اپنے دوسرے قول کا مصداق بنایا تھا ۔ آپ اس کےلئے کشمیر تک ناحق تکلیف کرتے ہیں۔ فلسطین ہی کے یہودیوں کو فرمایا " وہ ان بھیڑوں کی مانند جن کا چرواہا نہ ہو خستہ حال اورپراگندہ تھے" متی ۹: ۳۶ فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے پکارکہا " اچھا چرواہا میں ہوں " یوحنا ۱۰: ۱۱ فلسطین ہی میں آپ نےاپنی بھیڑوں کو ڈھونڈھا اورفرمایا" میری بھیڑیں میری آوازسنتی ہیں اورمیں نہیں جانتا ہوں اوروہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں " آیت ۲۷۔ پس کس قدرجاہل ہوگا وہ شخص جس نے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں گم شدہ فرقوں کے سوائے دوسرے "یہودیوں کو نہ سمجھا۔

عرب کے گم شدہ اسرائیلی

ہم مرزا جی کوایک نکتہ بھی سمجھائے دیتے ہیں کہ کشمیریوں کا گم شدہ اسرائیلی ہونا تو صرف برنیروغیرہ کاایک گمان اورخیال ہی ہے جس کے لئے کسی یقینی دلیل کے وہ خودبھی قائل نہیں۔ مگر حضرت مسیح کے زمانے میں اورفلسطین کے قریب بھی دوسرے ملکوں میں جلاوطن یہودیوں کی ایسی قومیں کثرت سے آباد تھیں جن کے یہودی ہونے کا کسی کو کبھی شک نہیں ہوا۔ پس اگریہ حق ہے کہ مسیح بنی اسرائیل کے ان فرقوں کی طرف بھی بھیجئے گئے تھے جوآپ کی آمد کے بہت عرصے پہلے مشرقی ممالک میں آباد ہوچکے تھے"۔ صفحہ ۴۸ اوراگر آپ کو پردیسی یہودیوں کی تلاش لازمی تھی توسب سے پہلے آپ کو عرب میں آنا چاہیے جہاں تم کہتے ہو کہ" آنے والا نبی"معبوث ہونے والا تھا اور"حضرت مسیح کی دعوت میں اس کے قبول کرنے کی وصیت تھی"۔ شاید آپ کوآج تک معلوم نہیں تھاکہ مسیح کے زمانے میں کثرت سے یہودی عرب میں آباد ہوچکے تھے۔ سرسید احمد کے خطبات ہی پڑھ لو" یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا جوپانچویں صدی قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے بھاگ کرآباد ہوگئے تھے" (خطبہ ثالث) یہ کیسے ممکن تھا کہ اگر تمہارا خیال درست ہوتوان یہودیوں کو چھوڑکرآپ کشمیر چلے آتے؟

یونس نبی کی تمثیل

۴۔ سب سے بڑی نص مرزا جی نے حضرت مسیح کے اس قول کو قراردیا ہے کہ " جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندررہیگا" متی ۱۲: ۴، اور اس پر جناب یوں قلم اٹھاتے ہیں " اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا ۔۔۔۔۔ زندہ رہا اورزندہ نکلا اورآخرقوم نے اس کو قبول کیا"۔ اس مثال میں جتلادیا تھا کہ وہ (مسیح)صلیب پر نہ مریگا۔ ۔۔۔۔ بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی اورمسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملیگا اوریونس کی طرح قوم میں عزت پائیگا۔ یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اورتبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں صفحہ ۹۔

اگر مرزا جی کو تشبیہ وتمثیل کے اصول سے ذرا بھی واقفیت ہوتی توآسانی سے سمجھ لیتے کہ مسیح نے یونس کے ساتھ صرف

ایک بات میں اپنی مشابہت دکھلائی ۔" تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں " یونس کا رہنا اور" تین رات دن زمین کے اندر" مسیح کا رہنا مشابہ ہے۔اس سے زیادہ کسی واقعہ میں مشابہت نہیں۔ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونس والی تمثیل نہ سمجھنے کے لئے مرزا جی کے استاد جواب دہ ہیں جنہوں نے گلستان پڑھاتے ہوئے کوئی غلطی کی تھی اورمرزا صاحب کو اس شعر کا مطلب غلط سمجھادیا تھا۔

قرص خورشید درسیاہی شد یونس اندردہان ماہی شد

ورنہ ایسی آسان مثال کے سمجھنے میں ع صد حجاب ازدل بسوئے دیدہ شد کی نوبت نہ آتی ۔ مرزا جی نے جونقشہ یونس اورمسیح کی مشابہت کا کھینچا وہ قابل دید ہے اسی سے آب کے گمان کا ابطال ہوتا ہے۔

یونس سمندروں کے بیچ ہزاروں کوس کی گردش کرتے رہے مسیح ایک جگہ خشکی میں قرارسے پڑے رہے۔

یونس مچھلی کے تنگ وتاریک جوف میں مقید تھے جہاں نہ روشنی کا گذرنہ ہوا کا۔

مسیح ایک قبر میں جو بزعم کوئی بارہ دی یا بالا خانہ تھا"۔ ایک ہوا داروسیع کوٹھا جس میں ایک کھڑکی بھی تھی"۔

اس میں ایک شکمی مشابہت بھی قابل غور ہے" کوٹھازمین کے اوپر ہوتا ہے حالانکہ مسیح کا قول ہے کہ میں زمین کے اندر رہونگا"۔

یونس مچھلی کے پیٹ کی غلاظت میں ہے جس نے آپ کو سقیم کردیا تھا۔

مسیح کی قبر کی طرح خوشبوؤں اورمصالحوں سے بسی تھی جس کے باعث بزعم مرزاآپ پھر سے تندرست ہوگئے ۔

یونس تن تنہا بے یارومددگار اس تنگی میں رہے۔

مسیح بقول مرزا مچھلی کے پیٹ میں" بیہوشی اورغشی" کی حالت میں رہے اوراس حالت کو مسیح کے مفروضہ سکتے غشتی کے مشابہ بتلایا جاتا ہے۔افسوس مرزا جی بالکل گڑ بڑاگئے کیونکہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں بیہوش نہیں رہے بلکہ سراسر ہوش میں رہے۔ تسبیح اورتہلیل میں برابر مصروف (انبیائی ع ۶ وصافات ع ۵)۔

اب لیجئے جہاں خاص مشابہت مرزا تلاش کرتے تھے وہیں مشابہت بالکل زائل ہوگئی دوسری مشابہت مرزا جی نے یہ دکھلائی کہ مسیح نے "یونس کی طرح قوم میں عزت پائی" ۔اوریہاں بھی مشابہت بالکل معدوم ہے اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آپ عقل سے بولتے نہیں محض الہام کے جوش کچھ فرماجاتے ہیں اوروہی کلام لغو ہوتا ہے۔

یونس نے تواسی قوم کے ہاتھوں عزت پائی جس قوم نے ان کی بے عزتی کی تھی اورمنکر ہوگئی تھی۔ مسیح کوآپ کہتے ہیں کہ جس قوم نے یعنی فلسطین کے یہودیوں نے بے عزت کیا پھر اس نے دوبارہ قبر سے نکلنے کے بعد آپ کو ہرگز ہرگز نہیں قبول کیا اور عزت کی تلاش میں ان دورودراز ملکوں کا سفرکرنا پڑا اوربالکل دوسری قوم سے عزت پائی ۔ اب آپ ہی بتائیے کہ مشابہت کہاں رہی ؟ اوراس مثال سے حضرت مسیح کا سری نگر تشریف لانا کیسے ثابت ہوگیا ؟ یہاں انجیلی دلائل کا خاتمہ ہے۔مگرجب ہم اس قسم کی باتیں ان لوگوں سے سنتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے ام تامرم احلامہم بھذا ام ھم قوم طاغون۔

دوم۔ قرآن شریف کی دلائل

ہم یہاں مولوی صاحبوں سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اپنی بحث مکمل کرنے کی غرض سے قرآن وحدیث کے متعلق بھی مرزائی دلائل کو پرکھ لینے دیں۔

کشمیر کی طرف صریح اشارہ

مرزا جی فرماتے ہیں " قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اوراس کی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا فرمایا ہے وآوینھا الی رواۃ ذات قرار ومعین یعنی ہم نے عیسیٰ اوراس کی والدہ کوایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اورپانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا۔ سواس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اورآوے کا لفظ لغتِ عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اورصلیب صفحہ ۳۔ پہلے عیسیٰ اوراس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گزرا جس سے پناہ دی جاتی" جلد صفحہ ۴۲۸ اورصفحہ ۷۔ یہ دلیل تاریخ دانی پر زیادترمبنی ہے۔اوراس کے بعد علم لغت پر۔

کشمیر کی کیسی شامت کی گئی جوایسے پہاڑوں پر واقع ہے جس کی چوٹیاں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں اور ربوہ کا لفظ لغت ِ عرب میں کسی ایسے ہی پہاڑ کو کہتے ہیں ! بعض بچے پہیلیاں بوجھنے میں بہت ہنساتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مرزا صاحب نے ربوہ کا لفظ سنا اوربول اٹھے کشمیر، دیوانہ راہوئے بس است اسی کو کہتے ہیں ۔ عرُفی نے کشمیر کی تعریف میں کہا تھا"۔

ہرسوختہ جانے کے بہ کشمیر درآید گرمرغ کباب است کہ بابال وپرآید

کشمیر کی مرزائی تعریف

مرزا جی نے کشمیر کی کیا معقول تعریف سنادی ۔ ایک ٹیلہ اورصاف پانی اوراس میں بھی یعنی ۔ دنیا میں سوا کشمیر کے "ٹیلا" کہاں سوائے "کشمیر کے "آرام کی جگہ" کہاں اورسوائے کشمیر کے " پانی صاف" کہاں اب علم تاریخ سنئیے " صلیب سے پہلے عیسیٰ اوراس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گزرا۔

صلیب کے پہلے مصیبت کا زمانہ

آپ نے اگر ایسی آیت سورہ مومنون ع ۳ شاہ عبدالقادر صاحب کا قائدہ پڑھ لیا ہوتا توبھی ایک بڑا زمانہ مصیبت معلوم ہوگیا ہوتا اگرآپ نے انجیل متی باب دوم پڑھ لیا ہوتا توبھی آج کو پشیمانی نہ اٹھانا پڑتی۔ وہاں لکھا ہے کہ جب دیارمشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کوآئے اوربادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کابادشاہ ملک میں پیدا ہوا تو اس نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھا اوربچوں کا قتل عام کر ڈالا مگربادشاہ ظالم کے منصوبے پر خدا کے فرشتے نے حضرت مسیح کے والد کو خواب میں اطلاع کردی اورحکم دیا" اٹھ بچے اوراس کی ماں کوساتھ کو ساتھ لے کر مصر بھاگ جا اورجب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کےلئے ڈھونڈھنے کو ہے۔پس وہ اٹھ کر رات ہی میں بچے اوراس کی ماں کو ساتھ لے کرمصر کو روانہ ہوگیا اورہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا"۔ اورجب ہیرودیس مرگیا تو" پھر خواب میں ہدایت پاکر گلیل کے علاقے کو روانہ ہوگیا اورایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا"۔

دیکھئے یہی وہ بڑی مصیبت کا زمانہ ہے جو" صلیب سے پہلے یعنی عیسیٰ اوراس کی والدہ پر" گزرا اورجس کی طرف قرآن لفظ آویٰ اشارہ کرتا ہے۔پس وہ روبوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا ۔ مصرکا حال ہم کو زیادہ معلوم نہیں مگر ناصرت کا حال کافی معلوم ہے جس سے ہم اس کو ربوۃ ذات ِ قرارٍ

ومعین قراردیتے ہیں ذات قرار ہونے میں تو کوئی شک نہیں یہی ان دونوں کوظالم کے ہاتھ سے پناہ اورقرارملا تھا۔

ربوہ فلسطین میں

تفسیر کشاف میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے (دیکھو حسینی) قصبہ ناصرت جس کو مسیح ومریم نے اپنا جائے قراربنالیا تھا۔ دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا(لوقا ۴: ۲۹) اورکسی حقیقی معنی میں روہ کہلانے کا مستحق تھا اوراس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو" چشمہ بتول" کے نام سے مشہور ہے ۔ اورشاید قد جعل ربک تحتک سربا سے اسی کی طرف اشارہ ہو۔ بنادیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ ۔ کیجئے یہ معین کی تعریف بھی ہوگئی ۔ پس ربوۃ ذاتِ قرارٍ ومعین لفظ بہ لفظ قصبہ ناصرت شریف کا نقشہ ہے نہ کہ سری نگر کشمیر کا ۔ جب ہم مرزا جی کے منہ سے قرآن شریف کی آیات کی ایسی ایسی تاویلات رکیکہ سنتے ہیں توہم کو مرزا جی کا وہ الزام یادآتا ہے جو وہ سرسید مرحوم کو دیا کرتے تھے" جو تاویلیں قرآن کریم کی نہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھیں نہ اس کے رسولوں کے علم میں نہ صحابہ کے علم میں۔ نہ اولیا اورقطبوں اورغوثوں اورابدال کے علم میں ۔ اورنہ ان پر دلالت النص ناہ اشارہ النص وہ سید صاحب کو سوجھیں ۔"اوراگر قرآن ایک مجسم شخص ہوتا تو بصد زبان ان سے بیزاری ظاہر کرتا" آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۷) سید مرحوم کی تاویلات کی تعریف یہ ہو یا نہ ہو مگر اس میں ایک ذرہ شک نہیں کہ یہ ایک بہت ہی سچی تعریف مرزا جی کی تاویلات انجیل وقرآن وحدیث کی ہے"۔

سوم۔ احادیث کے دلائل

مرزا کے دو جھوٹ

۱۔ مرزا جی فرماتے ہیں "احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی اوراسی بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں"صفحہ ۲۳۵۔ اس ڈیڑھ سطر میں مرزا جی نے پورے دو جھوٹ بولے۔ اس کو "احادیث کی معتبر روائتوں " میں فرمایا حالانکہ یہ ایک ایسی ضعیف روایت ہے کہ خود مرزا جی کو بھی نقل کرتے یا کسی کتاب کا حوالہ دیتے شرم آئی۔ پھرآپ نے کہا کہ "اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں" حالانکہ کوئی فرقہ بھی اس کو نہیں مانتا اگر آپ کے فرقہ لغویہ کو شمار نہ کریں۔

حضرت مسیح کی عمر

مفسرابن کثیر مسیح کی عمر کے باب میں لکھتے ہیں ۔ فانه رفع وله ثلث وثلثون سنۃ الصحیح رفع آسمانی کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی موافق صحیح حدیث کے ۔ اوردوسری روایتیں جو اس کے خلاف ہیں ان کو شاذ غریب بعید کہہ دیا۔ یہی ۳۳سال کی عمر بسند ابن عباس منقول ہے (دیکھو تفسیر خازن ودرمنشور) غرضیکہ تمام مسلمان اورتمام عیسائی اس بات کے ہمیشہ سے قائل ہیں کہ حضرت مسیح کی عمر زمین پر کل ۳۳سال کی ہوئی ۔

اب ناظرین یہ تماشہ دیکھئے کہ اس وقت "احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵برس کی ہوئی"۔

مرزا کے لغو اقوال

اور نبی کریم کا یہ قول اور"معتبر روایتیں" ہمیشہ ہی سے موجود ہونگی اور قرآن وحدیث میں مرزا جی کے اعجازی معلومات کا بازار بھی آج ۲۲برس سے گرم ہورہا ہے ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ازالتہ الاوہام لکھتے وقت جس کی نسبت آپ کا یہ قول ہے " خدائے تعالیٰ نے اس تالیف میں میری وہ مدد کی ہے جو میں بیان نہیں کرسکتا"۔ صفحہ ۵۶۳ آپ کا علم کہیں چرنے گیا تھا جو جناب اس وقت مسلم اورمشکواۃ کی حدیثیں نقل کرکرکے یہ ثابت کررہے تھے کہ مسیح کی عمر ساٹھ سے بھی زیادہ نہیں ہوسکتی تھی۔ اکثر عمریں میری اُمت کی ۶۰ سے ۷۰ برس سے ہونگی اورایسے لوگ کمتر ہونگے جو ان سے تجاوز کریں ۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس اُمت کے شمار میں آگئے پھر اتنا فرق (عمر میں) کیونکر ممکن ہے" صفحہ ۶۲۳۔ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوگیا اورخاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سوبرس سے زیادہ نہیں رہ سکتا"صفحہ ۶۲۵ اوریہ ابھی کل ہی کاتو ذکر ہے کہ آپ نے اپنے مکتوب عربی میں لکھ دیا تھا کہ بعض اولیائے کرام نے فرمایا ہے کہ" حضرت مسیح کی زندگی آنحضرت کی زندگی سے بھی چھوٹی تھی"صفحہ ۱۳۲۔

اب آپ ہی کچھ شرم کیجئے کہ کیونکر" نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ کی ہوئی "۔ اورکیونکر" اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں" ہم نے توبڑے بڑے جھوٹوں کا حال سنا مگر ایسا بدحافظہ توکوئی بھی نہیں گزرا۔

حدیثوں میں مرزا کی تحریف لفظی اورمعنوی

۲۔ آپ نے بحواله کنزالعمال یه تین حدیثیں نقل کی ہیں ہمیں اصل کتاب سے مقابله کرکے جانچ لینے کا موقع نہیں ملا)۔

۱۔ وحی اللہ تعالیٰ الیٰ عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الیٰ مکان لئلا لعرف فتوذی یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کی طرف وحی که اے عیسیٰ تونقل کرایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف که کوئی پہچان کردکھ نه دے (۲۔) کان عیسیٰ بن مریمه یسخ فاذا امسیٰ کل بقیل الصحرائی ویشرب المائی القراح یعنی عیسیٰ بن مریم سفر کیا کرتے تھے جہاں شام ہوئی جنگل کی بوالات کھالیتے اورصاف پانی پی لیتے (۳۔) قال احب شی الی اللہ الغر بائی قبل ای شی الغربائی قال الذین یفرون بدینہم ویحتمعون الی عیسیٰ ابن مریم یعنی فرمایا سب سے پیارے خدا کی جناب میں غریب لوگ ہیں پوچھا۔ غریب سے کیا مراد ہے۔ فرمایا وہ لوگ جو اپنا دین لے کر بھاگتے ہیں اور عیسیٰ بن مریم کے پاس جمع ہوتے ہیں"صفحه ۲۳۵۔

پہلی حدیث میں مرزا جی نے یه تصرف فرمایاکه انتقل من مکان کے معنی بتلائے " ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا"۔ حالانکه اس کا ترجمه صرف یه ہی ہے" نقل کرایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف"۔ دوسری حدیث میں لفظ مسیح کا ترجمه جو صرف یه ہے" سفرکرتے تھے"۔ آپ نے بلاخوف یه کہه دیا که" ہمیشه سیاحت کیا کرتے تھے اورایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیرکرتے تھے "۔ اورپھر تیسرے یحتمعون الیٰ عیسیٰ بن مریمه جس کے معنی صرف اسی قدر ہیں جمع ہوتے ہیں عیسیٰ بن مریم کے پاس۔ آپ نے اس کا ترجمه یه فرمایا"۔ جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں"۔ اب کہو که یه نری تحریف ہوئی که نہیں لفظی بھی اورمعنوی بھی ؟ اس سے آپ کی جہالت بھی ثابت ہوتی ہے اوربددیانتی بھی بلکه دونوں۔ اور اس تحریف وتبدیل کے بعد بھی آپ جہاں تھے وہیں رہے۔ ان حدیثوں نے کچھ بھی توآپ کی دستگیری نه کی۔ پہلی اوردوسری حدیث اسرائیل انجیل شریف کے بیان کے مطابق ہیں۔ جس وقت سے مسیح اپنی قوم کے سامنے ظاہر ہوئے آپ ہمیشه اپنے ملک میں شہروں شہروں ، گاؤں گاؤں دعوت دین کرتے پھرائے کسی جگه مقیم نہیں ہوئے ۔ اورمرزا جی کا قول مردود ہوگیاکه آیت آوینہا الیٰ ربوۃ زمانه مابعد صلیب کی طرف اشارہ کرتا ہے جب آپ گویا سری نگر میں آکر بس گئے تھے۔انجیل شریف میں لکھا ہے که

کسی نے کہا " جہاں کہیں توجائے میں تیرے پیچھے چلونگا" ۔ یسوع نے اس سے کہا کہ" لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اورہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کےلئے سرد ھرنے کو بھی جگہ ہیں" (لوقا ۹: ۵۸)اوران کا عام ارشاد تھا" جب تم کو ایك شہر میں ستائیں دوسرے میں بھاگ جا"۔ اوریہ اشارہ " اسرائیل کے سب شہروں کی طرف تھا" ۔ متی ۱۰: ۲۳۔ یہودیہ کو چھوڑکر کسی دوسرے ملك کو بھاگ جانے کا حکم نہ تھا ۔ تیسری حدیث آپ کی تحریف سے پاك ہوکر بحث سے بالکل غیرمتعلق ہوگئی ہے یا تو اس میں اشارہ ان غریب لوگوں کی طرف ہے جو جوق درجوق حضرت مسیح کے ساتھ رہا کرتے تھے یا ان کی طرف جو قرب قیامت وجال کے فتنے سے اپنا ایمان سلامت لے کر بھاگینگے اورحضرت مسیح کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے ۔ پس سفرکرنے والے یہ غریب لوگ ٹھہرے نہ کہ مسیح ۔

چہارم۔ سری نگر کی قبر کے متعلق مرزا جی صاحب کی کل ،بحث بناوفاسد علی فاسد کاایك عمدہ نمونہ ہے جس میں عقل وشعورکی بوتك نہیں ۔ آپ کے دلائل اگرایسے لچربکواس کویہ نام دیا جاسکے ! ماروں گھنٹہ پلے خیرآباد کی برجستہ نظیرہیں بالکل اس قسم کی جن سے بعض عیارتکیہ دارجہلا کے سامنے مشہورکردیتے ہ یں کہ فلاں مقام پرکسی ولی یا شہید کا مزارظاہر ہوگیا تاکہ عورتیں منتیں ماننا اورچادریں چڑھانا شروع کردیں ۔

مرزا کے دعویٰ کے خلاف حدیث

یہ خان یارکا چبوترہ گویا جناب مرزا جی صاحب کی امامت اورمہددیت کی اساس ناسپاس ہے اورآپ کے سلسلہ کا نام اگرخان یاری رکھا جائے تو بہت ہی موزوں ہوگا۔ آپ توانجیل اور قرآن اورحدیث کے معنی بگاڑکربہت ذلیل ہوچکے۔ اس لئے ہم آپ کو محض للہ ایك ایسی متعلق اورمضبوط حدیث سناتے ہیں جس سے آپ کی پیچ درپیچ الجھی ہوئی تقریر کا جعل مثل تارعنکبوت کےزائل ہوجائیگا۔

مسلم شریف میں یہ حدیث ہے عن ابوھریرہ قال قا ل رسول اللہ فقدت اوتیت بنی اسرائیل لا یدریٰ مافعلت ولا اسراھالا الفار(احادیث متفرقہ) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تھاکہ بنی اسرائیل کی ایك امت گم ہوگئی تھی کچھ نہ معلوم ہواکہ اس کا کیا ہوا میری دانست میں وہ چوہے ہیں (جو مسخ ہوگئے) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو نہیں

معلوم تھاکہ گم شدہ یہودی کشمیر میں آبسے تھے (۲) آپ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ جامہ انسانیت میں برقرار تھے (۳) آپ کو نہیں معلوم تھاکہ مسیح ان کے پاس گئے تھے (۴) اورآپ کے ذہن میں یہ بھی نہیں آسکتا تھا کہ ربوۃ کشمیریوں کا دیس تھا(۵) آپ کو یقین تھاکہ جس طرح بعض یہود بندر اور سور بن گئے اسی طرح بنی اسرائیل کی گم شدہ اُمت چوہے بن گئی تھی (۶) اگرآپ کو اس بات کا وہم بھی ہوتا کہ گم شدہ یہودی کشمیر کو گئے تو اس حدیث میں ضرورفرمادیتے کہ اُمت گم شدہ کے ایک حصہ نے ابن مریم کو قبول کرلیا اوروہ اب تک ربورہ میں مقیم ہیں۔

اب ایک اورحدیث سن لیجئے اورگریبان میں سر ڈالئے۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ نے زمین پر انتقال فرمایا اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے گولا پتہ ہے۔ اور توریت شریف کے آخری باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ کی قبرکا پتہ نہیں لگا۔ باوجودیکہ اس قبرکا پتہ لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی۔ توبھی آنحضرت نے فرمایا تھا کہ مجھ کو اس قبرکا پتہ ہے اوربتلادیاکہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مارپرراہ کے کنارے سرخ بتی کے تلے ہے قبرہ الیٰ جانب الطریق تحت الکثیب الا معمر (مسلم فضائل موسیٰ) پھرکیوں حضرت مسیح کی قبرکا پتہ آنحضرت نہ بتلادیتے جس کا نہ صرف پتہ ہی لوگوں کو یہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا کسی کوگمیان بھی نہیں ہوا تھا۔ اورجوبقول مرزا ایک ایسی ضروری اوراہم حقیقت بھی جس کے فاش ہوجانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اورصدیوں کے عیسائی دنوں میں کل کے کل مسلمانوں ہوجاتےہیں ۔ دیکھتا ہوں کہ آپ کے معلومات اپنے آقا سے بھی بہت ہوئے جن کے غلام ہوجانے کا آپ کو زبانی فخر حاصل ہے۔

نہ خدا ہی بلانہ وصال صنم

خاتمہ ۔ ناظرین اب مرزا کی جوگویا مزارکا الٹ پھیرینے ہوئے ہیں مشکلوں پربھی نظر فرمائیے اوراس گم گشتہ راہ حقیقت کی حالت زارپرترس کھاکراس کے حق میں دعا کیجئے ۔ آپ مذبذمین بین ذالک کبھی عیسائیوں کی طرف رخ کرتے ہیں کبھی مسلمانوں کی طرف مگر ہرطرف سے دھکیا ئے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کی توآپ نے بہت کچھ تصدیق کردی اورپکاردیاکہ (۱) مسیح ضرورصلیب پر چڑھائے گئے (۲) ضرور بعد صلیب اپنے شاگردوں سے ملے(۳) ضرورقرآن نے مسیح کی جسمانی موت پرگواہی دی۔

مسلمانوں کو آپ نے خوب ہی جھٹلایا اور کہہ دیا کہ(۱) مسیح کا رفع جسمانی نہیں ہوا ۔(۲) قرب قیامت مسیح کو ہرگز وفات نہ ہوگی(۳) اورنہ قبل رفع چند ساعت کے لئے خدا نے مسیح کو وفات دی تھی۔

اب اگر غور سے دیکھا جائے تو عیسائیوں کے قول میں ایک معقول ربط موجود ہے کہ خدا کو منظور ہوا کہ مسیح اس کی راہ میں شہید ہوں ۔ اس لئے دشمنوں کے ہاتھ سے آپ کو صلیب ہوئی ۔ صلیب کے باعث موت ہوئی۔ پھر تین دن بعد موت خدا نے آپ کو زندہ کردیا اورمومنین کوایک بے نظیر نمونہ قدرت دکھلایا اورآپ کو معہ جسم آسمان پر اٹھالیا۔

مسلمانوں کے قول میں بھی ربط موجود ہے۔ کہ خدا کومنظور نہیں ہوا کہ ایسا پاک مقرب نبی اس کا کلمہ اورروح دشمنوں کے ہاتھ میں پڑکر ذلیل ہواس نے آپ کو بالکل صلیب سے محفوظ کرکے صرف چند ساعت وفات دی اورآسمان پر اٹھالیا۔

عیسائی اورمسلمان دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ قرب قیامت مسیح بڑے جاہ وجلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہونگے اورہزارہا سال کی ابتری کو مٹا کر فرش زمین کو عرش بریں کا نمونہ بنادینگے۔

مرزا اوراس کا دعویٰ

اب مرزا صاحب کی شامت ملاحظہ فرمائیے۔ آپ بڑی متانت سے مسلمانوں اورعیسائیوں سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ مسیح دوبارہ نازل نہ ہونگے۔ نازل ہونے والا میں خود ہوں ۔ میں دنیا میں امن چین پھیلارہا ہوں۔ میں حاکم عادل ہوں میں دلوں سے کینہ بغض اورحسدمٹاتا ہوں مال اس فراوانی سے موجود ہے کہ جو کسی کو دولیتا نہیں۔ اونٹنیاں چھوٹی پھرتی ہیں کوئی پکڑتا نہیں۔ مسلمان مجھ کو بلارہے ہیں آئیے نمازمیں ہماری امامت کیجئے ۔ میں حج کرچکا۔ مدینے میں حضرت کی قبر پر سلام کررہا ہوں۔ اورصلیب تو تمام ٹوٹ گئے۔

اے مسلمانو!کیا میرے مسیح موعود ہوے کی بدیہی علامات نہیں دیکھتے ۔ دیکھو تو جنگ وجدل کشت وخون کیسے بڑھے ہوئے ہیں یہی تو امن چین ہے۔ حکومت اورعدالت کااسلام سے نام مٹ گیا۔ پھر میں حاکم عادل کیسے نہیں؟ مقدمات عدالتی کی یہ کثرت کہ میں ہرروز گھیسٹا جاتا ہوں پھر بعض وکینہ کیسے نہیں

مٹا؟ میں آئے دن چندوں کا تقاضہ کرتاہوں مریدٹالتے ہیں ۔ پھر مال کیونکر نہیں بڑھا۔ سرقہ مویشی کی ہندوستان میں دھوم دھام ہے۔ مسلمانوں نے فتوے دے دیئے کہ میرے جنازے کی نماز نہ پڑھے۔ حج مجھ کو آج تک نصیب نہیں۔ گرجے تعمیر ہورہے ہیں صلیب نصب ہورہے ہیں۔ ہرطرف سے مجھ پر لعنت کی بوچھاڑ ہے ۔ واہ رے مہدی مسعود!!!

آپ مسلمانوں کی تکذیب کرکے فرماتے ہیں کہ مسیح کو تو صلیب ہوگئی اورضرورہوئی اورصلبوہ پریہ تاکید واصرار۔پھربھی آپ نہ صرف مسلمانوں بلکہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ نہ صرف قرآن ماننے والے بلکہ قرآن جلانے والے ہیں۔

آپ مسیح کے مصلوب ہونے اور وفات پانے میں عیسائیوں کی تصدیق کرتے ہیں مگر دونوں واقعوں کو علت اور معلول نہیں مانتے۔آپ موت کے قائل ہیں مگر موت کے اسباب نہیں بیان فرماسکتے۔ آپ صلیب کے قائل ہیں مگراس کو باعث موت نہیں مانتے پھرآپ رافعک الیٰ کوبھی خوب ہی مانتے ہیں۔ مگر رفع جسمانی نہیں مان سکتے اگرآپ رفع جسمانی مان سکتے تو پھر سرینگر کی قبر کی کیا حاجت تھی؟ خان یار کے مقبرے پر تو اسی عقدہ کو حل کرنے کےلئے سفیدی چڑھائی گئی ۔

مسیح کے رفع جسمانی پر مرزا جی فیلسوفی

مگر جناب والا فرمائیے تو رفع جسمانی ماننے میں کون سی قباحت لازم آئی کہ آپ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے کم مگر گھیسٹے بہت گئے ۔ناظرین سن لو" نیا اورپرانا فلسفہ بلااتفاق اس بات کو محال ثابت کرتاہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کروزمہر یرتک بھی پہنچ جائے[1] ازالتہ الاوہام صفحہ ۴۔ ع وشنے طبع توبرمن لاشدی۔ حیف امامت کا جبہ دوستارآپ نے اتارپھینکا اورفلسفے کے ڈرکے مارے سرسید مرحوم کی آرام کرسی کے تلے جا چھپے اورآپ تو یہ مان رہے ہیں کہ حضرت یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح وتہلیل کرتے زندہ رہے اورصحیح وسلامت اس کے پیٹ سے نکل کرقوم سے جاملے۔ پھرنئے اورپرانے فلسفے نے آپ کے وہم کا ازالہ نہ کیا اورآج تک نہ ڈانٹا کہ

---

[1] یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب باوجود نئے اورپرانے فلسفے کے شاگرد تین ہونے کے پھر بھی یسوع مسیح کے بغیر وسیلہ باپ کے محض خدا کی قدرت کاملہ کے ذریعے سے پیدا ہونے کے قائل ہیں۔

اے احمق تونے کیسے مان لیاکہ ایک خاکی انسان مضغہ گوشت طعمہ نہنگ دریا ہوجاوے اوراس کے معدے کہ کرہ زارمیں جو استخواں راکھ کرڈالتا ہے۔ تین دن بسے اوربھسم ہوکر کیلوس اورکیموس نہ ہو جائے توکیسے مان لیاکہ وہ پھر دوبارہ منہ کے راستے برآمد ہوگیا؟ آپ ہی ہیں جو مسیح کے رفع جسمانی کے لئے کرہ زمہر کو سد راہ سمجھتے ہیں۔

مرہم رسل

ہریکے ازما مسیح عالمیست   ہرالم رادکف مامرہمیست

مرزا کا دعویٰ

مرزا صاحب نے بڑے طمراق سے لکھ دیا تھا کہ" قریباً ہزار طبی پرانی کتابوں میں ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسیٰ اورمرہم حوارئین اورمرہم شلیخا کے نام سے مشہور ہے۔ ان کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کےلئے بنائی گئی تھی" ریویو جلد اول صفحہ ۳۱۹۔ آپ کا پہلا قول سن کرہم کوایک ذرہ بھی تعجب نہیں ہوا تھا کہ کوئی مرہم ایسے ایسے متبرک ناموں سے عوام اورخواص میں مشہورہوگیا۔

اعجاز عیسوی

کیونکہ مسیحائی توآج دوہزار برس سے ضرب المثل مشہورہورہی ہے جس نے کوڑھی کو چنگا کیا۔ اندھے مادرزاد کو بینا کیا۔ ہرقسم کے بیمار کو شفا بخشی۔ جسمانی اوروحانی دردوں کا امداد کیا حتی کہ مردوں کو زندہ کیا بلکہ خاک کے پتلے کو پھونک مارکر طائر پراں بنادیا۔ وہ جو سراپا شفا دوا تھا اگرکسی داروکو اس کے نام سے منسوب نہ کرے توکیا کسی گنج خارشتی اورسقیم کے نام سے کرتے؟ دوائیوں میں معجون مسیحی مشہور ہے اور مفرح مسیح بھی قرابا دین شفائی نولکشوری صفحہ ۱۷۳، ۱۸۳ بلکہ طب کی کتابوں کے نام بھی ایسے ہی جیسے عجالہ مسیح یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔

مرغ عیسیٰ

اگر کوئی بات تعجب کی ہوسکتی ہے تووہ یہ ہے کہ جو شخص مرہم عیسیٰ پر ایسا گرویدہ ہوگیا کہ ہر قراباء دین کو آیت وحدیث ماننے لگے وہ مرغ عیسیٰ سے سراسر منکر ہے جس کا خود قرآن شریف شاہد ہے۔

اگر مرزا صاحب اس مرہم کے نام ہی کو اپنی غلط فہمی کی بنیاد بتاتے تو ہم ان سے کچھ بھی بازپرس نہ کرتے اوران کو اپنا خیالی پلاؤ پکانے دیتے مگر ان کے دوسرے قول نے ہم کو مجبور کردیا اورہم کو کہنا پڑا ھواکذب من قراباء دین طباء کہ وہ بقول شخصے طبیبوں کے قراباء دین سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ اوراسی لئے ہم نے اس بہتان کا دروازہ بند کرنے کی نیت سے اپنے آرٹیکل مطبوعہ ترقی ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء میں مرزا صاحب سے دوباتیں دریافت کی تھیں۔

دوسوال

ایک یہ کہ " وہ کون لوگ تھے جو لکھ گئے کہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی"؟

دوسری یہ کہ " اگر بالفرض انہوں نے ایسا لکھا بھی تو آپ کے ان فاضل مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہوسکتے ہیں"؟

ہمارے انہیں سوالوں کے ٹالنے کی غرض سے جناب مرزا صاحب اپنے ریویو ماہ اکتوبر میں بعنوان "طبی شہادت" کچھ ایسا گول مول لکھ دیا کہ جواب توہمارا مطلق نہ ہوا مگر عوام الناس کو دھوکا ضرورپڑگیاہوگا۔ اس لئے ہم کو یہ راز محققانہ طور سے فاش کرنا پڑا۔

ناظرین خوب یاد کرلیں کہ مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ"ان (قریباً ہزار پرانی طبی) کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی "۔ پس ہمارے پہلے سوال کے جواب میں مرزا صاحب کو مناسب تھا کہ قریباً ہزارفاضل مولفوں میں سے چند سب سے قدیم اورسب سے فاضل مولفوں کی شہادت اس بارے میں پیش کردیتے کہ"یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی" تاکہ ہم اس تحقیق میں مصروف ہوجاتے کہ " ان فاضل مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہوسکتے ہیں"۔

رومی قراباء دین

مرزا جی غرض چونکہ تحقیق سے نہیں ہے انہوں نے اورطریقہ اختیارکیا۔ آپ فرماتے ہیں " پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعدایک قراباء دین تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اورجس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی چوٹوں کے لئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا"۔ کیا اچھا ہوتا اگر مرزا صاحب اس قراباء دین سے یہ عبارت نقل کرکے بتلادیتے کہ فلاں کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے اوراس کی

عمر کی نسبت بھی کوئی دلیل سناتے۔ ناظرین سن لو حضرت مسیح کے زمانہ کی کوئی ایسی رومی زبان کی قراباء دین نہیں جس میں حضرت مسیح کے کسی مرہم کا یاآپ کے زخموں کا کوئی اشارہ بھی ہوجن کے لئے مرہم تجویزکیا جانا بیان کیا جاتا۔

ترمیم دعویٰ

اب ناظرین ایک لطف ملاحظہ کریں۔ پہلے تو آپ نےیہ فرمایا تھا کہ" تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مریم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی "۔ اب آپ نے اس قول کو ترمیم کرکے یہ فرمایا ہے" سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کےلئے ان کے حواریوں نے تیارکیا"۔ اوراس کے معنے ہم یہ سمجھے کہ جناب والا نے چوٹوں اورزخموں کی نسبت قریباً ایک ہزارطباء پر۔ بہتان باندھا تھا۔ اب ان الفاظ کو عبارت سے حذف کرکے آئندہ کے لئے ۔ اس قول سے توبہ کرلی اوراقبال کردیا کہ کسی فاضل یا بوالفضول مولف نے ہرگز ہرگزنہیں لکھے کہ کوئی مرہم" عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی"۔

فہرست کتب طب

مرزا جی نے طب کی کچھ کتابوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں قراباء دین رومی کو بھی داخل کیا ہے اوراس پر چوب قلم سے یہ عنوان قائم کیا ہے" فہرست ان کتابوں کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کےلئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی"۔ ان کتابوں میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ہرشہرمیں مل سکتی ہے ۔ جس کو دیکھ کرناظرین خود اپنا اطمینان کرلیں کہ ع چہ دلا دراست وزدے کہ بکف چراغ وارد۔ ہم تو مرزا صاحب کے پہلے ہی سے قائل تھے اورلکھ بھی چکے ہیں کہ " کتابوں کا نام صفحہ وسطر بتاکر آپ سینکڑوں جھوٹ بول سکتے ہیں"۔ مگریہ تماشا نیا ہے"۔

بوعلی سینا

اس فہرست میں نمبر اوّل " قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا" ہے۔ میں یہاں اس کی عبارت اردوترجمہ نو لکشوری جلد پنجم صفحہ ۹۳ سے نقل کرکے دکھلاتا ہوں کہ مرزا صاحب کیسے سچے آدمی ہیں ۔" مرہم رسل ۔ اس مرہم کو مرہم ذلیلیخا بھی کہتے ہیں یعنی مرہم زہرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایسا امر ہے کہ بہ آسانی

نواسیر سخت اورخنازیر سخت کی اصلاح کرتا ہے کوئی دوامثل اس کے نہیں ہے اورپھوڑوں کے مرُدار گوشت اورسب کو نکال ڈالتا ہے اوراندمال کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ بارہ دوائیں بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔

مرزا کا بہتان

پس ناظرین دیکھ لو(۱) شیخ نے اس مرہم کو مرہم عیسیٰ بھی نہیں کہا(۲) اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ حواریوں نے بنایا(۳) یا آنکہ عیسیٰ کے لئے بنایا(۴) یا عیسیٰ کے بدن کے زخموں کے لئے بنایا(۵) اس نے اس میں کوئی اشارہ یا کنایہ حضرت عیسیٰ کےزخموں یا چوٹوں کا نہیں کیا (۶)بلکہ شیخ اس لغو خیال کا بھی قائل نہیں کہ اس مرہم کو کوئی حقیقی نسبت حواریوں سے ہے۔

اس محقق پرانے طبیب نے آج سے نوسوبرس پیشتر عوام کے اس گمان کو اس عبارت میں گویا رد کیا ہے کہ" لوگ کہتے ہیں کہ یہ بارہ دوائیں اس بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں"۔ اس کو شیخ کا کلام مان لینا محض سادہ لوحی ہے اب ہم مرزا جی کے اس سخن کو کیا کہیں کہ تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی اورشیخ سے بڑھ کر ہم کو نسا فاضل تلاش کریں جس پر مرزا جی نے اتنا بڑا بہتان باندھا اوروہ بھی ایک بہتان نہیں بلکہ بہتانوں کا سبحہ صدوانہ ہے جس کو مرزا جی نے شیخ کے نام سے پھیر پھیر کوجہلا کو کتنا بڑا دھوکا دیا۔ افسوس بسم اللہ ہی غلط کردی۔ اب ہم کو کیا ضرورت ہے کہ اورکتابوں کی ورق گردانی کریں۔ ہم آپ کے صدق مقال کے قائل ہوچکے۔

عوام کا خیال

سچی بات جو کچھ تھی وہ شیخ الرئیس فرماچکے۔ اور متاخرین میں سے زیادہ سے زیادہ اگرکسی نے کچھ لکھا تو بلاسند وبلاتحقیق وہی غلط العام فصیح فقرہ اجزاایں نسخہ دوازدہ عدداست کہ حوارئین جہت عیسیٰ ؑ ترکیب کردہ (دیکھو قراباء دین فارسی حکیم اکبر ارزانی نولکشوری صفحہ ۵۰۸) اورعلاج الامراض حکیم محمد شریف خان دہلوی (نولکشوری)صفحہ ۶۳۹ اوربقائی برحاشیہ میزان الطب اردو (نظامی) صفحہ ۸۰ غرضیکہ کسی نے حضرت مسیح کے زخموں کا ذکر نہیں کیا اورنہ اس مرہم کو ان سے منسوب کیا اورمرزا جی کے تمام حوالجات محض لغو ہیں۔

علاج ضربه وسقطه

مرزا جی نے نہ صرف یہی غلط کہا تھا کہ تمام اطباء "گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے زخموں کےلئے بنائی گئی تھی" بلکہ یہ قول بھی ان کا لغو ہے کہ " یہ نسخہ ان چوٹوں کےلئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقط سے لگ جاتی ہیں"۔ خود شیخ بتلاچکا کہ یہ مرہم نواسیر اورخنازیر اورپھوڑوں کے مرد اور گوشت کاعلاج ہے اورحکیم ناظم جہان اکسیر اعظم جلد رابع (نظامی ۱۲۸۹ھ) صفحہ ۳۰۰ میں لکھتے ہیں" مرہم رسل منسوب بحوارئین وخنازیر قاوحہ اثر عظیم یافتہ ایم "۔ غرضیکہ اسی طرح اوراطباء نے بھی اس کو سرطانی اورخنازیر اورطاعون وغیرہ گندے پھوڑوں کا علاج کہاہے۔ اورجیسا کہ خود تمہاری فہرست سے معلوم ہوتاہے امراض جلد کے باب میں اس کو بیان بھی کیا ۔ بھلا اس کو ضربہ وسقطہ سے کیا مناسبت اوریوں آپ کو اختیارچاہے آپ اس کو دوران سر کا علاج سمجھیں یا اسہال کا اورجسم کے جس حصہ میں چاہیں چپڑیں۔

اس مرہم کے مختلف نام

یہاں تو ہم نے صرف مرزا جی کی گفت وشنید سے بحث کی ہے۔ اب ہم اس امر کی تحقیق کرتے ہیں کہ اس مرہم کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ کیا کیا نام اس کو دیئے گئے اورکیوں اس کے ایسے نام پڑے؟ نہ معلوم کیوں مرزا جی قراباء دین کبیر کا نام ترک کرگئے۔ حالانکہ نسبتاً اس میں مرہم رسل کا زیادہ ذکرآیا ہے اس کی عبارت یہ ہے " مرہم حواری، ایں مرہم رامرہم رسل نیز نامندوترجمہ کردہ شد قراباء دین رومی بہ مرہم سلیخا ومعروف بہ مرہم زہرہ وگفتہ کہ ایں مرہم دوازدہ دواست ازددہ ازدہ حواری حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا کہ ہر ایک یک دوارا اختیارکردہ ترکیب نمودہ اندوہیں مرہم بہتریں مرہم است "۔ اس کے بعد یہ بھی لکھاہے" وگفتہ کہ ایں مرہم سبخاور اثناء عشری نیز نامند" مطبوعہ ۱۲۴۹ ھ جلد دوم صفحہ ۵۰۸،۵۰۹۔

پس معلوم ہواکہ اس مرہم کا کوئی ایک نام نہیں بلکہ متعدد ونام ہیں۔ سلیخا ،رسل ، حوارئین ، اثنا عشری ، زہرہ ، سنجار، سب سے کم مشہورنام اس کا مرہم عیسیٰ ہے جس کو نہ شیخ نے ذکرکیا نہ رومی نے نہ اسرائیلی نے اورنہ صاحب قراباء دین کبیر نے ۔

اورسب سے قدیم اورمعروف نام سلیخا ورسل ہے اور یہ قول تونہایت ہی غریب ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ کے لئے بنایا گیا اورگو اس قول کے بہت سے مفہوم ہوسکتے ہیں ۔ مگر وہ مطلب توہر گزنہیں چسپاں ہوسکتا جو تم سمجھتے ہو۔

وجہ تسمیہ

اب یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ جب اس مرہم کا نام رسل پڑگیا تونادانوں نے فوراً اپنے ذہن سے یہ خیال تراش لیاچونکہ اس میں بارہ اجزہیں اس لئے اس کو مسیح کے بارہ رسولوں نے بنایا ہوگا۔ اورمحققین نے اس خیال کو صرف نقل کردیا اس پر کبھی صاد نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ نے بھی اتنا ہی لکھا " لوگ کہتے ہیں "اور صاحب قراباء دین کبیر نے بھی یہی لکھا " وگفتہ" ۔ مگریادرکھو کہ لوگوں نے جو کبھی کہا تو صرف یہی کہا کہ ان بارہ دوائیوں میں سے ہر ایک مسیح کے ایک ایک رسول یعنی حواری نے بتائی۔ کسی نے یہ نہیں کہاکہ اس نسخہ کو مسیح نے بتایا ۔ یا یہ کہ مسیح کہ زخموں کے لئے تیا رکیاگیا۔

مرکبات کے شاعرانہ نام

مگرکیا کوئی محقق طبیب ہے عیسائی یا مسلمان ۔یہودی یا مجوسی جو عوام کے اس خیال کا قائل ہوسکے کہ دراصل بھی اس دوا کوبارہ حواریوں نے تیارکیا تھا۔ کیا لوگ بھول گئے کہ مرکبات کے ایسے ایسے متبرک نام اوران کے متعلق عجیب وغریب فسانے ہمیشہ مشہوررہے ہیں؟ کون یونانی طبیب ہے جو قرص کوکب کے نام سے واقف نہیں؟ اسی قراباء دین کبیر جلد دوم صفحہ ۳۴۶ میں لکھا ہے " ۔ شیخ رئیس گفتہ کہ مبالغہ کردہ اندقدمائے اطباء درتعظیم ایں قرص۔ شیخ داؤد انطا کی گفتہ کی وجہ تسمیہ ایں بقرص کوکب ایں است کہ صاحب ایں قرص سماحیوس حکیم تسخیر کوکب یعنی زحل کردہ بودوزعم سلیموس آنست کہ زحل بآں خطاب کردہ بصفت ومنافع ایں قرص اورمیں نہیں سمجھتا کہ جو شخص مرہم رسل کا معتقد ہوجائے وہ کیوں قرص زحل سے بدگمان رہے جس کی تعظیم میں قدمائے اطباء نے اس قدر مبالغہ صرف کیا تھا ۔ پھر اورسنو۔ اسی قراباء دین میں ایک دوائے شریف عطیۃ اللہ کا نام موجود ہے جس کے معنی ہیں خدا کی بخشی ہوئی دوا(جلد دوم صفحہ ۳۶۴) شیخ نے بھی اپنی قراباء دین میں اس کا بہت کچھ ذکر

کیا۔ اورکیا جناب مرزا جی نے کبھی کسی قراباء دین میں کسی دوا کی یہ تعریف نہیں پڑھی "؟ دوائے کہ مردم اسناد آں بحرئیل امین نسبت کردہ اندجہمت آں سروع علیہ الصلواۃ السلام آوردہ شدہ بطریق تحفہ" قرابا دین اکبری)۔

مرہم کا یونانی نام اوروجہ تسمیہ

جس زمانہ میں فرنگستان میں طب جالینوس رائج تھا صدہا مرکبات کے ایسے ہی شاعرانہ نام وہاں بھی مشہورتھے۔ ایک تریاق تھا جس کا یونانی نام ڈوڈیکا تھیون ہے بمعنی بارہ دیوتا۔ اس میں بھی بارہ اجزا تھے جو یونان کے ۱۲بڑے دیوتاؤں سے منسوب ہوئے۔ مرہم رسل جس کا یونانی نام ڈوڈیکا فارسکیم یعنی بارہ دوائیں ہے۔ عیسائی اطباء نے یونانیوں کے تریاق بارہ دیوتا کے مدمقابل اس کو بارہ رسول کے نام سے منسوب کرکے انگونٹم ایارسٹولورم زبان لاطینی میں کہنا شروع کردیا (دیکھو ڈاکٹرہوپر کی مڈیکل ڈکشنری) جس کے معنی میں مرہم رسل اوراس نام میں محض ۱۲ عدد کی رعایت منظورتھی۔ مسلمان اطباء نے اسی عدد ۱۲کی رعایت سے اس کو اثنا عشری کہا اوراب مسلمانوں کوبھی حق ہوگیا کہ وہ اس کو بارہ اماموں سے منسوب کردیں۔ مگر نہ قرص کو کب زحل کا دیا ہوا نسخہ تھا نہ عطیتہ اللہ خداکا اورنہ مرہم عیسیٰ اورمرہم رسل اورمرہم اثنا عشری مسیح یا حواریوں یا اماموں کا دیا ہوا ہے۔

ایسا معلوم ہوتاہے کہ سب سے قدیم نام اس کا اسم بامسمےٰ ڈوڈیکا فارمیکمہ ہی تھا یعنی بارہ دوائیں جس کا ترجمہ اثنا عشری ہوامگر یونانیوں کے تریاق کی ریس میں مجوسیوں نے جومنجم ہوتے تھے اپنے عقیدے کی رعایت میں اس کو مرہم زہرہ کہا۔ یہودیوں نے اپنے عقیدے کے موافق اس کومرہم شلیخا کہا۔ عیسائیوں نے مرہم رسل اورمسلمانوں نے اثنا عشری ۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں مگر چونکہ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند ۔ یونانی طبابت کا دوردورہ ہی مٹ گیا۔ آگے کو ان ناموں کا سد باب ہوگیا اوراب کتابوں میں نام ہی نام اورشاعرانہ گپیں باقی رہ گئیں ۔ جن سے کبھی کبھی بعض عیار جہلا کوٹھگ لیتے ہیں۔

لفظ شلیخا کی تحقیق

اب یہ سوال ہے کہ اس مرہم کا نام شلیخا کیوں پڑا۔ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اوریہ کس زبان کا لفظ ہے ۔ مرزا جی نے محض

غلط لکھا کہ شلیخا کا لفظ یونانی ہے جوباراں کو کہتے ہیں"۔ یہ بالکل غلط ہے اس لفظ کویونانی سے کوئی واسطہ نہیں یہ نرا عبرانی لفظ ہے اوربہت مشہور جس کو شفائے عاجل کے ساتھ عوام کے ذہن میں ایک خاص مناسبت تھی اور ذرہ بھی تعجب نہیں اگرکسی سریع التاثیر مرہم کواس نام سے نسبت دی گئی۔

جب یہ لفظ عربی کتابوں میں لے لیا گیا توچونکہ خوشلیخا ایک عربی لفظ بھی ہے بمعنی خوشبو وعطر (دیکھو منتہے الارب وقاموس) لوگ یہ سمجھ سکے کہ لفظ عبرانی تھا۔ شاید انکا خیال صرف اس قدر ہواچونکہ اس مرہم میں مرُ کی قسم سے خوشبودارچیزیں شامل تھیں اس لئے اس کو مرہم شلیخا کہا۔ یعنی خوشبودار اورمرہم اوراگر ایسا سمجھا تو غلط سمجھا۔ اس کے متعلق اہل فارس نے ایک اورغلطی کی ہے چنانچہ غیاث اورنیگر کتب لغت میں شلیخا کو لکھ دیا نام مردے کہ ازاصحاب عیسیٰ بود۔ اوریہ سرارخطا ہے۔ کسی حواری کا نام شلیخا نہیں ہے۔ چونکہ اس مرہم کو شلیخا بھی کہتے ہیں اورحواری بھی۔ لوگ سمجھے کہ دونوایک بات ہے اوراس طرح یہ غلطی پیدا ہوگئی۔

طبیب اسرائیلی کا قول

ایسی ہی غلطی میں مرزا صاحب مبتلا ہیں۔ وہ اس کو یونانی لفظ سمجھتے ہیں اوراس کے معنی " باراں" بتلاتے ہیں اورہم بھی ان کی اس غلطی کو الہامی غلطی سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی فہرست کتب طب میں " تالیف افلاطون زمانہ ورئیس ادانہ ابی المنی ابن ابی نصر العطار الاسرائیل الھارونی" کی کتاب منہاج الدکان ودوستو الاعیان کوبھی داخل کرکے اس کی نسبت بھی یہی دعویٰ کیا ہے کہ " اس میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے اوریہ بھی ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے یعنی ان کے زخموں کےلئے بنائی گئی تھی"۔ ہم اس کتاب (مطبوعہ مصر) کے صفحہ ۸۳ سے نقل کرکے دکھلائے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس اسرائیلی پر بھی کتنا بڑا بہتان باندھا ہے ۔ طبیب موصوف نے صرف یہ لکھا ہے مرہم الرسل وھومرہم الحوارئین ومرہم اشلاحین ومعنی ھذہ اللفظۃ بالعبرانی الرسل۔ یعنی مرہم رسل کو مرہم حوارئین اورمرہم شلاحین بھی کہتے ہیں۔ اورلفظ شلاحین کے معنی زبان عبرانی میں رسل ہیں۔ چونکہ یہ طبیب اسرائیلی تھا زبان عبرانی کا عالم۔ اس نے لفظ کے صحیح معنی بھی بتلادئیے اورسمجھا دیاکہ وہ لفظ عبرانی

ہے ۔ پس مرزا جی نے کیوں اس کو یونانی کہا؟ کیا یہاں بھی مرزا غلام قادر کے کشف نے دھوکا دیا؟

اسرائیلی پر مرزا کا بہتان

اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ نہ اس فاضل اسرائیلی طبیب نے حضرت عیسیٰ کا نام لیا۔ نہ مرہم کو ان سے منسوب کیا نہ حضرت مسیح کے زخموں کی طرف کوئی اشارہ کیا۔ نہ اس نے عوام کے غلط خیال کا تذکرہ کیا۔ پھر اب مرزا جی سے کوئی پوچھے کہ تم نے کیوں اس پر بہتان باندھا اور کیوں رسوا ہوئے ؟ سچ ہے اللہ خوار کرتا ہے جسے چاہے۔ جس شخص نے فن طبابت کے ایسے ایسے روشن ستاروں پر جھوٹ باندھا جیسے شیخ الرئیس اور اسرائیلی تو اس کا اعتبار اٹھ گیا اور وہ مسلمہ کذاب سے گوئے سبقت لے گیا۔

حوض شیلوخ کا تذکرہ

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وجہ تسمیہ اس مرہم کی کیا ہے۔ بیت المقدس میں ایک قدیم حوض تھا شیلوخ اورشیلخ کے نام سے مشہور جس کا تذکرہ یسعیاہ ۸ : ۶۔ ونحمیاہ ۳: ۱۵ میں بھی آیا ہے۔ اور جو آج کل وہاں کے مسلمانوں میں برکتہ سلوان کے نام سے مشہور ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا حوض تھا اسی جگہ بیت حسدا یعنی رحمت کا گھر جس کی نسبت مشہور تھا کہ کبھی کبھی ایک فرشتہ اس کے اندر اتر کر پانی کو ہلاتا تھا اور اس وقت جو بیمار چاہے کسی مرض میں مبتلا ہو جو سب سے پہلے اس میں اتر جاتا فوراً چنگا ہوجاتا تھا۔ اس کا ذکر انجیل شریف میں آیا ہے۔ اس بیت حسدا میں پانی اسی شیلوخ سے ہوکر آتا تھا۔ دیکھو رابنسن کا سفرنامہ اور تفسیر ازمور۔ انجیل یوحنا باب ۹۔ بیت حسدا کی طرح یہ شیلوخ بھی حضرت مسیح کے ایک معجزہ کی یادگار ہے جس کا بیان یوحنا ۹: ۶تا ۷ میں ہوا۔ وہاں لکھا ہے کہ آپ کو ایک مادرزاد اندھا ملا اور آپ نے معجزانہ طور سے اس کو بینا کردیا۔

اصلی مرہم عیسیٰ

زمین پر تھوکا اور تھوک سے مٹی سانی اور وہ مٹی اندھے کی آنکھوں پر لگا کر اس سے کہا۔ جا شیلوخ (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا) ہے کے حوض میں دھولے۔ پس اس نے جاکر دھویا اور بینا ہوکر واپس آیا"۔

اسی طرح ایک اور اندھے کی آنکھوں پر آپ نے اپنا لب مبارک لگا کر بینائی عطا کی تھی۔(مرقس باب ۸) ہم کہتے ہیں کہ اصلی مرہم عیسیٰ یہی تھا جس کے تین اجزاء بتائے گئے۔ لعاب روح

اللہ، گل یروشلیمی، آب شیلوخ اوراسی لفظ شیلوخ اورشیلخ سے شلیخا بن گیا اوراسی سے نسبت اس مرہم کو دی گئی۔ نہ یہ مرہم عیسیٰ ہے اورنہ مرہم شلیخا۔ بلکہ عیسیٰ اور شلیخا کے نام سے منسوب ہے۔ اوریہی لفظ شلیخا ماخذ ہے لفظ رسول کا۔ کیونکہ اس کے لفظی معنی ہی رسول ہے جیسا اسرائیل نے بھی بتلادیا۔ اسکوحواری اوررسول سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ محض اس کے معنی سے واسطہ ہے۔شلیخا اور رسول دومترادف الفاظ ہیں۔ اورجب اس مرہم کے بارہ اجزاء کا خیال کیا تولفظ رسول سے بارہ رسولوں کی طرف ذہن منتقل ہوگیا اورآسانی سے اس کو مرہم رسل کہہ دیا۔

حسن اتفاق سے یہاں ایک اورمناسبت بھی پیداہوگئی جس کی وجہ سے یہ نام اوربھی زیادہ موزوں ہوگیا۔ مرہم کےلغوی معنی ہر قسم کا لیپ ومالش ہیں جو خودنرم ہو اورنرمی پیدا کرے اوراگریہ لفظ عربی ہے تورحمتہ سے مشتق ہوگا۔ جس کے معنی ہیں نرمی (دیکھو منتہی الارب) اس معنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقع بھی حضرت مسیح کے بارہ حواریوں کے پاس ایک مرہم تھا۔

اصلی مرہم حوارئین

اور وہ اصلی مرہم رسل تھا چنانچہ انجیل مرقس باب ۶آیت ۷، ۱۲، ۱۳ میں لکھا ہے کہ سیدنا مسیح نے " بارہ کو اپنے پاس بلا کر دودوکرکے بھیجنا شروع کیا"۔۔۔۔۔ اورانہوں نے روانہ ہوکر منادی کی کہ توبہ کرواوربہت سی بدروحوں کو نکالا اوربہت سے بیماروں کو تیل مل کر اچھا کیا" اسی تیل کو مرہم رسل کہتے ہیں اورشاید یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ بیدت المقدس میں جو تیل استعمال ہوتا ہے وہ روغن زیت ہے۔ جو اس مرہم زیر بحث کا بھی جزواعظم قراردیا گیا اورجو حوارئین عیسیٰ کے ہاتھ میں ان کی دعا کی تاثیر سے اکسیر کا حکم رکھا تھا۔پس جس مرہم کو قدمائے اطباء نے بہترین مرہمہا مانا اس کو مرہم رسل سے بہتر اورکون نام وہ دے سکتے تھے۔

آخری مالش

حوارئین عیسیٰ کی سنت میں کلیسیا کے درمیان اس وقت تک بیماروں پر تیل ملنے کی رسم جاری ہے چنانچہ حضرت یعقوب حواری نے فرمایا ہے" اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسیا کے بزرگوں کو بلائے اور وہ خداوند کے نام سے اس کو تیل مل کر اس کے لئے دعا کریں جو دعا ایمان کے ساتھ ہوگی اس کے باعث بیمار بچ جائیگا اور خداوند اسے اٹھا کھڑا کریگا "یعقوب ۵: ۱۴ اس رسولی رسم کو جس کا فیض وبرکت اس وقت تک جاری ہے۔ رومن کلیسیا میں اکسٹریمہ انکشن یعنی آخری مالش کہتے ہیں جس کے لئے ہر ایماندار آرزومند ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اب کسی صاحب فہم کو ذرا بھی دقت نہ رہے گی کہ مرہم شلیخا اورمرہم رسل کی حقیقی وجہ تسمیہ بخوبی سمجھ لے اورمرزا جی کے مغالطوں سے باہر نکل آئے۔

عوام کا خیال اورمرزا کی تردید

اس مرہم کی نسبت مرزا صاحب کی غلط بیانیاں شمارمیں اس کے اجزا سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ ناظرین دیکھ چکے کہ گواس مرہم کی حواریوں کے ساتھ کسی حقیقی نسبت کا خیال محض لغو اوربے بنیاد ہے۔ تاہم جن لوگوں نے ایسی نسبت مانی بھی وہ بھی یہی کہتے رہے کہ مرہم کو بارہ حواریوں نے ترکیب دیا اورایک ایک نے ایک ایک دوا ایجاد کی۔اس قول میں گویا ان لوگوں نے اس بات کی صراحت اورتاکید کی ہے کہ یہ مرہم واقعہ صلیب کے قبل ایجاد ہوا یعنی ایسے وقت میں جبکہ بارہ حواریوں کا شمار برقرار تھا۔ مقدس تاریخ کا یہ ایک یقینی واقعہ ہے کہ صلیب سے ایک دن قبل ہی حواریوں کا شمار کم ہوگیا تھا۔ کیونکہ یہودا اسکریوتی جو بارہ میں ایک تھا رسالت کے دائرے سے خارج کردیا گیا اورقبل واقعہ صلیب کے خودکشی کرکے مرگیا (دیکھو متی ۲۷: ۵) پس جب صلیب کے بعد حواری صرف ۱۱ رہ گئے تو وہ مرہم شلیخا کے ۱۲جُز کیسے ترکیب دے سکتے تھے؟

پھر مرزا کس طرح فرماتے ہیں کہ" یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خودہی حضرت عیسیٰ نے الہام کے ذریعے سے تجویز فرمائی تھی"۔ دارومدارتو مرزا صاحب کا جہلا کے بے سند خیال پر تھا اوریہ کہہ کر آپ نے خود اس کی تکذیب کردی۔ کیونکہ وہ تو اس دوا کو بارہ حواریوں سے منسوب کرتے تھے اوراس کو واقعہ صلیب کے قبل کا حال بتلاتے تھے نہ کہ " صلیب کے زخموں کے بعد" کا۔

پھر وہ اس کو حواریوں کے الہام سے نسبت دیتے تھے کہ مسیح کے الہام سے۔ بہرکیف اس سے یہ پتہ لگ گیاکہ آپ خود اس بے بنیاد وروایت کودل سے باطل ولغو سمجھتے ہیں ورنہ اس کے منافی ایسا سخن نہ فرماتے۔ گویاآپ یہ فرماتے ہیں ۔ کہ قدیم جاہلوں کو یہ کہنا چاہیے تھا جو انہوں نے نہیں کہا کہ مرہم عیسیٰ حواریوں نے صلیب کے بعد تیارکیا۔ ہم دوہزار سال بعداس روایت کی اصلاح کرتے ہیں درفرض کئے لیتے ہیں کہ وہ لوگ ہمیشہ سے یہی کہتے رہے۔ خوب! فن روایت اورورائت کا یہ نیا اصول ہے۔ ہم مرزا جی کو داد دیتے ہیں۔

مرزا کی اختلاف بیانی

مرزا جی کی غلط بیانیاں بے پایاں ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ"یہ نسخہ ان چوٹوں کےلئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ وسقطورسے لگ جاتی ہیں اورچوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہوجاتاہے اوراس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح کے زخم چند روزمیں ہی اچھے ہوگئے۔اوراس قدر طاقت آگئی کہ آپ تین روزمیں یروشلیم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پاپیادہ گئے"صفحہ ۳۹۷۔

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس مرہم کی تعریف میں مبالغہ کیا انہوں نے بھی اس کو ضربہ وسقطہ کا علاج نہیں بتایا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے۔اورہم کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی بھی قائل نہیں کہ ایسے مرہم نے کچھ بھی مفید اثر مسیح کے زخموں پرکیا ہو۔ ورنہ وہ باوجود تسلیم اعجاز مرہم یہ نہ فرماتے کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح کے جسم پر" صلیب وکیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون، بہتا تھا اوردرد تکلیف ان کے ساتھ تھے"(ریویو جلد ۲ صفحہ ۵۰، ۵۱)۔ ہم کو پھر مرزا جی کے حافظہ کی شکایت ہے ان کو بے طرح نسیان ستاتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے تئیں بھی بھول گئے"۔

یہ بحث تو طے ہوگئی۔ مگرمرزا صاحب کے پھڑکتے ہوئے تجارتی اشتہارات دیکھ کہ جن میں وہ اس مرہم کو " عجیب وغریب دنیا میں سب سے پرتاثیر تیربہدف بابرکت علاج" خاص کر اپنے مددگار طاعون کا بتلا کرفی ڈبیہ پون اورسوا روپیہ جاہلوں سے وصول کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

اس مرہم کے اجزا

ناظرین کے دل میں بہت اشتیاق پیدا ہوا ہوگا کہ آخر اس نسخہ کے وہ نادارالوجود اجزاء کیا ہیں جس کے دریافت کرنے کے

لئے مرزا صاحب اطباء کے معمولی تجربہ کو کافی نہیں سمجھتے سکتے بلکہ ضرورت الہام واعجاز کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ نسخہ موافق قراباء دین شیخ الرئیس کے یہ ہے : موم سفید، راتینج ، زنگار، جاوشیر، اُشق ، زراوند طویل، کندر، مرُمکی ، بیروزہ، مقل، مرداسنگ ۔ روغن زیت۔

ناظرین بارہ حواریوں کو دیکھئے اورالہام اوراعجاز مسیحائی کو خیال فرمائیے۔ اوران بارہ دوائیوں کو دیکھئے ۔ اورجہاں تک ہوسکے مرزا صاحب اوران کے حواریوں کو شرمائیے اورپوچھئے کہ یہ کیا اندھیرہوگیا کہ ہندوستان میں طاعون کی یہ شدت کہ الامان اوروہ بھی خاص اسی زمانہ میں جب آپ لوگوں نے اعجاز مسیحائی کا بابرکت علاج نکالا۔ کیا طاعون بھی پیرقادیاں کے دعوؤں کی آسمانی تکذیب ہوکرآیا ہے!۔